NATIONAL PRESS URDU LITERATURE SERIES No. 8.

انتخاب کلیاتِ سودا

مرتبہ

سید مطلب حسین صاحب بی۔ اے۔ عاصی لکھنوی

ALLAHABAD
RAM NARAIN LAL
PUBLISHER AND BOOKSELLER
1927

انتساب

میں اپنے اس انتخاب کلیات سودا کو عالیجناب
نواب محمد یوسف صاحب بیرسٹر ایٹ لا۔
ایم۔ ایل۔ سی۔ وزیر صوبجات ممالک متحدہ
آگرہ و اودھ کے نام نامی کے ساتھ بصد فخر و
مباہات معنون کرتا ہون +

عالی لکھنوی

فہرست مضامین

مقدمہ

سوانحی حالات مرزا محمد رفیع نام تھا۔ سودا تخلص کرتے تھے۔ اصل وطن کابل تھا۔ اُن کے والد بغرض تجارت ہندوستان آئے اور پھر اسی ملک میں بود و باش اختیار کر لی۔

سودا ۱۱۲۵ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدا ہی سے طبیعت کو شاعری سے خاص لگاؤ تھا۔ عنفوان شباب ہی میں شعر گوئی کی مشق شروع کر دی پہلے سلیمان قلی و داد سے اصلاح لیتے رہے۔ پھر شاہ حاتم کے زمرۂ تلامذہ میں شامل ہو گئے۔

مرزا نے ابتدائی عمر سے دہلی میں پرورش پائی۔ یہ زمانہ شاہ عالم کا زمانہ تھا۔ مغلوں کی سلطنت کا چراغ ٹمٹما رہا تھا مرہٹے زور پکڑتے جاتے تھے اور انگریز اپنی سلطنت کو مستحکم کر رہے تھے۔ مرکزی سلطنت بالکل کمزور ہو رہی تھی۔ شہنشاہی برائے نام باقی تھی لیکن پھر بھی علم و ادب کی طرف سے کچھ کچھ دلچسپی ضرور تھی۔ علما و شعرا کی قدر کی جاتی تھی۔ چنانچہ شاہ عالم نے مرزا کو اپنا اُستاد بنایا اور اُنسے اپنے کلام کی اصلاح لینا شروع کی لیکن

شاہی اقتدار کے ساتھ یہ ذوق بھی کم ہوتا گیا۔ اور یہ سلسلہ بہت دنوں تک قائم نہ رہ سکا۔

افتادِ طبیعت مرزا نہایت خوش مزاج اور نفاست پسند آدمی تھے۔ قاعدہ ہے کہ انسان جیسے جیسے علمی ترقی کرتا ہے اُس کے حسّیات بھی لطیف تر ہوتے جاتے ہیں۔ ادبی ترقی کے ساتھ ساتھ مرزا کے اخلاق اور نفاست پسندی میں بھی ترقی ہوتی گئی۔ اصل یہ ہے کہ مرزا کو قدرت سے عالمانہ دماغ اور شاعرانہ جذبات عطا ہوئے تھے۔ پھر دہلی کی علم دوست سوسائٹی کا اثر سونے پر سہاگہ بن گیا۔ شاعری کی، اور دل کھول کے کی۔ پہلے فارسی کی طرف جھکے لیکن یہ رجحان عارضی ثابت ہوا اور مرزا نے ریختہ گوئی کی طرف توجہ کی۔ اُس وقت بھی فارسی شاعری کے مقابلے میں ریختہ گوئی کی زیادہ قدر نہ تھی۔ عام طور پر شعرا فارسی میں طبع آزمائی کرتے تھے۔ لیکن سودا اور میر کی نازک خیالیوں نے ریختہ کو فارسی کا جواب بنا دیا۔ مرزا جتنے خوش مزاج تھے، اتنے ہی نازک مزاج بھی تھے۔ ذرا کسی سے خفا ہوئے اور ہجو لکھ ڈالی۔ یہاں تک کہ جانور بھی اِن کے ادبی حملوں سے محفوظ نہ تھے۔ با ایں ہمہ وہ بڑے سیر چشم تھے۔ نواب شجاع الدولہ نے لکھنؤ سے طلب کیا لیکن کچھ تو سیر چشمی اور کچھ خاک دہلی کی محبّت، معذرت لکھ بھیجی، اور خود جانا پسند نہ کیا۔

مرزا سوداؔ کی طبیعت میں حصول علم کا ذوق، اکتساب فن کا شوق
بدرجہ اتم موجود تھا۔ علو ہمتی اور بلند حوصلگی گویا ان کی فطرت میں داخل
تھی۔ اور ان چیزوں کی جھلک ان کی شاعری میں صاف نظر آتی ہے
ظاہر ہے کہ جس شخص میں یہ صفات حمیدہ موجود ہونگی وہ کسی کی بات برداشت
نہیں کر سکتا۔ چنانچہ یہی حال مرزا کا تھا۔ انتہا درجہ کے نازک مزاج تھے
اور اسی بنا پر اکثر اہم عصر شعرا سے صرف چشمک نہیں رنجش رہتی تھی۔

سفر لکھنؤ

زمانہ کسی کو چین سے بیٹھنے نہیں دیتا۔ جہاں کبھی حسینوں
کی محفلیں گرم رہتی تھیں وہاں آج اُلّو بولتا ہے جس جگہ آج عیش و نشاط
کے جلسے نظر آتے ہیں، ممکن ہے کہ کل وہاں آدمی کی صورت بھی نہ دکھائی
دے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ وہ سر بہ فلک عمارتیں جو آج شان و شوکت کا
مرقع بنی ہوئی ہیں۔ ایک صدی بعد بھی اسی طرح دیکھنے والوں کو محو حیرت
بنائینگی، دہلی جسکی خاک کے ایک ایک ذرّے میں آرین، ہندو اور مسلمانوں
کی تاریخ کے بیش بہا خزانے چھپے ہوئے ہیں، زمانہ کے ہاتھوں مٹ مٹ
کے اُبھری اور اُجڑ اُجڑ کے بسی ہے۔ اسی سرزمین پر متعدد حکمراں خاندانوں
کے چراغ حکومت روشن ہوئے اور کچھ دن بعد بد اقبالی کی ہواؤں کے
تھپیڑے کھا کھا کر گل ہو گئے، اور اسی شہر نے وہ وہ واقعات دیکھے
ہیں جو خون کے آنسو رلانے کے لئے کافی ہیں مغلیہ سلطنت کا آفتاب

یہیں طلوع ہوا اور یہیں غروب بھی ہو گیا۔ بڑے بڑے نامور شعرا اپنے
اپنے وطن چھوڑ کر یہاں آئے اور اسی کی خاک پاک میں دفن ہو گئے لیکن
وہ زمانہ ہی اور تھا۔ درباروں میں شعر و شاعری کی قدر ہوتی تھی حکما
و علما کی حوصلہ افزائی ہوتی تھی۔ شاہان مغلیہ کا دور علم و ادب کی ترقی کے
لئے خصوصیت سے ممتاز ہے۔ دور اکبری کے شعرا بقائے دوام حاصل
کر چکے ہیں۔ جہانگیر نے شعرا کو مالا مال کر دیا، شاہجہاں نے منھ موتیوں
سے بھروا دیا۔ غرض شاہان مغلیہ کے عہد میں ہندوستان میں
فارسی شاعری نے اتنی ترقی کی کہ کسی غیر ملکی زبان نے کہیں اور نہیں
کی تھی۔ لیکن افسوس ہے کہ اردو اس دور کے فیوض سے محروم رہی۔
جب عہد مغلیہ کی شمع گل ہو رہی تھی تو اردو شاعری کا بچپن تھا، تاہم
اس نے محلوں میں پرورش پائی، درباروں میں کھیلی۔ اُجڑے ہوئے
باغ کی آخری بہار دیکھی۔ شاہ عالم نے اردو کے ہونہار بچے کے
سر پر دست شفقت رکھا اور بہادر شاہ نے اسے سر چڑھایا۔ لیکن
افسوس کہ یہ دور بھی عرصے تک قایم نہ رہا۔ رہی سہی بہار لٹ گئی اور
سلطنت مغلیہ کا چراغ گل ہو گیا۔ اور جب نور ہی نہ باقی رہا تو پروانے
کیوں آتے ؟ شعرا، صنّاع، اہل کمال، غرض جس کا جدھر منہ اٹھا
نکل گئے۔ سودا نے بھی خاک دہلی کو آخری سلام کیا اور فرخ آباد

ہیں چند سے قیام کر کے غالباً ۱۱۸۵ھ میں فیض آباد آئے۔

اودھ میں اس وقت نواب شجاع الدولہ برسرِ حکومت تھے۔ انھوں نے اِس باکمال کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور درباری شعرا میں شامل کر لیا۔ نواب شجاع الدولہ کی وفات پر اودھ کا دارالسلطنت لکھنؤ قرار پایا۔ مرزا نے فیض آباد چھوڑ کر لکھنؤ میں سکونت اختیار کی۔

یہ زمانہ لکھنؤ کا دورِ نشاط تھا۔ ہر چہار طرف سخاوت و دریادلی کی گنگا جمنا بہتی تھی۔ نوجوان، جدت پسند، بلند حوصلہ، فراخ دل، فرشتہ خصال نواب آصف الدولہ حکومت کی ترنگ میں دن عید، رات شب برات مناتے تھے۔ مرزا بھی اس حاتمِ دوراں کی فیاضی و سخاوت سے فیضیاب ہوئے اور دربار سے اُن کا وظیفہ مقرر ہو گیا۔

مرزا کی شاعری | اُردو نظم کی شاید ہی کوئی ایسی صنف ہو، جس میں مرزا نے طبع آزمائی نہ کی ہو۔ قصاید، مثنویاں، رباعیات، قطعات، سلام، مرثیے، پہیلیاں، واسوخت، ترجیع بند، مخمس، سب میں کچھ نہ کچھ کہا ہے اور اکثر اصناف میں وہ خوبی پیدا کر دی ہے کہ بس یہی کہنا پڑتا ہے کہ یہ مرزا ہی کا حصہ تھا۔

قصاید | آزاد نے سچ کہا ہے کہ ”دوسرے طبقہ میں اگر شعرا نے کچھ کہا ہے تو ایسا ہے کہ اُسے قصیدہ نہیں کہہ سکتے۔ پس اوّل قصاید کا کہنا پھر اُس

دھوم دھام سے اعلیٰ درجۂ فصاحت و بلاغت پر پہنچانا انکا پہلا فخر ہے"۔
اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس عہد سے پیشتر تک فارسی کا اثر اتنا باقی
تھا کہ شعرا قصاید کے لئے فارسی زبان کو اختیار کرتے تھے اور رؤسا و
تاجدار وقت چونکہ خود فارسی سے واقف ہوتے تھے، اس لئے اسی زبان
میں اپنی تعریف سُننا پسند کرتے تھے۔

ایک دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ اُردو میں ابھی اتنی سکت نہ آئی تھی
کہ وہ قصاید کے وزن کو سنبھال سکتی۔ قصیدہ کے لئے بلند مضامین، چُست
الفاظ، چُبھتی ہوئی ترکیبیں وغیرہ نہایت ضروری عنصر ہیں لیکن اُردو میں
اس وقت تک پوری طور پر مفہوم ادا کرنے کی بھی قوت نہ تھی۔ وہ کیونکر
اِن نازک خیالیوں کو اپنے آغوش میں جگہ دیتی ؟ اُردو کو اس قابل بنانے
کے لئے میرؔ کے پُر درد دل اور سوداؔ کے پر زور قلم کی ضرورت تھی۔ اِن بزرگوں
نے اس سنگلاخ زمین پر قدم رکھا اور اس منزل کو اس خوبی سے طے
کیا کہ اُردو بظاہر فارسی بھی آگے نظر آنے لگی۔

میرؔ و سوداؔ کی طبیعتیں مختلف تھیں۔ ایک نے غزل میں سوز و گداز پیدا
کیا، دوسرے نے قصیدہ میں مسرّت و شادمانی کی روح پیدا کی۔ غرض
یہ دونوں اُستادانِ سخن، اپنے جذبات، اپنے شاعرانہ انداز بیان اور
قدرت زبان کے لحاظ سے اپنا جواب آپ تھے۔ سوداؔ کی طبیعت قصیدہ

کے لئے بالکل موزوں تھی۔ خوش مزاجی، یار باشی، دربارداری، شوخی، نازک خیالی، ان کی طبیعت کے اجزا تھے اور یہی چیزیں ہیں جنکی بنا پر شاعر قصیدہ نگاری میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ شگفتہ مزاجی سوداؔ کے ہر مصرعہ سے ٹپکتی ہے، غزلوں سے بشاشت اور شادمانی کا اظہار ہوتا ہے، اور اُنکی فطری ظرافت کا پورا اندازہ تو اُنکے ان اشعار کے مطالعہ سے ہو سکتا ہے جو اُنھوں نے ہجو میں کہے ہیں۔

لیکن میرؔ قصیدہ کے مرد میدان نہیں۔ قصاید انھوں نے بھی کہے ہیں۔ لیکن جو بات سوداؔ کے یہاں اکثر و بیشتر ملتی ہے، وہ میرؔ کے یہاں خال خال نظر آتی ہے۔ اس کی خاص وجہ یہی ہے کہ میرؔ کی طبیعت میں ظاہری جاہ پسندی، درباداری، اور خوشامد نہ تھی اور وہ اِن سے کوسوں دور رہتے تھے۔ اور یہ فرق، دونوں کے اِن قصاید کے تقابل سے جو انھوں نے مناقب میں کہے ہیں صاف صاف ظاہر ہو جاتا ہے۔ میرؔ نے مناقب میں "حسن اعتقاد کا حق ادا کر دیا ہے" لیکن سوداؔ کے یہاں یہ بات اس حد تک نہیں پائی جاتی۔ یعنی وہ جوش و خروش کم ہے جو ہونا چاہیئے۔

میرؔ کی سادگی اور ان کا سوز و گداز قصیدوں میں بھی موجود ہے۔ لیکن سوداؔ کے قصیدوں میں شوخی، ظرافت، مضمون آفرینی اور طبیعت داری کا جلوہ نظر آتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ سوداؔ نے بھی قصیدہ سے وہ کام نہیں لیا جو لینا چاہیے تھا اور شعرائے فارس کی طرح مدح سرائی و ستائش کی چار

دیواری سے نہ نکل سکے۔ لیکن پھر بھی یہ کہنا مبالغہ نہیں ہے کہ اگر انیس نے
اُردو میں مرثیہ کو مرثیہ بنا دیا ہے تو سودا نے قصیدہ کو قصیدہ بنایا ہے۔
اور اگر انیس کا تتبع پورے طور پر کسی سے نہیں ہو سکا ہے تو سودا کی قصیدہ
گوئی تک بھی کوئی نہیں پہنچ سکا ہے۔ لیکن انیس کے نقش قدم پر چلنے والے
اب بھی ہیں اور اگر خوش اعتقادی اور حب اہلبیت، ہندوستان کی دنیا سے
بالکل ناپید نہ ہو گئی تو یہ متبرک سلسلہ جاری رہیگا لیکن اپنی صنعت شاعری
کے جو بلند قصر سودا نے تیار کئے ہیں آج اُن میں کوئی چراغ جلانے والا بھی
باقی نہیں ہے۔ ذوق مرحوم نے البتہ کوشش کی اور ایک حد تک کامیاب
بھی ہوئے لیکن قصیدہ کی وہ شان باقی نہ رہی جو بعض ایرانی شعرا یا سودا
کے یہاں پائی جاتی ہے اور باقی کیونکر رہتی ؟ زمانہ کا رنگ بدل چکا تھا۔
جب قصیدے سُننے والے ہی نہ رہے تو کہے کس کے لئے جاتے ؟ جب
ممدوح ہی نہ رہے تو مدح کس کی ہوتی ؟ اور جو دو چار رئیس باقی بھی
رہے اُن کا مذاق طبیعت بدل گیا، مشاغل دوسرے ہو گئے اور
طبیعت کو دوسری چیزوں سے رغبت ہونے لگی۔

اردو کی نظم و نثر کی ترقی کا اصلی دور اُس وقت سے شروع ہوتا ہے
جب ہندوستان میں اسلامی تمدن و تہذیب کے آثار مٹ رہے تھے سلطنت
کا سایہ سر سے اُٹھ چکا تھا۔ مغربی تہذیب، مشرقی تہذیب کی اصلاح

پر آمادہ تھی۔ تاہم فاتحین فرنگ نے اُردو زبان کے لئے جو کچھ کیا بہت کیا لیکن اس کی مثال بالکل ویسی ہی ہے جیسے کسی شیر خوار بچے کو اس کی حقیقی ماں کی گود سے جدا کر کے انّاؤں سے پرورش کرائی جائے۔ اگر زندگی باقی ہوتی ہے تو ایسے بچے بھی پرورش پا ہی جاتے ہیں۔ لیکن آغوشِ مادر کے پلے ہوئے بچے کی تربیت اور ہوتی ہے اور بیرونی امداد سے پلے ہوئے بچّے کا اُٹھان دوسرا ہوتا ہے۔ بہر حال مختلف وجوہات کی بنا پر اُردو کی قصیدہ گوئی بہت محدود رہ گئی۔ اُردو میں جتنے قصاید لکھے گئے ہیں سب کی بنا خود غرضی پر ہے یعنی اکثر قصائد دنیوی اغراض سے لکھے گئے ہیں اور کچھ مذہبی مقاصد کو پیش نظر رکھ کر تحریر ہوئے ہیں۔ جو قصاید امرا و سلاطین کی شان میں لکھے گئے ہیں اُنکا مقصد صرف جلب منفعت ہے اور جو قصاید پیغمبر اسلام اور اہلبیت کی شان میں تصنیف کئے گئے انکی غرض حصول ثوابِ آخرت، بخشش، اور عفو گناہ ہے لیکن اُردو میں ایسے قصاید بالکل نابید ہیں یا نہ ہونے کے برابر ہیں۔ جنمیں اعلےٰ اخلاق و فلسفہ کی تعلیم دی گئی ہو، مناظر فطرت کا صحیح نقشہ کھینچا گیا ہو، فطرت انسانی کا مرقع پیش کیا گیا ہو، یا ممدوح کے صحیح اور اصلی عادات و اطوار پر رنگ آمیزی نہ کی گئی ہو۔ حالانکہ مناظر فطرت کے بہترین خاکے حکمت و اخلاق کے بلند ترین نظرئیے، مشاہیر عالم کے قابل تقلید خیالات، اس صنف

شاعری کے ذریعہ سے نہایت آسانی سے پیش کئے جا سکتے ہیں۔ تمدن اور معاشرت کے پہلو عمدہ سے عمدہ پیرائے میں قوم کے روبرو لائے جا سکتے ہیں۔ بداخلاقی کی اصلاح کیجا سکتی ہے اور جن اخلاق حسنہ کی آج ابنائے وطن کو ضرورت ہے وہ نئے نئے اور موثر طریقوں سے نظروں کے سامنے لائے جا سکتے ہیں۔

تاہم سودا کے قصائد میں چند باتیں ایسی بھی ہیں جو انکو دوسرے سے ممتاز ثابت کرتی ہیں۔ مثلاً یہ کہ سودا ممدوح کی واجبی تعریف کرتے ہیں اور دعائیہ اشعار بہت کم لکھتے ہیں۔ بہاریہ مضامین کثرت سے نظم کرتے ہیں اور سب سے عمدہ بات یہ ہے کہ اپنے زمانہ کے تمدن و معاشرت کی نہایت مکمل تصویریں کھینچتے ہیں۔ میں اوپر لکھ چکا ہوں کہ سودا یار باش آدمی تھے، ہر طرح کے لوگوں سے ملتے تھے۔ امرا کے یہاں باریابی کے مواقع حاصل تھے۔ دربار سے توسل تھا، تاجدار وقت کے بھی حضور میں اکثر حاضر ہوتے تھے اس لئے تمدن اور معاشرت کے جن جن پہلوؤں کو انھوں نے نظم کیا ہے وہ دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ جہاں میدان کارزار کا نقشہ کھینچا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاعر خود میدان جنگ میں موجود ہے اور جو آنکھوں سے دیکھتا ہے بے تکلف نظم کرتا جاتا ہے۔ بگڑے ہوئے امرا کی تباہ حالی کا جو مرقع انھوں نے اپنے مخمس شہر آشوب

میں کھینچا ہے اُس سے بہتر نقشہ کھینچنا قریب قریب ناممکن ہے۔ اسکی وجہ یہی تھی کہ سودا کو ہر طبقہ کی معاشرت سے پوری واقفیت تھی امرا کے اخلاق، تاجدار کی طبیعت، درباریوں کے ہتھکنڈے، عوام کے مشاغل سب کا انکو علم تھا اور زورِ قلم کا کیا پوچھنا، وہ تو فطرت نے ازل ہی میں عطا کر دیا تھا، اس لئے وہ معاشرت کے جس پہلو کو لیتے ہیں اسکی صاف و نمایاں تصویر کھینچ دیتے ہیں۔ اگر میدانِ جنگ کا نقشہ کھینچتے ہیں تو اس عہد کے تمام جنگی اسلحہ کے نام، بلا تکلف استعمال کرتے ہیں صف آرائی اور سپاہ کی نقل و حرکت کا منظر دکھاتے ہیں۔ اگر ممدوح کی شہ سواری کی تعریف کرتے ہیں تو ہر چیز کے اصطلاحی نام نہایت خوبی سے نظم کرتے ہیں اگر شادی کا ذکر کرتے ہیں تو اس کے اکثر لوازم اور لکھنؤ کے خوبصورت محاوروں کو روانی سے لکھتے چلے جاتے ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ اکثر خیالی ڈھانچوں میں ایسی ادبی روح پھونکی ہے کہ وہ اصلی و حقیقی مُجسّمے ہیں۔ تخیل کے چمنوں میں وہ گُلکاریاں کی ہیں کہ اصلی و تازہ سرسبز و شاداب پنکھڑیوں کا دھوکا ہوتا ہے۔ اس قصیدہ میں جسکا مطلع یہ ہے ؎

صُبح ہوتے جو گئی آنکھ مری آج جھپک

دی خوشی نے وہیں آکر درِ دل پر دستک

سودا نے مسرّت کو مجسّم قرار دیا ہے۔ لیکن کلام کی خوبی اور شاعر کی قدرت کا

یہ عالم ہے کہ نظروں کے سامنے ایک دلفریب، ماہ پیکر دوشیزہ کھڑی ہوئی، شاعر سے کلام کرتی معلوم ہوتی ہے اسی طرح اس قصیدہ میں جسکا مطلع یہ ہے ؎

اُٹھ گیا بہمن و دے کا چمنستاں سے عمل
تیغ اردی نے کیا ملک خزاں مستاصل

شاعر نے جس خوبی سے بہار کا سماں کھینچا ہے اُس سے معاً یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ ہم خود ایک آراستہ و پیراستہ باغ میں کھڑے ہیں۔ سامنے حوض ہے مخملی فرش بچھا ہوا ہے، درخت سامنے پھولوں سے لدے کھڑے ہیں۔ زمین سبزے اور پھولوں کے عکس سے بوقلموں ہو رہی ہے۔ نرگس کی نیم باز آنکھیں مخمور ہیں اور لالہ جام بکف، زبانِ حال سے "بنوش بادہ کہ ایام غم نخواہد ماند" کے ترانے گا رہا ہے۔ نسیم لڑکھڑاتی پھرتی ہے۔ صبا، زلفِ سنبل کو چھیڑتی، پھولوں کو گدگداتی اور کلیوں کو چٹکاتی ہوئی صحن چمن میں مصروف خرام ہے غرض جو کچھ ہے اس قرینے سے ہے کہ نقالی کا شبہ نہیں ہوتا، حقیقت کا گماں ہوتا ہے اور پڑھنے والے پر تھوڑی دیر کے لئے محویت طاری ہوتی ہے۔

غزل | غزل گوئی میں بھی سودا کا درجہ بہت بلند ہے۔ اگرچہ قصیدہ اور غزل میں بہت فرق ہے اور یہ ضروری نہیں کہ قصیدہ نگار غزل گوئی میں کماحقہ دادِ سخن دے سکے اس لئے کہ جو باتیں قصیدہ کی جان ہیں وہ غزل کے لئے غیر ضروری، بلکہ ایک حد تک مضر ہیں۔ غزل کے لئے ایک پُر درد

دل، اور سوز و گداز کے اثر کرنے والے جذبات کی ضرورت ہے اور یہہ چیزیں سودا کے یہاں کمیاب ہیں، البتہ ان کی غزلوں میں حسن و عشق، عیش و سرور، اور بزم طرب کے جذبات صاف صاف نظر آتے ہیں اور یہ باتیں ان کے کمال پر دلالت کرتی ہیں لیکن کہیں ایسی ترکیبیں بھی پائی جاتی ہیں جو غزل سے زیادہ قصیدہ کے لئے موزوں ہیں یعنی طبیعت کی بلندی جسکے اظہار کے لئے غزل کی زمین موزوں نہیں، اپنا رنگ یہاں بھی دکھاتی ہے لیکن اس کے خلاف میر سراپا درد ہیں۔ یہ عام فہم اور آسان زبان میں سیدھی سادی بات کہہ دیتے ہیں لیکن اُس میں جادو کا اثر ہوتا ہے جس سے سُننے والے پر ایک خاص اثر ہوتا ہے۔ میں دو دو شعر دونوں باکمالوں کے نقل کرتا ہوں۔ اشعار کی بندش، الفاظ کا طریق استعمال، ترکیبوں کا انتخاب خود بتا دیگا کہ کس کی طبیعت کا کیا رنگ ہے۔

میر	سودا
ہمارے آگے ترا جب کسی نے نام لیا	چمن میں صُبح جو اُس جنگجو کا نام لیا
دلِ ستم زدہ کو ہم نے تھام تھام لیا	صبا نے تیغ کا موجِ رواں سے کام لیا
مت رنج کر کسی کا کہ اپنے تو اعتقاد	کعبہ اگرچہ ٹوٹا تو کیا جائے غم ہے شیخ
دل ڈھائے کر جو کعبہ بنایا تو کیا ہوا	یہ قصرِ دل نہیں کہ بنایا نہ جائے گا

سودا کے اشعار شوخی، علو ہمتی، شکوہ الفاظ، جدت ترکیب،

کے جلوہ گاہ ہیں۔ اور ان چیزوں کے سامنے وہ سادگی، درد، کیف غم کی بالکل پرواہ نہیں کرتے لیکن میر جو کچھ کہتے ہیں صاف و سادہ الفاظ میں کہتے ہیں۔ محاورات معمولی استعمال کرتے ہیں لیکن ہر شعر درد میں ڈوب کر نکلتا ہے۔ کلام میں درد سودا کے یہاں بھی ہے لیکن انکا فطری انداز دوسرا ہے اور یہ دونوں اُستادوں کے خیالات، حالات طبائع اور مزاجوں کے اختلاف کا نتیجہ ہے۔

صوفیانہ شاعری | اُردو نے فارسی سے جہاں اور چیزیں ورثہ میں پائی ہیں، وہاں صوفیانہ شاعری بھی ہے اور اس رنگ کے آثار قدیم سے قدیم اُردو شعرا کے کلام میں بھی ملتے ہیں۔ سودا کے یہاں بھی یہ رنگ کثرت سے پایا جاتا ہے اور اکثر غزلیں ایسی ہیں جن میں کئی کئی شعر صوفیانہ رنگ میں، دیر و حرم، شیخ و برہمن، اور تسبیح و زنّار کے پیرایہ میں موجود ہیں مثلاً

کعبۂ دل کی حقیقت کو نہ پہنچ اے شیخا | خانقاہ و مدرسہ تیر اٹھکانا ہی عبث
گہ کفر کا مائل ہے یہ دل گہ سوئے اسلام | ہے درطلب سبحہ و زنّار پریشاں
اسرار خرابات سے واقف ہو جو زاہد | کعبہ سے نہ کم سمجھے درِ پیر مغاں کو
شیخ نے اُس بت کو جس کوچے میں دیکھا شام کو | لے چراغ اب ڈھونڈھے ہی واں تا سحر اسلام کو
جوں دانہ سبحہ مورد ابر کرم حق | زاہد درِ میخانہ کے ہر خاک نشیں کو

رباعی | رباعی، اصناف سخن میں وہ خوبصورت اور مختصر صنف ہے

جسکے ذریعہ سے شاعر عموماً کسی اخلاقی نظریہ یا کسی مذہبی مسئلہ کو نظم کردیتا ہے۔ سوداؔ کی خصوصیات شاعری اس صنف میں بھی موجود ہیں۔ زبان کی صفائی، بندشوں کی چستی، محاوروں کا عمدہ استعمال، ہلکی صوفیانہ چاشنی یہ سب باتیں ہیں لیکن مرزا کو بظاہر اس صنف سے زیادہ دلچسپی نہ تھی اس لئے کہ کلیات میں صرف ۷۵ رباعیاں ہیں۔ ان میں کچھ اپنی تعریف میں ہیں اور کچھ اخلاقی و مذہبی مسایل میں ہیں۔

اچھی رباعی کہنے کے لئے بڑی قادر الکلامی اور وسعت معلومات کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اسکا میدان بہت محدود ہے۔ چار مصرعوں میں کل مطلب ادا کرنا پڑتا ہے۔ مسائل مذہب، اخلاق، تمدّن، معاشرت، عشقیہ خیالات، مدح سرائی وغیرہ کو صرف چار مصرعوں میں خوبصورتی سے ادا کرنے کے لئے بڑی قادر الکلامی کی ضرورت ہے۔ وہ شخص جو معاشرت کے اکثر پہلوؤں سے واقف نہ ہو، مسایل مذہب و اخلاق سے بیگانہ ہو، کبھی اچھی رباعی نہیں کہہ سکتا۔

بعض وقت صرف ایک رباعی قلب پر وہ اثر کرتی ہے جو بڑی سے بڑی نظم نہیں کرسکتی۔ جذبات حمیت و غیرت، جس طرح ایک قادر الکلام کی کہی ہوئی رباعی سے اُبھارے جاسکتے ہیں، اتنے اور کسی صنف شاعری سے ممکن نہیں۔ مسایل اخلاق و شریعت پر لکھی ہوئی بڑی سے بڑی نظم بھی

رباعی سے زیادہ انسان کی روح کو لطافت اور سرور سے روشناس نہیں کر سکتی۔ اس کا خاص سبب یہ ہے کہ اور کوئی صنفِ سخن اتنی جامع اور مختصر نہیں ہوتی۔ دیگر اقسامِ نظم کے لئے ضروری ہے انسان یا تو خود اُسے پڑھے یا دوسرا اُسے پڑھ کر سُنا دے، اور دونوں باتوں کے لئے وقت درکار ہے۔ لیکن رباعی کی بساط کل چار مصرعوں کی ہے اور اگر شاعر اپنا مطلب پورے طور پر ادا کر سکا ہے تو اُسکے سمجھنے، پڑھنے، یا سُننے میں صرف چند دقیقے کا وقت صرف ہوتا ہے اور کسی اخلاقی نظریہ، مذہبی مسئلہ، یا معاشرتی سوال کا ایک مختصر مگر جامع پہلو سُننے والے کی نظر کے سامنے آجاتا ہے" اور کیا عجب ہے کہ اسی وجہ سے مرثیہ خواں حضرات نے سامعین کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے مرثیہ سے قبل رباعی پڑھنے کا طریقہ اختیار کیا ہو؟"

لیکن جو حضرات انیس کی پُرکیف رباعیوں سے لُطف اندوز ہو چکے ہیں، اُن کو سودا کی رباعیوں میں زیادہ لُطف نہیں آسکتا کیونکہ سودا کی رباعیوں میں وہ اثر نہیں جو انیس کی رباعیوں میں موجود ہے۔ اس فرق و امتیاز کے کئی سبب ہیں۔ اوّل یہ کہ دونوں کے زمانوں میں بڑا فرق تھا۔ انیس کے زمانے میں زبان بہت ترقی کر چکی تھی۔ محاورات بہت صاف و شُستہ ہو چکے تھے۔ دوسرے یہ کہ انیس کا میدان شاعری، مرثیہ، سلام و رباعی تک محدود تھا اور سودا نے قریب قریب تمام اصنافِ سخن میں

طبع آزمائی کی ہے۔ سوم یہ کہ دونوں کا فطری میلان بالکل جداگانہ تھا۔

مثنوی | مثنوی کا میدان اصناف شاعری میں سب سے زیادہ وسیع ہے اشعار کی کوئی تعداد معیّن نہیں ہے اور نہ مضامین کی کوئی قید ہے۔ رزم کا سماں، بزم کی تصویر، راز و نیاز کی کیفیات، حسن و عشق کی پُر لطف حکایات، ہجر کے پُر درد افسانے۔ تاریخی واقعات، غرض اس صنف شاعری میں سب کچھ موجود ہے۔ چونکہ مثنوی میں عموماً اشعار کی تعداد زیادہ ہوتی ہے اس لئے اس صنف میں شاعر کا کمال سخن یا عجز تخیل بہت آسانی سے ظاہر ہو جاتا ہے۔ اچھی مثنوی صرف وہ شاعر لکھ سکتا ہے جسمیں ذیل کی صفتیں موجود ہوں۔

(۱) وہ اُن چیزوں، واقعات اور کیفیات کا جنھیں اسکی آنکھیں دیکھتی یا کان سُنتے ہوں اور یا جنکا ذہنی ادراک ہوتا ہو الفاظ کے ذریعہ کاغذ پر نقشہ اُتار سکتا ہو۔

(۲) وہ واقعات میں سے اُن چیزوں کا صحیح انتخاب کر سکتا ہو۔ جنکی تصویر کھینچنے سے، پڑھنے یا سُننے والا مسحور ہو جائے۔ اس کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ اس کو فطرت سے وہ ذوق صحیح عطا ہوا ہو۔ جس سے وہ فیصلہ کر سکے کہ کس واقعہ کو کتنا طول دینا لازم ہے اور کس کا بیان اختصار سے کرنا چاہئے اور ایک واقعہ کے نظم کرتے وقت کس قسم کے

الفاظ استعمال کرنا چاہئے۔

(۳) وہ اپنے قلم کی سیاہی سے وہی کام لے سکتا ہو جو مصوّر رنگ وروغن سے لے سکتا ہے یعنی مثنوی نگار کی شاعری میں ویسی ہی دل کشی ہونا چاہیے جیسی ایک عمدہ تصویر میں ہوتی ہے۔

(۴) زبان پر پوری قدرت ضروری ہے۔

(۵) واقعات کو انکی اہمیت کے لحاظ سے نظم کر سکتا ہو۔ مثلاً کسی رزمیہ مثنوی میں واقعات جنگ کو اگر مختصراً بیان کیا جائے اور فریقین کے اسلحہ، انکی تیاری، ان کے مرکبوں کا بیان قریب قریب نظر انداز ہو اور صرف ایک شخص واحد کی نبرد آزمائیوں پر مثنوی کا زیادہ حصّہ مشتمل ہو تو یہ مثنوی ناقص ہوگی۔

(۶) اگر مثنوی میں صرف مناظرِ فطرت کی تصویر نہیں کھینچی گئی ہے یا کسی نرے کھرے تاریخی واقعہ کو نظم نہیں کیا گیا ہے تو اُس سے کوئی نہ کوئی اخلاقی، یا تمدّنی، نتیجہ ضرور نکلتا ہو۔

اس صنفِ شاعری میں جوہر دکھانے کے لئے مرزا سے زیادہ میر کی طبیعت زیادہ موزوں واقع ہوئی تھی لیکن اصل یہ ہے کہ مثنوی کا حق پورا پورا نہ میر سے ادا ہو سکا نہ مرزا سے۔ تاہم سودا اس میدان میں میر سے بہت پیچھے رہے۔ اور ہونا بھی یہی چاہئے تھا۔ جو شخص مدح سرائی

کر کے بسر اوقات کرتا ہو، یا جو ذرا سی بات پر بگڑ کر ہجو کہ دینے کا عادی ہو اُس سے یہ توقع کرنا کہ وہ اپنا زور طبیعت مثنوی پر صرف کرے گا۔ فضول ہے۔

لیکن سودا نے جو مثنویاں ہجو میں لکھی ہیں، وہ اِن مثنویوں سے جن کا موضوع دوسرا ہے، بہت بہتر ہیں۔ اور انکو دیکھ کر سودا کے زور قلم اور قدرت سخن کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔

ہجو

نازک مزاجی، نفاست پسندی، ظرافت، خوش طبعی، اور سب سے بڑھ کر قادر الکلامی نے مرزا کی طبیعت میں وہ بات پیدا کردی تھی جو اس حد تک کسی اور شاعر کے یہاں مشکل سے ملیگی۔ مرزا جس سے بگڑتے ہیں، اُس پر اشارے کنائے سے حملے کرتے ہیں، پھبتیاں کستے ہیں اور اکثر اوقات صاف صاف الفاظ میں کھُلی کھلی گالیاں دینے لگتے ہیں۔ کیا آدمی کیا جانور، کیا عالم کیا جاہل کیا امیر کیا غریب۔ کوئی بھی ہو، مرزا کی برہمی شرط تھی، پھر اُس کے لئے کہیں جائے پناہ نہ تھی۔ ہجو لکھتے وقت مرزا بھول جاتے ہیں کہ آدمی کس پائے کا ہے اور اُس کے لئے نرم الفاظ میں ایک آدھ پھبتی ہی کہ دینا کافی ہے۔ بلکہ وہ ذاتیات پر حملے شروع کر دیتے ہیں، حسب نسب کی دھجّیاں اُڑاتے ہیں اور رَو میں وہ باتیں لکھ جاتے ہیں جو دائرہ تہذیب سے باہر ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر

چند شعر مختلف مقامات سے نقل کرتا ہوں۔

شاعر ہوا ہے فدوی کیا شاعرونکا تلّا — مادہ وہ زن تخلّص یاروں کا مسخرلّا
کوئی بام اسکے گھر کا پتہ نہ پاوے — اُلّو جو کہہ کے پوچھو بتلائے سب محلّا

ریم سوزاک پید رہے تو شریر — رحم مادر میں اُلٹ نکلا ہو میر
سن تو ٹک اے نصف مادہ نصف خر — ہم نے کیا سید نہیں دیکھے مگر

سُن بے اُلو پہنچ کے بنگالے — مادہ سگ آپ کو تو بنوالے
چاہیے اُلّو ہی تو رہے بن کر — خلق شاگرد اپنے کرڈالے
اے بیابانِ نحسیت کے غول — بستیوں کو نہ کر تو ڈانواڈول
فرخ آباد کے محلّوں میں — حد سے باہر تو کر چکا ہے کلول

جیمیں آتا ہی کہ کہوں جا کے میں اُس احمق سے — تیرے دیوار میں محراب ہے کیا کم شق سے
کون جا بکتے پر اب ایسے خرِ مطلق سے — لیکن اتنا میں کہونگا نہ گزر اب حق سے

جرم ما روز قیامت بتو خواہند سپرد

جہاں میں کون بناتا ہے اُلّو بننے کا — کسی سے بن کوئی آتا ہے اُلّو بننے کا
بہت ہی جان کھپاتا ہے الو بننے کا — بنا مجھی کو یہ آتا ہے اُلّو بننے کا
کہ فدوی جگ میں کہاتا ہے الّو بننے کا

ایک قصہ میں سُنا تھا مردم سے یہ قصّا را — بیت الخلا گیا تھا مرزا علی پیارا
ناگاہ گھڑی اوپر گیدڑ نے جا پچھاڑا — تب رو کے اُس جگہ پر لونڈی کے تئیں پکارا

دل میرود زدستم صاحبدلاں خدارا
دردا کہ راز پنہاں خواہد شد آشکارا

غرض مرزا کی ہجووں میں سلامت روی و اعتدال چھو نہیں گیا۔ ہجووں کے نشتر نہیں تیر ہیں جو آدمی کے دل میں پیوست ہو جاتے ہونگے ہجو اچھی اُس وقت تک معلوم ہوتی ہے جب تک اُسکا رنگ ہلکا رہے اور یہ معلوم ہو کہ گویا کھانے میں نمک ہے۔ لیکن یہ بات سودا کے یہاں مفقود ہے ہجو کا رنگ اتنا گہرا ہے کہ آنکھوں کو بُرا معلوم ہوتا ہے۔ اور نمک اتنا تیز ہے کہ گلے سے اُترنا مشکل ہے۔

مرثیئے | مرثیہ، ہر کسی کی وفات پر لکھا جا سکتا ہے اور عربی، فارسی، اور خود اُردو میں مرثیئے بعض معزز اور مقتدر لوگوں کی وفات پر لکھے گئے ہیں لیکن اب مرثیئے میں عام طور پر واقعات شہدائے کربلا کا بیان ہوتا ہے۔

اُردو شاعری اور خاص کر اُردو مرثیئے کی داغ بیل دکن میں پڑی اور شاید اسکی وجہ یہ ہو کہ دکن کی سلطنتیں مذہب امامیہ کی پیرو تھیں۔ اور چونکہ یہاں کے تاجدار عام طور پر شعر و سخن کے دلدادہ تھے اور علوم و فنون کی قدر کرتے تھے انھیں شوق پیدا ہوا کہ مصائب اہلبیت کا ذکر

بھی ملکی زبان میں سُنیں۔ سوداؔ سے قبل اُردو میں بہت سے مرثیے کہے جا چکے تھے۔ مسکینؔ۔ گداؔ۔ میرزاؔن۔ شاہ قلی خاں اور ولیؔ وغیرہ نے اس میدان سخن میں بھی بادیہ پیمائی کی تھی۔ لیکن مرزا کے سامنے جو نمونے تھے اُنکی حیثیت نقشِ اوّل سے زیادہ نہ تھی۔ ان قدیم مرثیوں کی زبان سادہ ہے، ہندی کی آمیزش کثرت سے ہے۔ مضامین زیادہ تر پیش پا اُفتادہ ہیں۔ مکمل روایات بہت کم نظم کی گئی ہیں۔ صرف مظلوم کربلا کے واقعات اس خیال سے نظم کئے گئے ہیں کہ سامعین کے دل پر اثر پڑے۔ مرزاؔ نے جو مرثئے کہے ہیں اُن میں کوئی خاص خوبی و دلکشی نہیں ہے لیکن چونکہ زبان ایک حد تک صاف ہو چکی تھی اور سوداؔ کو زبان پر غیر معمولی قدرت حاصل تھی۔ اِس لئے ایک نمایاں فرق یہ نظر آتا ہے کہ زبان میں شستگی اور بندشوں میں چستی ہے۔ ورنہ اور کوئی خاص بات نہیں اور ہوتی بھی کیونکر؟ قدرت نے اس کا فخر ایک اور شہنشاہ اقلیم سخن کے لئے مخصوص کر رکھا تھا۔ بہت ممکن ہے کہ مرزاؔ نے مرثئے صرف احباب کی خاطر اور دوستوں کی فرمائش سے لکھے ہوں۔

قطعات | سوداؔ نے قطعات بھی لکھے ہیں اور بہت لکھے ہیں لیکن قصاید کا رنگ یہاں بھی جھلکتا ہے۔ اکثر قطعات مدح میں، بعض مبارکباد میں اور صرف چند پند و نصیحت میں ہیں۔ قطعہ نگاری کا اصل

مدعا یہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے مسائل اخلاق اور پند و نصیحت کی باتیں بیان کی جائیں لیکن سودا نے قطعہ نگاری کے اصل مدعا کو قائم نہیں رکھا اور اکثر اس سے وہی کام لیا جسکے لئے قصیدہ کی وسیع اور زیادہ موزوں صنف موجود تھی۔ سودا نے جن چند قطعات میں مسایل حکمت و اخلاق نظم کئے ہیں اُنکا معیار بھی کچھ زیادہ بلند نہیں ہے۔ قطعہ کے لئے ضروری ہے کہ اُس میں تغزل کا رنگ نہ پیدا ہونے پائے۔ اخلاقی مضامین سیدھے سادے الفاظ اور موثر پیرائے میں ادا کئے جائیں۔ طبیعت کی بلندی نے سودا کے یہاں یہ بات پیدا نہیں ہونے دی۔ اخلاقی رنگ میں جو قطعات موجود ہیں اُنکا معیار بلند نہ ہونے کی وجہ یہ بھی ہے کہ سودا شاعر تھے، فلسفی نہ تھے اور اسی لئے اُن کے یہاں صرف وہ خیالات نظر آتے ہیں جو معمولی مشرقی طرز کے تعلیم یافتہ لوگوں کے ہوتے ہیں۔ علاوہ اس کے ایک بات یہ بھی تھی کہ قطعات کو سچّی شاعری کا نمونہ، راستی کا مجموعہ، اور پند و نصائح کا مرقع وہی بنا سکتا ہے جسکی زندگی خود سراپا راستی ہو، زہد و پاکیزگی، سرشت میں داخل ہو۔ سودا یار باش آدمی تھے، خوش مزاجی بات بات سے ٹپکتی تھی۔ اس لئے انکو خشک اخلاقی مسائل سے کب دلچسپی ہو سکتی تھی اور اپنی زندہ دلی کے آگے زہد و اتقا، پاکیزگی و پارسائی، راستی و راستبازی کی تعلیم دیکر وہ کیونکر اپنی طبیعت کو خوش رکھ سکتے تھے۔ وہ "مُردِ مقدس" بنکر اگر لوگوں کو زہد و اتقا

اور پابندیٔ احکام شریعت کا سبق کبھی پڑھاتے تو اُس ہنسی کو کیا کرتے جو ہر وقت لبوں پر کھیلتی رہتی تھی لیکن روانی و بندش کے اعتبار سے سوداؔ کے قطعات ایک خاص کیفیت رکھتے ہیں انکا اخلاقی رنگ میں وہ قطعہ سب سے بہتر ہے جسکا پہلا شعر یہ ہے ؎

یوں سُنا ہے کہ خسرو اک عصر ایک درویش کے گیا تھا گھر

وفات و مزار | مرزا نے تقریباً ستر برس کی عمر میں ۱۱۹۵ھ میں اس دار فانی سے کوچ کیا اور آغا باقر کے امام باڑے میں دفن ہوئے۔

عالیؔ لکھنوی

غزلیات

مقدور نہیں اسکی تجلی کے بیاں کا — جوں شمع سراپا ہو اگر صرف زباں کا
پردے کو تعین کے درِ دل سے اُٹھا دے — کھلتا ہے ابھی پل میں طلسمات جہاں کا
ٹک دیکھ صنم خانۂ عشق آنکے اے شیخ — جوں شمع حرم رنگ جھلکتا ہے بتاں کا
اس گلشن ہستی میں عجب دید ہے لیکن — جب چشم کھلی گل کی تو موسم ہے خزاں کا

ہستی سے عدم تک نفسِ چند کی ہے راہ
دنیا سے گزرنا سفر ایسا ہے کہاں کا

ہر سنگ میں شرار ہے تیرے ظہور کا — موسیٰ نہیں کہ سیر کروں کوہ طور کا
توڑوں یہ آئینہ کہ ہم آغوش عکس ہے — ہو وے نہ مجھ کو پاس جو تیرے حضور کا
بیکس کوئی مرے تو جلے اس پہ دل مرا — گویا ہے یہ چراغ غریباں کی گور کا

ہم تو قفس میں آنکے خاموش ہو رہے
اے ہم صفیر فائدہ ناحق کے شور کا

سودا سے کہا کیوں تو ہوا عشق سے تارک　　ہوں میں سببِ ترک کے مشتاق بیاں کا
سُنکر یہ کہا بار اُٹھایا نہیں جاتا　　ناطاقتی شیب سے اب نازِ بتاں کا

کفر کی میری تجلّی ہے نظیرِ شمع طور　　پوجوں ہوں حسن بُت کو میں اک نور ہی اللہ کا
عشق کی بھی منزلت کچھ کم خدائی سے نہیں　　ایک سا احوال یاں بھی ہی گدا و شاہ کا
دین و دل و قرار و صبر عشق میں تیرے کھو چکے　　جیتے جواب کی ہم بچے نام نہ لینگے چاہ کا

وصل بھی ہو تو دل مرا غم کو نہ چھوڑے ہجر کے
یہ تو ہمیشہ ہے رفیق، وصل ہے گاہ گاہ کا

وہ چوبِ کشتیِ بشکستہ ہوں اس بحر میں جبکا　　ڈوبانا عار پانی کو جلانا ننگ آتش کا

اسیری کی جو لذّت سے پڑا ڈھب آشنائی کا　　مزا رورہ مرے دل سے ہوا رخصت ہائی کا
کمالِ کفر ہے اے شیخ ایسا کچھ کہ اس بُت نے　　پرستش سے مرے پیدا کیا جلوہ خدائی کا
مرے سجود کی دیر و حرم سے گزری قدر　　رکھوں ہوں دعویٰ ترے در پہ جبہ سائی کا

دل مرا پسند کو نہ سمجھے گا　　پسند تیری نگو نہ سمجھے گا
تجھسا وانا ہزار حیف کہ تو　　یہ نہ سمجھا کہ وو نہ سمجھے گا

شمع سے دور رہنے کو ہر چند — کہو پروانے کو نہ سمجھے گا
یہ سمجھ لے تو اب کہ سودا کا — دل تری گفتگو نہ سمجھے گا

خونِ جگر شراب ترشح یہ چشم تر — ساغر مرا اگر نہیں ابر بہار کا
سودا شراب عشق نہ کہتے تھے ہم نہ پی — آخر مزا نہ پایا اب اس کے خمار کا
[۱] سونپا تھا کیا جنوں نے گریباں کو میرے ہاتھ — لیتا ہے اب حساب جو یہ تار تار کا

عاشقوں کو شیخ، دین و کفر سے کیا کام ہے — دل نہیں وابستہ اپنا سبحہ و زنار کا

ٹوٹے تری نگہ سے اگر دل حباب کا — پانی بھی پھر پئیں تو مزا ہے شراب کا
دوزخ مجھے قبول ہے اے منکر و نکیر — لیکن نہیں دماغ سوال و جواب کا
زاہد بھی ہے یہ نعمت حق جو ہے اکل و شرب — لیکن عجب مزا ہے شراب و کباب کا
سودا نگاہ دیدۂ تحقیق کے حضور — جلوہ ہر ایک ذرہ میں ہے آفتاب کا

کرے ہے گوشِ فہم عالم ورنہ کہتی ہے بہار — جو گل آیا اس چمن میں ایک دن گل ہو گیا
شیخ کو لائے تھے سودا اس لئے ہم یار پاس — طبع کو اسکے تفنن[۲] اس سے حاصل ہو گیا

---

۱ یہ شعر مطبوعہ دیوان، مطبع منشی نول کشور ۱۸۷۳ء میں نہیں ہے۔ ۱۲
۲ قلمی دیوان میں ہے ؎ طبع کو اسکے یقیں اس جا سے حاصل ہو گیا۔

سودہ اب ہم چشم ٹھہرا ہے ہمارا بانصیب　　تھا لکھا اپنا کہ ہم میں وہ بھی شامل ہوئیگا

جز شوق دل نہ پہنچوں ہرگز بکوے جاناں
اے خضر کب ہوں تیری محتاج رہبری کا

نہ بارِ خاطر یہ دل ہے گل کا نہ نازبردار گلستاں کا
برنگ شبنم ہے خود سبکسار سیر فرمائے لامکاں کا
برنگ شبنم بآب ودانہ عبث ہے کرنا یہ ناز تجھ کو
نہ خرمنِ گل رہے یہ چمن میں نہ رخت واسباب باغباں کا

آہ کس طرح تری راہ میں بکھیروں کہ کوئی　　سدِّ رہ ہو نہ سکے عمر چلی جاتی کا

ذلک خوش ہے جو تو کچھ عوض کرے میں کیا دل　　سوائے غم کے ہے مایہ مرے توکل کا

چھیڑ مت بادِ بہاری کہ میں جوں نگہتِ گل
پھاڑ کر کپڑے ابھی گھر سے نکل جاؤں گا

توڑ کر بتخانے کو مسجد بنا کی تونے شیخ　　برہمن کے دل کی بھی کچھ فکر ہے تعمیر کا

ترے خط آنے سے دل کو مرے آرام کیا ہوگا ‏ خدا جانے کہ اس آغاز کا انجام کیا ہوگا
مجھے مت دیر سے تکلیف کر کعبہ کی اے زاہد ‏ جو میرا کفر ایسا ہے تو پھر اسلام کیا ہوگا
کسی دیندار کافر کو خیال اتنا نہیں آتا ‏ سحر کیا ہو چکی سودا کے دل پر شام کیا ہوگا

صنم میں رات سنکر کہ رہی کسی کی پاؤں کا کھٹکا ‏ اٹھایا سر کو بالیں سے تو پھر دیوار پر پٹکا
نہ دی رخصت ہمیں صیاد نے ٹک سیر گلشن کی ‏ بہت اے بلبلو کنج قفس میں ہم نے سر پٹکا

جوں شمع تن ہوا شب ہجراں میں عرف اشک ‏ پر جسقدر میں چاہے تھا اتنا نہ رو سکا
رخصت ہے باغبان کہ ٹک دیکھ لیں چمن ‏ جاتے ہیں واں جہاں سے پھر آیا نہ جائیگا
عمامہ کو اتار کے پڑھیو نماز شیخ ‏ سجدے سے ورنہ سر کو اٹھایا نہ جائیگا
کعبہ اگرچہ ٹوٹا تو کیا جائے غم اے شیخ ‏ کچھ قصر دل نہیں کہ بنایا نہ جائیگا

میخانہ میں ازل کے مرے دل سے زاہدا ‏ دھویا ہے نقش ساقی نے امید و بیم کا
غنچہ کو دل کے یاں ہی دم سرد سے شگفت ‏ شرمندہ اس چمن میں نہیں میں نسیم کا

جوش طوفاں دیدۂ نمناک سے کیا کیا ہوا ‏ دیکھ لے دنیا میں مشت خاک سے کیا کیا ہوا
قتل سے میرے عبث قاتل پھرا ‏ اس نے منہ پھیرا ہمارا دل پھرا

یار کی دیکھ تجلّی جو تو موسیٰ کی طرح — سنگ رہ سے ترے نکلے شرر طور سدا
ایک شب آ کوئی دلسوز نہ رویا اسیر — شمع تک گور ہماری سے جلی دور سدا

پھرا ہے شیخ یہ کہتا کہ میں دنیا سے منھ موڑا
الٰہی اس نے اب داڑھی سوا کس چیز کو چھوڑا
بہت بیجا ہے رہنا سرکشی سے بزم ہستی میں
کہ مثل شمع رشتہ عمر کا ہر آن ہے تھوڑا

جو گذری مجھ پہ مت اُس سے کہو ہوا سو ہوا — بلاکشان محبت پہ جو ہوا سو ہوا
کسے ہے سُننے مری سرگذشت وہ بیرحم — یہ کون ذکر ہے جانے بھی دو ہوا سو ہوا

تجھ قید سے دل ہو کر آزاد بہت رویا — لذّت کو اسیری کی کر یاد بہت رویا
سودا سے یہ پوچھا میں دل میں بھی کسی کو دوںؔ — وہ کر کے بیاں اپنا[1] روداد بہت رویا

اک زہر ہے کہ جس نے پیر و جوان مارا — کہتے ہیں عشق جسکو مت پوچھ ہے وہ کیا شے

---

[1] قلمی نسخہ میں "اپنی" ہے - ۱۲

کمالِ بندگیِ عشق ہے خداوندی ۔ کہ ایک زن نے مہِ مصر[۱] سا غلام لیا
معاش اہلِ چمن جائے رشک ہی سودا ۔ کہ زندگی کا انھوں نے مزا تمام لیا

تاثیرِ عشق نے مزۂ درد کھو دیا ۔ اُن نے ندان دیکھ مرا حال رو دیا

کرتا ہوں سیر جب سے باغِ جہاں بنایا ۔ کیا جانے گُل خدا نے تجھسا کہاں بنایا

آراستہ جو بزم ہوئی دورِ فلک میں ۔ وہاں جام بجز گردشِ ایام نہ آیا

ہے حُسن میں یہ فیض کہ صُحبت میں بتاں کے ۔ بدخلقی جسے کہتے ہیں سو نا نہ کمایا

سمجھے تھا میں خطر راہ محبّت ناصح ۔ میری تقصیر نہیں دل نے مجھے بہکایا

ہے دادخواہ بلبل اس جنگجو پہ یارو ۔ تیغِ نگہ سے جسکے لوہو میں گُل نہایا

ہماری خاک پہ گو چشم تر کسی نے نہ کی ۔ ہمیشہ گریہ کناں ابر زار زار آیا

---

[۱] قلمی نسخہ میں "مہ مصر کو غلام کیا" ہے ۱۲

مانعت نے کیا تیری شہرۂ آفاق — وگرنہ میں ترے کوچہ سے لاکھ بار آیا

سلنے سے میں دُعا کو لایا جو شب لبوں تک — کہنے لگی اجابت کیدھر خیال آیا
گو من تاک ملی تھی جس دل کی مجھکو قیمت — قسمت کے یک نگہ پر میں اُسکو ڈال آیا
بخشش یہ دو جہاں کی آئی تھی ہمت ڈر — لیکن نہ یاں زباں تک حرفِ سوال آیا
اکسیر ہے تو کیا ہے وہ مشت خاک سودا — خاطر پہ جب کسی کے اُس سے ملال آیا
نخلِ حیات اپنا گلشن میں اس جہاں کے — بویا تو تھا ہوس سے لیکن نہ بار آیا

آدم کا جسم جب کہ عناصر سے مل بنا — کچھ آگ بچ رہی تھی سو عاشق کا دل بنا
سرگرم نالہ ان دنوں میں بھی ہوں عندلیب — مت آشیاں چمن میں مرے متصل بنا

جس طرح چاہتا ہے دُنیا میں زندگی کر — لیکن تو یاد رکھیو عاشق کہیں نہ ہونا

پوچھے خدا سبب جو مرے اشتیاق کا — میری زباں سے ہو یہ ہی اظہار دیکھنا
تجھ بن عجب معاش ہے سودا کا ان دنوں — تو بھی ٹک اسکو جا کے ستمگار دیکھنا
نہ حرف و نہ حکایت نے شعر و نے سخن — نے سیر باغ و نے گل و گلزار دیکھنا

لہ مطبوعہ دیوان میں نہیں ہے۔ از قلمی دیوان ۱۲۱۲ھ

خاموش اپنے کلبۂ احزاں میں روز و شب
تنہا پڑے ہوئے در و دیوار دیکھنا

یا جا کے اُس گلی کو جہاں تھا ترا گذر
لے صبح تا بشام کئی بار دیکھنا

تسکین دل نہ اس میں بھی پائی تو پھر شغل
پڑھنا یہ شعر گر کبھو اشعار دیکھنا

کہتے تھے ہم نہ دیکھ سکیں روز ہجر کو
پر جو خدا دکھائے سو ناچار دیکھنا

حباب[۵] آسا کیا ہی کار استغنا تمام اپنا
رکھا محروم میں قطرے سے اس دریا میں جام اپنا

کہاں ہے شیخ جو دیکھے مرے بُت کے کرشمہ کو
کہ ہر بندہ خدا کا کر لیا جن نے غلام اپنا

کروں سو کیا آہ ناامیدی وہ ہوئے کس طرح یار اپنا
نہ گھر میں رہنا ہے اس کا شیوہ نہ ساتھ پھرنا شعار اپنا

نگر ہو آباد جس کے دل کا نہ پوچھ اُس سے تو دُکھ ہمارا
یہ درد سُن اس رئیس سے ٹک جو لٹتے دیکھا دیار اپنا

جہاں تڑپتا ہے دل ہمارا کبھی تو ظالم وہاں گزر کر
کوئی بھی صیاد چھوڑتا ہے پکڑ کے بسمل شکار اپنا

جنھیں نہیں عقل وہ کریں ہیں طلب مہوس سے کیمیا کی
جو فہم ہوئے تو بہ ز اکسیر ہے یہ مُشتِ غبار اپنا

---

۵ قلمی نسخہ ۱۲۱۴ھ میں یہ شعر یوں ہے ؎

حباب آسا گیا دُنیا سے لیکر تشنہ کام اپنا
رکھا محروم قطرے سے میں اس دریا میں جام اپنا

خدا جانے کرے سودا پڑھ اسکو کیا وہ سمجھیگا ہمیں تھا خط کا لکھنا دور از تدبیر یہ لکھا

بلبل نے جسے جا کے گلستان میں دیکھا ہم سے نے اُسے ہر خار بیابان میں دیکھا

روشن ہے وہ ہر ایک ستارے میں زلیخا جس نور کو تو نے مہ کنعان میں دیکھا

عشق بتایا کیا تھا جس سے دل اٹکتا ہی رہا خار سا سینے میں میرے کچھ کھٹکتا ہی رہا
تاب کس کو ہے کہ تیرے در سے آگے جا سکے جو ترے کوچے میں آیا سر پٹکتا ہی رہا
کون سی تھی ہجر کی ساعت کہ تب سے عمر بھر آرزوے وصل میں یہ دل بھٹکتا ہی رہا
آج کیا سودا میں الفت کی خلش تجھسے کہوں خار سا سینہ میں میرے کچھ کھٹکتا ہی رہا

بوئے وفا و رنگ محبت نہیں ہے یاں یارب تو اس چمن سے مرا آشیاں اُٹھا

عاشق آلودہ افسوس ہے اسجا کہ حنا جسکو پہنچی تو اُسے ہاتھ ہی ملتے دیکھا
فضل حق ہو تو تنزل ہی ترقی ہو جائے قطرہ گوہر ہو صدف سے میں نکلتے دیکھا
سو جھی تدبیر نہ تقدیر کو بہلانے کی جب تجھے قتل پہ عاشق کے مچلتے دیکھا

کچھ میں ہی نہیں ہوں ایک عالم | اسکے لئے یاں خراب دیکھا
کچھ ہوئے تو ہو عدم میں راحت | ہستی میں تو ہم عذاب دیکھا
جس چشم نے مجھ طرف نظر کی | اُس چشم کو میں پُرآب دیکھا
دل توڑ کے عبث لکھا تھا نامہ | جو اُس نے دیا جواب دیکھا

نشو و نما یہ تھا تو ہمارا نہال عشق | خوبوں کی سرد مہری سے لیکن ٹھٹھر چلا
اعمال سے میں اپنے بہت بیخبر چلا | آیا تھا آہ کس لئے اور کیا میں کر چلا

خریدی کچھ نہ جنس آکر ہم اس بازار میں سودا
بغل میں لے چلے ہیں دل سو اک آتش کا پرکالا
فتنہ ہی اُٹھاتے ہو گئی پشتِ فلک خم | ہرگز نہ کسی گرتے کو ظالم نے سنبھالا

نہ جیا تیری چشم کا مارا | نہ تری زلف کا بندھا چھوٹا

جا بسئے کدھر ہاتھ سے اب چشم بتاں کی | تھا دل کا نگر اپنے سو ان ترکوں نے لوٹا

نہیں شایان اپنا ٹال دینا دِل کے سایل کو | دگر نہ شے یہ دینے کی نہ تھی گو تجھکو پرلیجا

چمن آرا سے ہو کر آشنا نہ[١] برگ و بار اپنا | جہاں کے باغ سے ناداں بہ زردی مت ثمر لیجا
نہ قصدِ کعبہ ہے دل میں نہ عزمِ دیر بندہ ہوں | اسیرِ دامِ اُلفت ہوں جدھر چاہے اُدھر لیجا
یہ پیاسا موجزن دیکھے ہی دریائے کرم تیرا | درنگ آئیں ہی کیا کہدے سبو اپنا بھی بھر لیجا

اگر دل لیجلا ہی کی خلش مت چھوڑ سینے میں | سحر لیجا نہیں سکتا تو اِس کو شام لیتا جا
ہوا میں دل کے لیجانے پہ راضی تیری خاطر سے | کہا کب تھا کہ ساتھ اسکے مرا آرام لیتا جا

اِس مُرغِ ناتواں کی صیاد کچھ خبر ہے | جو چھوٹ کر قفس سے گلزار تک نہ پہنچا
جوں غنچہ اس چمن میں تیرے مقیدوں کا | رازِ خموشی اے دل اظہار تک نہ پہنچا

حالِ دل سے مرے جب تک وہ خبردار نہ تھا | جز دمِ سرد کوئی محرمِ اسرار نہ تھا
جو عمل چاہیے کیجے مرے دکھ دینے کا | وہ نہ کیجیے کہ کہے کوئی سزاوار نہ تھا
پیار و اشفاق و وفا مہر و محبت الطاف | دل کو جس روز لیا کون سا اقرار نہ تھا
شب تری بزم میں سودا کو میں دیکھا جب تک | کچھ خموشی کے سوا اُس کو سروکار نہ تھا

سودا تو کبھی بزم میں رنداں کے تو آ بیٹھ | کھوتا ہے عبث کوئی بھی اوقات کو تنہا

---

[١] مطبوعہ نسخہ میں "نہ" کی جگہ "کر" ہے - ١٢

کدھر کو چھوڑ گئے مجھ کو ہمرہاں تنہا　　پھروں ہوں دشت میں جوں گردِ کارواں تنہا

بجرمِ نیم نگہ تھا نہ قتل سوداؔ فرض　　اجل کے واسطے یہ اُسکے اِک بہانہ تھا

جزو کل میں فرق اتنا ہی فقط ہے اعتقاد
ورنہ جس خرمن کو دیکھا فی الحقیقت دانہ تھا

شب کی مجلس بیچ وہ غارتگرِ ہر خانہ تھا
تھے جو باہم آشنا اَیک ایک سے بیگانہ تھا

جینے دینے کی نہیں یاد اس زمانے کی کہ شب
نامہ اپنا وقت شب اس کے لئے افسانہ تھا

اختلاطِ اہل آبادی سے دل آیا ہے تنگ
اے خوشا وقتے کہ تنہا ہم تھے اور ویرانہ تھا

اس چمن میں جب تلک ہم نشہ مستی میں تھے
عمر کا اپنی پُر از خونِ جگر پیمانہ تھا

یک برہمن زادہ کل کہتا تھا یوں مل مل کے ہاتھ
ہم میں اور سوداؔ میں یارو کس قدر یارانہ تھا

چشم اہل قبلہ میں آج اُن نے کی جوں سُرمہ جا
حیف ایسا شخص جو خاکِ درِ بُت خانہ تھا

عشاق تیرے سب تھے پر زار تھا تو میں تھا — جگ کے خرابہ اندر اک خوار تھا تو میں تھا
تجھ گھر میں عرض مطلب کسکی نہ تھا زباں پر — در پر جو تیرے نقشِ دیوار تھا تو میں تھا
داغِ محبت اے گل جب تھا ترا نہ جگ میں — داغوں سے جسکا سینہ گلزار تھا سو میں تھا
تجھ عشق میں نصیحت سب یار مانتے تھے — ناصح کی پر سخن سے بیزار تھا سو میں تھا
اس میکدے میں سودا ہم تو کبھی نہ بہکے — سب مست بےخبر تھے ہشیار تھا سو میں تھا

حال مدت سے مرا گوش زدِ عالم ہے — تو نے کیا جانے ستمگار سنا یا نہ سنا
شرحِ حالِ دلِ عاشق وہ سنے کیا سودا — اُس سے مت کر تو یہ گفتار سنا یا نہ سنا

جہاں میں لطف کوئی جینے سے نہیں بہتر — پر آشنا کو ترے یار ہے ستم جینا
ہمیں تو غم ہی میں گزرے ہے عمر تیرے سائے — جنھیں خوشی تھی انھیں موت ہی بغم جینا
تلاش زیست میں اتنا نہ مر کہ ہستی کی — خبر جنھوں کو ہے سمجھیں ہیں وہ عدم جینا

مجھ گدا نے بھی کسی شاہ سے ڈالا نہ سوال — گو مجھے بخت نے اسکندر و دارا نہ کیا
دہر بانٹے تھا متاعِ دو جہاں اے سودا — بینوائی نے مری اس کو اشارا نہ کیا

ہوں تو چراغ راہ ہنر زیر آسماں — لیکن خموش ہو کے سرِ شام رہ گیا

تھا بجوانی فکر و تردد بعد از پیری پایا چین
رات تو کاٹی دکھ سکھ ہی میں صبح ہوئی آرام کیا

مہر و وفا و شرم مروت سب ہی کچھ اسمیں سمجھے تھے
کیا کیا دل دیتے وقت اسکو ہم نے خیال خام کیا

شمع رخوں سے روشن ہو گھر ایسے اپنے کہاں نصیب
صبح ازل سے قسمت نے خاموش چراغِ شام کیا

فخر نہیں ہے اے شیخ مجھے کچھ دین میں تیرے آنے کا
راہب نے جب منھ نہ لگایا تب میں قبول اسلام کیا

ادب دیا ہے ہاتھ سے اپنے بھلا کبھی میخانے کا
کیسے ہی ہم مست چلے پر سجدہ ہر اک گام کیا

———— • ————

ایک عقدہ نہ کھلا رشتۂ تقدیر سے حیف
ہم نے فرسودہ بہت ناخنِ تدبیر کیا

———— • ————

لئے اگر بتاں سے ہے لطف زندگی کا
اے خضر آبِ حیواں تو نے پیا تو پھر کیا

———— • ————

گزرا کبھو نہ وہم میں وہ اہل ہوش کے
دنیا سے لطف زیست جو دیوانہ لے گیا

———— • ————

چاہوں میں کس طرح یہ زمانے کی دوستی　　اوروں سے دوست ہو کے زمانے نے کیا کیا

وہم غلط کار نے دل خوش کیا　　کس یہ نہ جانے وہ نظر کر گیا

گرد ہستی نے دل کو دی ہی شکست　　آئینہ اس غبار سے ٹوٹا

ہر درد کی دوا ہے جز درد دل کے اس پاس　　میرا[1] مرض منکر عیسیٰ کے ہے نفس کا
مجھ صید ناتواں کے احوال کو نہ پوچھو　　محروم ذبح سے ہوں مردود ہوں قفس کا

خوش ہوں شکستہ بالی سے اپنی اسی لئے　　پرواز کا تو دل سے خلش دور ہو گیا

اسلام چھوڑ ہم نے کیا کفر اختیار　　تو بھی وہ بت نہ رام ہوا یا خدا عجب

بیداری مسجدوں کی خوشا حال زاہدا　　اک ہم ہیں روسیہ کہ خرابات و ننگ و خواب
کیا کیا کہوں جو مجھ سے ترے عشق نے لیا　　صبر و حیا و دین و دل و عار و ننگ و خواب

---

[1] مطبوعہ دیوان میں یہ شعر نہیں ہے۔ مصرع ثانی میں غالباً "میرا" کے بجائے "تیرا" ہے۔

ہوئے ہیں غنچوں کے دل بیقرار تیرے ہات — گئی گلوں کی چمن سے بہار تیرے ہات
خزاں سے پوچھے ہے رو رو کے آج یوں بلبل — لٹا ہے باغ کا یہ برگ و بار تیرے ہات

دین و کفر آنکھوں نے تیری کر دیا اے یار مست — صاحبِ تسبیح مست و صاحبِ زنّار مست
جامِ گل نے کھو دیا ہے باغباں کا ابکی ہوش — نغمۂ بلبل سے گلشن کے در و دیوار مست
سچ تو کہہ کس میکدے میں آج سودا پی ہے مے — دیکھکر مستی کو تیرے ہو گئے ہشیار مست

پروانہ اور شمع کی صحبت نہ مجھ سے پوچھ — اپنی نہ کہہ سکا تو کہوں کیا پرائی بات

چاہے کہ عکس دوست رہے تجھ میں جلوہ گر — آئینہ دار دل کو رکھ اپنے صفا پرست

زلیخا سے کہو ٹک دیدۂ تحقیق تو کھولے — بہ از یوسف نظر آویگی ہر انسان میں صورت
زمانے کو بھلا سودا کوئی کس طرح پہچانے — کہ اس ظالم کی کچھ سے کچھ ہی ہر اک آن میں صورت

کیوں مجھکو نہ مارا غمِ دوری نے تری آہ — کس منہ سے کرونگا میں پھر اظہار محبت

رہتے تھے ہم تو شاد نہایت عدم کے بیچ — اس زندگی نے لا کے پھنسایا ہے غم کے بیچ
کل رخصتِ بہار تھی شبنم صفت میں وز — رویا ہر ایک گل سے گلے لگ چمن کے بیچ

پوجوں ہوں میں جس بُت کو خُدا کا ہی تراشا   آزر نہیں لایا وہ مرے واسطے گڑھ کر

———— . ————

برگشتہ نصیب اپنے پھرتے نہ کبھو دیکھے   ہر چند رہی گردشِ ایّام جہاں پر

———— . ————

یارو کیوں ہوتے ہو مستفسر مرے احوال کے   غم کو کرتی ہے تمھاری غمگساری بیشتر

———— . ————

آہ یہ کس کی شکایت ہے مرے دل میں کہ شرم   جسکو دیتی ہی نہیں رخصتِ اظہار ہنوز

———— . ————

کچھ سوزِ محبت کا نہیں دل میں ہمارے   گلخن کے لگی ہے در و دیوار کو آتش

———— . ————

آشیاں کو مت اُجڑوا کر کے فریاد و خروش   باغباں ظالم ابھی سویا ہے اے بلبل خموش

———— . ————

تم کان دھر سُنو نہ سُنو اسکے حرف کو   سودا کو ہے گی اپنی ہی گفتار سے غرض

———— . ————

دل جنہوں کا ہے اسیری کے مزے سے آگاہ   ہے قفس بیچ اُسے عیش تہ دام نشاط

———— . ————

دونوں سے ہم نے اثر دل میں نہ پایا اُسکے   نالۂ شب ہے عبث، آہ سحرگاہ غلط

———— . ————

اے لالہ گو فلک نے دئے تجھکو چار داغ
چھاتی مری سراہ کہ اک دل ہزار داغ

جور و ستم تعدی و اندوہ درد و غم
مائل ہوئے ہیں اس دلِ ناشاد کی طرف

آنکہ اس میکدے کے بیچ جز چشمِ پُر آب
قسمت اپنی ہم نپائے ساغرِ معمور تک

کون سے عارف کو یاں دعویٰ انا الحق کا نہیں
یہ ترانہ ختم لیکن ہو چکا منصور تک

فی الحقیقت جو مقامِ وجد ہے اے شیخنا
وہ نہیں وابستہ ہرگز ڈھولک و طنبور تک

ٹک دیکھ لیں چمن کو چلو لالہ زار تک
کیا جانے پھر جئیں نہ جئیں ہم بہار تک

ساقی سمجھ کے دیجیو جامِ شرابِ عشق
آخر کو کام پہنچے گا اسکا خمار تک

ابھی جھپکی ہے ٹک اے شورِ قیامت یہ پلک
صبح کا وقت ہے ظالم نہ خلل خواب میں ڈال

شمع ساں رو دیئے کیونکر کہ یہاں بیٹھے ہیں
ہم بنا ہستی کی اپنی رہِ سیلاب میں ڈال

ہے شرط دردیوں کہ بجز حکم عندلیب
کوئی کبھی مزار پہ ہرگز نہ لائے گُل

ہستی سے نیستی میں جو بہتر نہ ہو مزا
ہنستا ہوا جہاں سے ہرگز نہ جائے گُل

تسبیح گر یہی ہے جو رکھتا ہے شیخ شہر   اے یار ہم تو پہنینگے زنّار آج کل

ن غرض کفر سے رکھتے ہیں نہ ایماں سے ہم[۵۱]   سب سے فارغ ہیں نہ اب دین گئے گرداب ڈال

ترے در سے تو اُٹھ جاویں یہ وہ آنکھیں کہاں جینے
جفا کے سامنے اپنی وفا محجوب دیکھیں ہم
نہ دیکھا ہم نے کچھ اپنے سوا وہ جسکو دل چاہے
جو طالب ہوں کسی کے تو کوئی مطلوب دیکھیں ہم

نہ غرض کفر سے رکھتے ہیں نہ اسلام سے کام   مدعا ساقی سے اپنے ہمیں اور جام سے کام
ہے میسّرا یہ زباں کہنے سے اب رام رحیم   جن نے پایا ہے نشاں اسکو نہیں نام سے کام

ہو گی نہ کسی کو یہ خبر بھی   اِس بزم سے آکدھر گئے ہم

گر نکالا آسماں نے گھر سے اپنی ہے سزا   آنکر مہماں بن بیٹھے تھے صاحب خانہ ہم

دوستی کا غیر سے کیا ذکر اس دل میں کہ دوست   آشنائی میں ترے ہیں آپ سے بیگانہ ہم

---

[۵۱] یہ شعر مطبوعہ نسخہ منشی نول کشور میں نہیں ہے - ۱۲

ندیکھا اس سوا کچھ لطف اے صبح چمن تیرا
اِدھر گل لیگئے گلچیں گئی روتی اُدھر شبنم
بھلا گل تو تو ہنستا ہے ہماری بے ثباتی پر
بتا روتی ہے کسکی ہستیِ موہوم پر شبنم

کام ہے شمعِ حرم سے نے چراغِ دیر سے
جس جگہ تیری تجلی ہو وہاں پروانہ ہم

خندۂ گل بے نمک فریادِ بلبل بے اثر
اس چمن سے کہہ تو جاکر کیا کریں گے یاد ہم

گر نہیں باور تو دیکھ آئینہ میں اپنا جمال
عکس گل میں رنگ ہی گل کا پہ گل کی بو نہیں

میں عاشق اپنا اور معشوق اپنا آپ ہوں پیارے
گے پروانہ اس محلس میں گا ہے شمع محفل ہوں

چشم ہوس اُٹھائے تماشے سے جوں حباب
نادیدنی کا دید بس ایکدم بہت ہی یاں
دیکھا جو باغ دہر تو مانند صبح و گل
کم فرصتی ملاپ کی باہم بہت ہے یاں

عاشق ترے ہم نے کئے معلوم بہت ہیں
ظالم تو ہی دُنیا میں ہے مظلوم بہت ہیں
گل دیکھے جو سو غنچے نظر آئے ہزاروں
خوش ہینگے کم اس باغ میں مغموم بہت ہیں

یار آزردہ ہوا رات جو مے نوشی میں   کیا ہوا ہم سے خدا جانئے بیہوشی میں

—— . ——

کیا گلا صیاد سے ہم کو یونہیں گزرے ہی عمر   اب اسیرِ دام ہیں تب تھے گرفتارِ چمن

—— . ——

بہار آوے تو آوے اُسے خوشی نہیں ہے کچھ اپنے دل کو
فسردہ خاطر جو ہووے اسکو ہے فصل گُل میں عذاب گلشن

—— . ——

گہ کفر کا مائل ہے یہ دل گہ سوئے اسلام   ہے در طلبِ سبحہ و زنّار پریشاں

—— . ——

گدا دست اہل کرم دیکھتے ہیں   ہم اپنا ہی دم اور قدم دیکھتے ہیں

—— . ——

غرض کفر سے کچھ نہ دیں سے ہے مطلب   تماشائے دیر و حرم دیکھتے ہیں۔

—— . ——

خدمت میں مجھے عشق کے ہے دل سے ارادت   نے معتقد کفر نہ اسلام کا ہوں میں

—— . ——

زندگی محبوب کیا کیا اسمیں ہیں محبوبیاں   بیوفائی نے پر اسکی میٹ دیں سب خوبیاں

—— . ——

اپنے کعبہ کی بزرگی شیخ جو چاہے سو کر ۔ از روے تاریخ تو بیش از صنم خانہ نہیں

میں کیا کہوں کہ کون ہوں سودا بقول درد ۔ جو کچھ کہ ہوں سو ہوں غرض آفت رسیدہ ہوں

جگہ اُنکا ہے جو تجھکو صنم کہ یاد کرتے ہیں ۔ میاں ہم تو مسلماں ہیں خدا بھی کتنے ڈرتے ہیں

کسی کی مرگ پر اے دل نکیجے چشم تر ہرگز ۔ بہت سا روئے اُنکو جو اُس جینے پہ مرتے ہیں

عجز و غرور دونوں اپنی ہی ذات میں ہیں ۔ ہم عبد سے جدا کب معبود جانتے ہیں

کیفیت چشم اسکی تجھے یاد ہے سودا ۔ ساغر کو مرے ہاتھ سے لیجو کہ چلا میں

ناوک نے تیرے صید نچھوڑا زمانے میں ۔ تڑپے ہی مرغ قبلہ نما آشیانے میں

سجدہ کیا صنم کو میں دل کی کنشت میں ۔ کہ اس خدا سے شیخ جو ہے سنگ و خشت میں

عاشق کی بھی کٹتی ہیں کیا خوب طرح راتیں ۔ دو چار گھڑی رونا دو چار گھڑی باتیں

کہوں میں کونسا گھر ہے جسے ہم نے نہ دیکھا ہو — بجز خلوت سرائے دل نہیں آرام دنیا میں

جو پوچھے شیخ ذرّہ بھر بھی رمزِ کفر کو میرے — قبولِ خاطر اسکی پھر نہ ہو اسلام دنیا میں

لیکر چلے ہیں مہر بتاں ہم سوئے حرم — ہو جائے شیخ کعبہ نہ بیت الصنم کہیں

جز سنگ کیا ہے دیر و حرم میں جو سر جھکے — سجدہ کیا ہے تجھ کو میں پہچان ہر کہیں

سمجھاؤں اپنے کفر کے گر رمز شیخ کو — بے اختیار کہہ اُٹھے اسلام کچھ نہیں

پرستارِ خدا کہہ کیا بُرا میں کام کرتا ہوں — جہاں حسن بت کو دیکھوں جھک میں اپنا رام کرتا ہوں
جو آزادی میں یاد آجائے ہے لذت اسیری کی — تو کر پرواز گلشن سے تلاشِ دام کرتا ہوں

نہ بلبل چمن نہ گل نو دمیدہ ہوں — میں موسمِ بہار میں شاخِ بریدہ ہوں
تو آپ سے زبان زدِ عالم ہے ورنہ میں — یک حرفِ آرزو سو بلب نارسیدہ ہوں

رکھتا ہے کچھ ایسی وہ برہمن بچہ رفتار — بُت ہو گیا مُنہ دیکھ کے اُسکا بخدا میں

بھولتا ہم کو نہیں شرطِ محبت کہ ہمیں　　یاد تیری ہے دو عالم کی فراموشی میں

—— . ——

صفحہ ہستی پہ میں اک حرف غلط ہوں سودا　　جب مجھے دیکھنے بیٹھو تو اُٹھا جاتا ہوں

—— . ——

نگہ مہر و تبسم ملطفت کچھ تو ہو　　جو وہ نہ ہو تو یہ ہو یار یہ نہ ہو وہ ہو
ہے اعتقاد ہمیں ہندو و مسلماں پر　　ہیں دونوں تیرے پرستار یہ نہو وہ ہو
مساوی آپ کو تجھ بن ہے جنت و دوزخ　　ہتیں ہم اُسکے طلبگار یہ نہ ہو وہ ہو

—— . ——

یوں نہ چاہیگا دل آگاہ یہ ہو وہ نہو　　اسکی یہ خواہش معاذاللہ یہ ہو وہ نہو
بندگی کی ذات سے واقف جو ہیں انکی زباں　　بول کب سکتے ہیں یوں اللہ یہ ہو وہ نہو
تو ہوا جب پاس پھر دُنیا و مافیہا کے بیچ　　کب ہمیں اس چیز کی پرواہ یہ ہو وہ نہو

—— . ——

ملے ہے غنچۂ گُل خاک میں یک لب تبسم سے　　کسو کا دل کھو اس باغ میں خرسند کیونکر ہو

—— . ——

الٰہی ہے سکت نعم البدل کے تجھکو دینے کی　　مجھے اسکے عوض تو کچھ نہ دے پر پھیر دے دلکو

—— . ——

ایک گُل تک مرا مانع نہ ہوا چلتے وقت　　خار نے بھی نہ رکھا کھینچ کے داماں مجھکو

—— . ——

ایک عالم کو زمانے نے دیا کیا کیا کچھ — پر کبھو میں نہ کہا اس سے کہ دوراں مجھکو
کس کی ملّت میں گنوں آپکو بتلا اے شیخ — تو مجھے گبر کہے، گبر مسلماں مجھکو

اسرار خرابات سے واقف ہو جو زاہد — کعبہ سے نہ کم سمجھے دیر مغاں کو
یہ رسم نہیں تازہ کچھ اے شیخ جہاں میں — جاگہ حرمِ دل میں جو میں دی ہو بتاں کو

سودا امید وصل کی کس کو ہی یہاں کہ رہ نہیں — اپنے دل اور چشم میں ایسے خیال و خواب کو

شیخ نے اِس بُت کو جس کوچے میں دیکھا شام کو — لے چراغ اب ڈھونڈھے ہے وہاں تا سحر اسلام کو

حُسن فیاض ہے گُل کا کہ سحر پنجۂ مہر — جسکے دامن سے چنے ہے گہرِ شبنم کو

ہمیں گر نالۂ کُنجِ قفس کہئے تو آتا ہے — یہ چمن کے زمزمے کرنا گرفتاروں سے مت پوچھو

اِس دل کو دیکے لوں دو جہاں یہ کبھو نہ ہو — سودا تو ہوئے تب یہ کہ جب اس میں تو نہو

تُجھ بن تو دو جہاں سے کچھ اپنے تئیں نہو — ہووے یہ ہم کہیں کہے اگر تو کہیں نہ ہو

بہارِ باغ ہو، مینا ہو، جام صہبا ہو
ہوا ہو، ابر ہو، ساقی ہو، اور دُنیا ہو
روا ہے کہ تو بھلا اے سپہرِ نا انصاف
ریائے زہد چھپے، رازِ عشق رسوا ہو

—— • ——

اس دردِ دل سے موت ہو یا دل کو تاب ہو
قسمت کا جو لکھا ہو الٰہی شتاب ہو
اس کشمکش کے دام سے کیا کام تھا ہمیں
اے اُلفتِ چمن ترا خانہ خراب ہو

—— • ——

گل و گلزار ترحم ہوں کسی کے سر پر
جا خوش آتی نہیں جز گورِ غریباں مجھ کو
اے نسیمِ سحری مہر و مروت سے دور
بے نہایت نظر آتا ہے گلستاں مجھ کو

—— • ——

اے ساکنانِ کنجِ قفس صُبح کو صبا
سُنتے ہیں جائیگی سوئے گلزار کچھ کہو

—— • ——

مستِ دیر و حرم کے تو سمجھ سجدے میں کچھ فرق
پتھر ہی کا جب پوجنا آیا تو کہیں ہو
سودا اسکے خیالات میں جھلکے ہے خدائی
جو اپنی تخیل میں یہ چاہے سو دہیں ہو

—— • ——

آئینۂ وجود و عدم میں اگر ترا
رُو درمیاں نہ ہو تو کہیں ہمکو رو نہ ہو

—— • ——

عزّت و آبرو و حرمت و دین و ایماں
روؤں کس کس کو میں یارو کہ گیا کیا کیا کچھ

صبر و آرام کہوں یا کہ میں اب ہوش و حواس — ہو گیا اسکی جدائی میں جُدا کیا کیا کچھ
گریۂ شیشہ کبھی تھا تو کبھی خندۂ جام — ساقی اس دور میں تیرے نہوا کیا کیا کچھ
ضعف و ناطاقتی و سستیٔ اعضا ہر دم — ایک گھٹنے میں جوانی کے بڑھا کیا کیا کچھ
سیر کی قدرتِ خالق کی بُتاں میں سودا — مُشت بھر خاک میں جلوہ ہی بھلا کیا کیا کچھ

شیخی تھی جام کی سو گئی جان جم کے ساتھ — وابستہ ہے طلسم جہاں اپنے دم کے ساتھ
پروانۂ تجلی وحدت ہو اور دیکھ — نورِ چراغ دیر ہے شمعِ حرم کے ساتھ
یے ہی جلوہ ہو دل کو تو خاطر میں یہ رہے — اِک وقت میں پلا تھا یہ ناز و نعم کے ساتھ

کعبہ کی زیارت کو اے شیخ میں پہنچو نگا — مستی سے مجھے بھولے جس دن رہ میخانہ

اثر نے اشک میں پاتا ہوں نے تاثیر نالے میں
ارادہ عشق کا تجھ سے ہے باایں بے سرانجامی
فلک نے فتنے تو کیا کیا بہم پہنچائے نام آور
جو دیکھا عشق کا فتنہ تو ہے سب سے بڑا نامی

اس باغ میں اِک گُل کو خنداں جو کہیں دیکھا — سو غنچہ کی وہاں صورت دلگیر نظر آئی

کی عمر عبث ضایع خدمت میں ہوس کی
خاک اپنی ہی جب دیکھی اکسیر نظر آئی

رکھی نہ بنا ہم نے وہ قصر فریدوں کی
جو اپنے خرابے کی تعمیر نظر آئی

ذات پر اُس شوخ کے بس ختم ہے معشوقیت
جو بشر دُنیا میں ہے منجملۂ عشاق ہے

کہوں کیا موجبِ غم تجھ سے اپنا پوچھ مت محرم
مجھے جس بات کا ہے غم سوائے غمخوار نازک ہے

ادا کر اس چمن میں نالہ تک آہستہ اے بُلبل
نہایت پردۂ گوشِ گلِ گلزار نازک ہے

بُتوں کی بات پر کیوں چھوڑتا ہے اب تو کعبہ کو
نہ ہو سودا تو کافر رشتۂ زنّار نازک ہے

ڈرا تو ہمکو نہ قبضے پہ ہاتھ رکھ رکھ کر
قسم ہے تیری ہی اپنی تو آرزو یہ ہے

چلیں کعبہ کو ہم بھی شیخنا گر تو قسم کھا کر
کہے یہ بات واں سے میکدہ کو راہ پھرتی ہے

جرم کے عفو کی تدبیر بہت اچھی ہے
بے گنہ رہنے سے تقصیر بہت اچھی ہے

لیکے کعبہ سے کیا سیر میں میخانہ تک — خانۂ دل ہی کی تعمیر بہت اچھی ہے
نیک و بد سے نکروں اپنے لکھے کا شکوہ — جو کہ قسمت کی ہے تحریر بہت اچھی ہے

مانگا نہ کچھ کسو سے کبھی ہم نے زیر چرخ — اللہ سے سوال جو کچھ ہے سو ہی سو ہے
کیا گفتگوِ برہمن و کیا کلام شیخ — ناحق ہے قیل و قال جو کچھ ہے سو ہی سو ہے
کیا سمجھے بُت پرستی کو میری خدا پرست — اس کام کا مآل جو کچھ ہے سو ہی سو ہے

امید جینے کی اپنے کہاں ہے بلبل کو — چمن تو پھر بھی ہے گر باغبان باقی ہے
نہ درد دل ہی کے کہنے کی ہے مجھے طاقت — نہ چپ ہی رہنے کی تاب و تواں باقی ہے

ناقدر شناسی سے خلائق کے جہاں میں — جس کو ہنر آیا اُسے انکار ہنر ہے

پھوٹے وہ آنکھ جسمیں نہ ذرہ بھی نم رہے — دل جل بجھے وہ جسکے نہ ہمسایہ غم رہے
ٹک ہمرہان قافلہ سے کہدے اے صبا — ایسے ہی گر قدم ہیں تمھارے تو ہم رہے
سودا ہے کیا طلسم زمانے کا اعتبار — نے جام ہی رہے ہیں جہاں میں نے جم رہا

جو ناصح مانعِ زلفِ بُتاں ہے خوب ہونے دو — بجا کہتا ہے کب وہ صحبتِ مہر و میں بیٹھا ہے

ناصح جفائے عشق اگر میں سہی سہی
تو نے بھی کچھ زراہ نصیحت کہی کہی

صحبت میں اپنی بنتے نہ دیکھی کسو کے ساتھ
میری بنی تو مجھ دلِ غمناک سے بنی

جب اس چمن میں چھوڑ کے ہم آشیاں چلے
اِک ہمصفیر نے بھی نہ پوچھا کہاں چلے
کیا لے لیا تھا ہم نے اُلجھتا جو کوئی خار
جوں گُل ہم اُسکے باغ سے دامن فشاں چلے
غافل ہماری آہ سے رہنا نہ بے خطر
کر خوف ایسی تیر سے جو بے کماں چلے
جانے کو اپنے گھر سے کہے تھا تو اور ہم
دُنیا سے تیرے جور کے ہاتھ لے میاں چلے

جاتے ہیں لوگ قافلے کے پیش و پس چلے
دُنیا عجب سرا ہے جہاں آ کے بس چلے
کہیو صبا سلام ہمارا بہار سے
ہم تو چمن کو چھوڑ کے سوئے قفس چلے
اے غنچہ آنکھ کھول کے ٹک تو چمن کو دیکھ
جمعیتِ دلی یہ تری پھول ہنس چلے
تیرے سخن کو میں بسر و چشم ناصحا
مانوں ہزار بار اگر دل سے بس چلے

یار جس سے خوش رہے مجھکو وہ آئیں چاہیئے
اس سوا طالب نہ دنیا کا ہوں نے دیں چاہیئے
میں کہا اُس شوخ سے ہم بھی کبھو ہوں شادماں
ہنسکے یوں بولا دلِ عاشق تو غمگیں چاہیئے

کیا کہوں اس دلِ صد پارہ کا غنچہ سے راز ــــ کہے اُس سے کہ سخن جسکے دہن میں ٹھہرے

ــــــــ • ــــــــ

کیا کیا تھے جاؤ دل میں جب آئے تھے عدم سے ــــ کھلتے ہی آنکھ یارو پالا پڑا ہے غم سے

ــــــــ • ــــــــ

مینا و ساغر و مے ساقی و مطرب و نے ــــ یہ ساری خوبیاں ہیں سودا کے دم قدم سے

ــــــــ • ــــــــ

صحبت شعر و بکف جام صراحی در دست ــــ اس سوا سودا کو کچھ کام نہیں دُنیا سے

ــــــــ • ــــــــ

اِک داغ پہ لالہ کے تو کیا روتی ہے شبنم ــــ اس باغ سے کتنے ہی گئے داغ الم سے

ــــــــ • ــــــــ

کیونکہ میں پہنچوں خدا تک زاہدا دیگا مری ــــ حُسن جس بُت کا ہے عالمگیر دامنگیر ہے
دیر سے میرا نکلنا جوں حرم آساں نہیں ــــ شیخنا ہر بُت کی واں تصویر دامنگیر ہے
درگزر اے بیخبر اپنی تو تدبیرات سے ــــ تیری ہر تدبیر کے تقدیر دامنگیر ہے

ــــــــ • ــــــــ

معتقد ہرگز نہیں ہیں کفر اور اسلام کے ــــ گر مرید اس دور میں ہم ہیں تو پیر جام کے
ہم سے دیوانوں سے عاقل در پئے تدبیر ہیں ــــ بندے ہیں اُن پختہ مغزوں کے خیالِ خام کے
عشق کا آغاز تو جوں توں گزر جاتا ہے لیک ــــ کہہ نہیں سکتا دلا حالات میں انجام کے

نے تلاشِ دیں ہو ہم سے اور نے دُنیا کی فکر — اسکی رزاقی ہی دے ہی ورنہ کس کے کام کے

* * *

دُنیا سے گزرنا ہی عجب کچھ ہی کہ جس میں — کوئی نہ کبھو روک سکے راہ کسو کی

* * *

وہ غوغا دیر و مسجد میں جو صبح و شام رہتا ہے — تیری ہی پھر یہ بحث ہے جو ہے ورنہ شور بہتیرے
جیسے سنکر کے سودا ابل میں صوفی مست ہو جاوے — وہ خمخانے کی ہاؤ ہو ہے ورنہ شور بہتیرے

* * *

یار کہیں سے گرمیِ بازار بھیج دے — دل بیچتا ہوں کوئی خریدار بھیج دے

* * *

ہمیں کیا لطف ہے منہ دیکھنا واں یار کا اپنے — جہاں وعدہ اُسے عالم سے ہو دیدار کا اپنے
برہمن کفر کو اور شیخ حسن اسلام تج بیٹھے — جو نکتہ حل کروں اُن پر کبھو اسرار کا اپنے

* * *

تنزل سے بھی ہم ہرگز ترقی میں نہ کم ہوتے — جو ہوتے کوہ سے پتھر تو پتھر سے صنم ہوتے

* * *

گرمی اُس شعلہ سے ہیہات نہ ہونے پائی — ہوں وہ پروانہ جسے رات نہ ہونے پائی
جی کی جی ہی میں رہی یار مرے بالیں تک — پہنچا اُس وقت کہ کچھ بات نہ ہونے پائی
دل مرا ہی نہ کیا دیر نگہ نے اسکی — ہے وہ مسجد کہ خرابات نہ ہونے پائی

* * *

عمر ناصح نے نصیحت میں گنوائی اپنی — پر مرے دل سے بُتاں کی نہ محبت کھوئی
شیخ کعبہ میں خُدا کو تو عبث ڈھونڈھے ہے — طالب اس کا ہے تو ہر ایک کی کر دلجوئی

حُسن کو حق کی تجلّی سے نہ خالی پایا — شعلۂ طور کا جو کیجئے نشاں ہو تو ہے

صاحبِ تو تیسرسوداکو نہ ہرگز سمجھیو — ایک وہ رسوا خراب کوچہ و بازار ہے

جو طبیب اپنا تھا دل اُسکا کسی پر زار ہے — مژدہ باد اے مرگ عیسیٰ آپ ہی بیمار ہے
کیونکہ ہر سوئے چمن رو وَں نہ اے ابر بہار — گل کو اپنے دیکھتا ہوں، بلبلِ گلزار ہے
ساکنانِ شہر جب یہ دیکھتے ہیں ماجرا — ہائے اس کوچے میں ہر اور وائے اس بازار ہے
کیا خوشی اس سے ہیں سودا کہ آئی ہے بہار — لالہ و نسریں سے پُر گو دامنِ کہسار ہے

توبہ ہم ملنے سے خوباں کے تو کی ہے لیکن — دیکھ لیتے ہیں کسی کو سرِ راہے گا ہے
اپنی اِک آن نہیں جرم سے خالی ہیہات — اور بدتر زگنہ عذر گناہے گاہے
بولے ہے سُنکے جو آتا ہے مرا کچھ مذکور — اس کے آگے کسی تقریب سے گاہے گاہے
وہی سودا ہے نہ کوچے میں ہمارے جو شخص — نظر آجائے جو با حال تباہے گاہے

تجھ عشق کے مریض کی تدبیر شرط ہے
لیکن شفا کو گردشِ تقدیر شرط ہے
نالے تو میں بہت کئے اس بُت کے سامنے
پتھر کے نرم کرنے کو تاثیر شرط ہے

صورت میں میں کہتا نہیں ایسا کوئی کب ہے
اِک دھج ہے کہ وہ قہر ہے آفت ہے غضب ہے
کیا چیز ہے وہ 'دل' جسے کہتے ہیں الٰہی
اِک قطرۂ خوں سینے میں آفات طلب ہے
اک طرز ہو لٹ جانیکے دل کی تو کہوں میں
ہے جو حرکت جان کی غارت کا سبب ہے
کہتے ہیں جسے عشق سو وہ چیز ہے سودا
جو ذات خدا جسکی حسب ہے نہ نسب ہے

بیٹھا ہے اعتکاف میں کس بوجھ بھار سے
اے شیخ کے مرید ترا پیر سنگ ہے
اب نسبت اُن سے خانۂ دل کو نہ دوں کبھی
دیر و حرم کی دیکھ لے تعمیر سنگ ہے

کسو کی گوشِ فہمِ یار شنوا ہے نہیں ورنہ
خموشی میں ہماری شور ہے، فریاد ہے، غل ہے،
بنایا صانعِ قدرت نے تجھ کو رشکِ گلدستہ
دہن ہے غنچہ، آنکھیں نرگسِ شہلا ہیں، رُخ گل ہے
زنخداں سیبِ گلشنِ حسن قامت سرو یا بوٹا
یہ لب نیلوفری ہے، خال کاکل شکل سنبل ہے

کیونکہ نہ ملک داری میں باہم ہو کشت و خوں یاں زندگی و مرگ کا حاصل زمین ہے

آتے نہیں نظر میں کسو کے جو ہم تو کیا عالم تو سب طرح کا ہماری نظر میں ہے
رخصت نہیں ہے اپنے تئیں ورنہ عندلیب تاثیر صد ترانہ اک آہِ سحر میں ہے
سوداؔ کی مے خوری سے ہے توبہ پذیر خلق قاضی بھی فتویٰ دے ہے کہ خیر اسکے شر میں ہے

اُن سے جو ہیں نابینا وعدہ ہے قیامت کا بینا کی بہر یک پل دیدار نظر میں ہے
ہے کوچۂ ہستی میں سو طرح کا اُلجھیڑا اِک راہِ عدم یارو بے خار نظر میں ہے

کرشمہ پیر مغاں کا ہے یہ کہ بر در دیر نشہ میں آج میں زاہد کو چور دیکھا ہے

قدر سمجھے وسعت دل کی نہ شیخ و برہمن ورنہ دونوں کے لئے ہم کعبہ ہم بتخانہ ہے
تا دوئی ہے درمیاں لاف آشنائی کا غلط آشنا اس سے ہو وہ جو آپ سے بیگانہ ہے
نشہ کو ہرگز حقیقت کے نہ پہنچیگا کوئی جب تلک اے یار خالی عمر کا پیمانہ ہے
کیا کہوں بیداری طالع کہ ہر یک شب دعا بخت خواب آلودہ اپنے کے لئے افسانہ ہے

یاں صورت و سیرت سے بُت کونسا خالی ہے پر راہ محبت کی دونوں سے نرالی ہے
جلوہ تو خدائی کا دیکھا ہے بُتوں ہی میں سمجھوتے کو پھر آکے ایک آیات بنالی ہے

مہماں خانۂ آفت ہی جسے کہتے ہیں دل — حلقۂ چشم کا دیکھا میں وہ در اس کا ہے

عشق شبنم ہی مسلّم ہگل اَے مرغ چمن — ورنہ راتوں کو عبث کوئی بھی یوں روتا ہے
جائے کم ظرف کے دروازے پہ جواہے سوداؔ — حرمت اپنی وہ گدائی کی عبث کھوتا ہے

گوہر کو جوہری اور صراف زر کو پرکھے — ایسا کوئی نہ دیکھا وہ جو بشر کو پرکھے
وہ شخص بار خاطر ہرگز نہ ہو کسی کا — جس کا ندیم ہووے اسکی نظر کو پرکھے
جوہر نہ ہووے جسمیں جوہر شناس کب ہے — جو صاحبِ ہنر ہو وہ ہی ہنر کو پرکھے

ہم ہیں وابستہ محبت کی مددگاری سے — سب سے آزاد ہوے دل کی گرفتاری سے
سببِ غفلتِ دنیا ہے فقط عیش شباب — خواب آور ہے سحر رات کی بیداری سے
شکوہ ہے جور و جفا کا ترے کس کافر کو — مجھپہ گذرے ہے سو میری ہی وفاداری سے
مے پرستی ہے مری باعثِ آمرزش خلق — توبہ صد قوم نے کی ہے مری میخواری سے

بُت اپنے کے مقابل صورت نہ دے دکھائی — ہو اک طرف اگر وہ اور اک طرف خدائی
کوچے سے شیخ اسکے گزرا تو دیکھتے ہی — جُز سجدہ کرتے اُسکو کچھ اور بن نہ آئی
اسلام و کفر کی یاں کس کو ہے پاس خاطر — رندی تو کی حرم میں جا دیر پارسائی

منّت تو لاکھ کیجے پر جو غرور واں ہے
منّت غریب اسکے عہدے سے کب بر آئی

بد گر سنو جو شکوہ ہر جا کروں میں تیرا
کچھ اپنے تئیں اسی میں مطلب کی بات پائی

تھی سرد مہری اسکی آبِ حیاتِ دل کو
چھوٹے تپاک نے تو کچھ آگ سی لگائی

وقتِ اخیر سودا بالیں پہ اسکے رو رو
بیٹھا ہوا اکیلے تھا ہر دوست یار بھائی

مرضی اگر ہو تیری جا اُسکو ہم لے آویں
دوری نے جسکے تیری صورت یہ کچھ بنائی

سُنکر یہ بات بولا اتنا ہی آہ بھر کر
ہے نزع میں اذیت بیمار کو دوائی

تری دوری بہارِ باغ سے جو کچھ کہ کرتی ہو
خزاں نے کس چمن میں با گل و گلزار ایسی کی

نظر بھر دیکھ جانے میں نہ تھا افشائے رازِ دل
مجھے کر منع کس آساں کو تئیں دشوار ایسی کی

وفا اگلی کا شاکر ہوں، جفا ابکی کا شکوہ کیا
بہت روزوں جو ویسی کی تو دن دو چار ایسی کی

بیک نقدِ محبت جنسِ دل بکتی نہیں سودا
بُتاں نے داغ دے دیکر خراب و خوار ایسی کی

متاعِ دیں سے میں اپنے ہوں اس لئے بے فکر
کہ ذاتِ حق جو ہے، وہ پاسبان ہے سب کی

مآل مردمِ ماضی و حال و استقبال
سُنا تو ایک سی کچھ داستان ہے سب کی

گروہ دید کو آیا تھا باغ میں گُل کے
کہ بو کچھ اور میں پائی دماغ میں گل کے

عدو بھی ہو سببِ زندگی جو حق چاہے
نسیمِ صبح ہے روغن چراغ میں گل کے

پاس اب ہمارے نگہتِ گُل کو نہ لا نسیم
دل سے ہوسِ چمن کی اسیروں نے دور کی

معمار نے ازل کے فراموش کی مگر
جا گہ بنائی خانۂ دل میں سرور کی

محرم فقط تسلّی کے دینے سے کیا حصول
کر فکر ہو سکے جو دلِ ناصبور کی

وہی جہاں میں رموزِ قلندری جانے
بھبھوت تن پہ جو ملبوسِ قیصری جانے

غلام اُسکی میں ہمت کا ہوں کہ جو اپنے
جگر کے خون کو خوانِ توانگری جانے

فہیم ہے وہی آفاق میں ترا جو یا
کہ جسمیں پائے تجھے اُس سے بہتری جانے

پڑا ہے پالے ایک ایسے کے دل کہ جو نا داں
وفا کی راہ نہ رسمِ ستمگری جانے

زبان دہن میں تو غنچہ کے بھی ہی کیا لازم
کہ جسکے منھ میں زباں ہو سخنوری جانے

چلے جو میکدے زاہد تو دوں تجھے وہ جام
کہ دوں مرتبہ تو جم کی ہمسری جانے

کسی گدا نے سنا ہے یہ ایک شہ سے کہا
کروں میں عرض گر اُس کو نہ سرسری جانے

امورِ ملکی میں اول ہے شہ کو یہ لازم
گدا نوازی و درویش پروری جانے

مقامِ عدل پہ جسدم سریر آرا ہو
ہر ایک خرد و کلاں میں برابری جانے

وہی ہو رائے مبارک میں اسکے گوشہ نشیں
کہ جسمیں عامۂ خلقت کی بہتری جانے

ملازموں سے نہ لاوے یہ اُسکو بر سر کار
کہ جس سے کارِ خلائق کی ابتری جانے

چمن ہے ملک و رعیت ہی گُل اُنھوں کے لئے
بسانِ ابرِ سر سایہ گستری جانے

ہمیشہ جود و کرم میں سمجھ ہر ایک کی قدر
مساویِ از امرا تا بہ لشکری جانے

بجا جو طرح سپاہی ہو اُس کو سمجھے مرد — نہ یہ کہ مرنے کو بیجا سپہ گری جانے
جو شخص نائبِ داور کہائے عالم میں — یہ کیا ستم ہے نہ آئین داوری جانے
سوائے اُن سخنوں کے جو تاج زریں کو — خیال اپنے میں سر دھر کے سروری جانے
یہ فخر تاج تو یوں نزد فہم ہے جس طرح — خروس آپ کو سلطان خاوری جانے

کمال اشفاق کا لازم نہیں دل کی تسلی کو — ہمیں تو یک نگاہِ لُطف بس ہووے اگر ہووے
چمن گم کردہ فصلِ گُل میں وہ آوارہ بلبل ہوں — کہ جسکا آشیان کنجِ قفس ہووے اگر ہووے

ہمارے کفر کے پہلو سے دیں کی راہ یاد آوے — صنم رکھتے ہیں جسکو دیکھکر اللہ یاد آوے
فرامش لب کرے کیونکر نہ سوداؔ شعر کہنے کو — کہ جو شخص آپ کو بھی گاہ بھولے گاہ یاد آوے

غنچہ سے مسکرا کے اُسے زار کر چلے — نرگس کو آنکھ مار کے بیمار کر چلے
پھرتے ہو باغ سے تو پکارے ہے عندلیب — صبحِ بہارِ گُل یہ شب تار کر چلے
آزاد کرتے تم ہمیں قید حیات سے — اسکے عوض جو دل کو گرفتار کر چلے
لے خوش رہو گھر اپنے میں جس شکل سے ہو تم — دو چار نالے ہم پسِ دیوار کر چلے
اندوہ و درد و غم نے کیا عزم جب اُدھر — ہم کو عدم سے قافلہ سالار کر چلے

گھڑی گھڑیالی کی سُن سُن کے میراجی دہلتا ہے
چلی آتی ہے وہ ہی رات جوں جوں دن یہ ڈھلتا ہے
اثر نے آہ میں ہر چند نے تاثیر نالے میں
پر اتنا ہے کہ اِن دونوں سے میرا دل بہلتا ہے

سینے میں ہے یوں دل کو ایام گرفتاری ۔ طائر کو قفس میں ہو جوں شام گرفتاری
صیاد نہ مجھ تک ہے نالہ نہ مرا اُس تک ۔ مجھ سا نہ کوئی ہوگا ناکام گرفتاری
خوگر کو اسیری کے ہے ظلم رہا کرنا ۔ خوشتر زچمن اُس کو ہے دام گرفتاری
یارب مرے ناصح کو دکھلا دے جھلک اسکی ۔ دیتا ہے بہت مجھ کو الزام گرفتاری

ہر ایک شے میں سمجھ تو ظہور کس کا ہے ۔ شرر میں روشنی شعلہ میں نور کس کا ہے
دماغ خلق پُر از کبر ہے میں حیراں ہوں ۔ یہ مُشت خاک میں اتنا غرور کس کا ہے

کہ نرگس کی پلک تیرے تماشا نے نہ جُھکوائی
تو وہ گل ہے کہ جس گُل کا ہر اک گُل ہے تماشائی
تمیز خوب و زشت اے مہرباں کب عشق نے پائی
محبت میں سبھی یکساں ہیں جسکی جس سے بن آئی

مری تیری ہی سی نسبت گل و بلبل بھی رکھتے ہیں
ترا جلوہ مرا دلکش ہے اس کا گل کی زیبائی

جھکایا تھا مجھے زاہد نے کوچہ رنج دُنیا کا
مغاں نے راحتِ دُنیا کی مجھ کو بات بتلائی

دہن غنچہ کا جب دیکھوں ہوں گوشِ گُل پہ گلشن میں
تو اپنا درد دل کہنا کسو سے یاد آتا ہے

بسکہ سوجا سے نگاہِ شوق نے پیدا کی راہ دیدہ مشتاقوں کا تیرے پردہٗ ایام ہے

یاں جو ہوں خاموش سو تیری ندامت کے لئے
ورنہ شکوؤں کے ذخیرے ہیں قیامت کے لئے

حرف واعظ مجھ کو مسجد میں تو لایا ہے ولے
ہے اذاں ہر وقت کی مانع اقامت کے لئے

نہ رہ غافل زمانے سے بسر لیجا بہشیاری کہ خوابِ پاسباں ہے گرگ کے طالع کی بیداری

محکوم تصور کی مرے ہے تری صورت   آگے مری آنکھوں کے شب و روز کھڑی ہے

جان بھی دیجیے جو اِس جینے کا اب جھگڑا چکے
دین و دل کھوکر میاں اپنی سزا ہم پا چکے
یہ نوید آمد کے پیارے مجھ سے مجھ کو لے گئے
آپ میں آیا میں تب اُگلا کے جب تم جا چکے
پڑی جب کشتیٔ دل عشق کے دریا میں پھر خطرہ
اگر گرداب ہے کیا ہے وگر غرقاب ہے کیا ہے

چاہنا بزم تعیش کا ہوسناکی ہے   دشمنِ دورِ قدح گردش افلاکی ہے
عزم کعبے کا تجھے ہرج بڑا ہے سودا   دل میں تیرے گبر و مسلماں کے اگر جا کی ہے

بازار محبت میں نبوت کا بہا کیا   اِک زن نے لیا مول یکے چند درم سے
سودا اُسے وہ چاہیے بہ از تخت سلطنت   اِک کنج عافیت میں جو بیٹھا فراغ سے

دل کو مرے ہے آہ سحر سے شگفتگی   غنچے کو گلستاں میں حیا سے سر در ہے
بلبل چمن میں تیغ نگہ کس کی چل گئی   جس گل کو دیکھتا ہوں سو زخموں سے چور ہے

سہی لیتے ہیں عاشق اے فرہاد ۔۔۔ جسکے سر جیسی آن پڑتی ہے
دل سے پوچھا میں یہ کہ عشق کی راہ ۔۔۔ کس طرف مہربان پڑتی ہے
کہا اُن نے کہ سنے یہ ہندوستاں ۔۔۔ ہے سوئے اصفہان پڑتی ہے

—————— . ——————

ہماری ذلّت بدیدہ فہم عین راحت ہے منعموں کی
جو سرنگوں ہوں نہ اُن کے آگے تو اُنکی معلوم سرفرازی
کسی کو یاں غرّہ تاج کا ہے کسی کو یاں عجب راج کا ہے
کوئی بھکاری اناج کا ہے یہ وجہ کیا ہے کہ بے نیازی
گزر اِدھر بھی وہ شاہ خوباں کرے جو یکدم تو کیا عجب ہے
ہوئی ہے آگے بھی بادشاہوں سے اسطرح کی گدانوازی

—————— . ——————

نہیں ہے لُطف سے خالی بدیر یار کا ملنا ۔۔۔ نجانیں وصل کی ہم قدر ہجر تا کہ نہو

—————— . ——————

خوب دیکھا میں جہاں اہل جہاں بھی دیکھے ۔۔۔ ایک زنداں ہے کہ جسمیں ہیں گرفتار کئی
تیرے بازار میں اب کیونکہ نہ بگڑے سودا ۔۔۔ ایک یوسف نظر آتا ہے خریدار کئی

—————— . ——————

ابتو میں چھوڑنے کا نہیں اسکو ناصحا ۔۔۔ ہونی جو کچھ تھی قبلۂ حاجات ہو گئی

—————— . ——————

دیوانہ کون گل ہے ترا جس کو باغ میں | زنجیر کر نے موج نسیم سحر گئی
نظارہ باز بزم بتاں کا ہوں جب سے میں | تو ہی نظر پڑا مری جیدھر نظر گئی
مت پوچھ یہ کہ رات گئی کیونکہ مجھ بغیر | اس گفتگو سے فائدہ پیارے گذر گئی

پوچھے ہے پھول پھل کی خبر اب تو عندلیب | پھولے پھلے خزاں ہوئی ٹوٹے جھڑے گئے
دلخواہ کب کسی کو زمانے نے کچھ دیا | جنکو دیا بھی اُس میں سے وہ کچھ نہ لے گئے

اُڑ لے اب چمن سے کہ موج نسیم نے | خاشاک آشیاں کے ہمارے بہا دئے
سودا جہان میں آکے کوئی کچھ نہ لے گیا | جاتا ہوں میں بھی اِک دلِ پُر آرزو لئے

تھے عقدے غنچوں کے دل میں طرف سے بلبل کے | نسیم صبح نے آ درمیان کھول دئے

وعدہ لطف و کرم گر نہ وفا کیجئے | مہر نہیں تو ستم کچھ تو بھلا کیجئے
ہجر میں تیرے ہمیں اتنی نہیں جائے امن | بیٹھ کے اپنے کہیں چپکے رو یا کیجئے
فرصت عمر اپنی یہ لطف خداوندوہ | کہ تو حق بندگی کیونکہ ادا کیجئے

جفا و مہر برابر ہے عاشقاں کے تئیں | خوشی ہو جسمیں تمھاری سو ہی کیا کیجے

کہے تھا شمع سے پروانہ رات جلتے وقت — کہ حق بندگی اس طرح سے ادا کیجے

ہر مخبط ہی خیال اپنے میں افلاطوں ہے — عقل پہ ہو گی اُسے وہ جو ترا مجنوں ہے
جزو بھی کل ہے، حقیقت میں ترقی ہو شرط — قطرہ بڑھتا ہی رہے یار تو پھر جیحوں ہے

ہر آن دیکھتا ہوں میں اپنے صنم کو شیخ — تیرے خدا کا طالبِ دیدار کون ہے

اُلفت میں کچھ اپنی بھی اثر چاہئے سودا — ہر چند وفا شیوۂ محبوب نہیں ہے

اس عشق کا تو ہی ہے سزاوار کہ ہر ایک — دل دے کے ترے نام کو جو بے نشاں ہے

اُٹھایا کوہ رستم نے اگر تو سخت ناداں ہے — اُٹھانا دل کو دنیا سے عجب کارِ نمایاں ہے

اسیری پر مرے ناحق یہ دل بیداد کرتا ہے — قفس میں ہم نوایانِ چمن کو یاد کرتا ہے
عجب بیداد حسرت پر مری صیاد کرتا ہے — دکھاوے ہے مجھے اُسکو جسے آزاد کرتا ہے

اس قدر سادہ وہ پرکار کہیں دیکھا ہے — بے نمود اتنا نمودار کہیں دیکھا ہے
خواہ کعبہ میں تجھے خواہ ہیں بتخانے میں — اتنا سمجھوں ہوں مرے یار کہیں دیکھا ہے

پھرے ہی کوچۂ و بازار میں تو کیوں سودا　　جنس دل کا بھی خریدار کہیں دیکھا ہے

کس سے کہوں بتاں کے میں ڈھنگ دلدہی کا　　ان کافروں نے میرا دل لیکے جی لیا ہی
یاں چشم سرمہ سا کا مارا کوئی جیا ہے　　ہر سرو اس چمن کا اِک آہ بے صدا ہے

گرمے چلا وہ دل کو بیگانہ وار سودا　　تو ہی کر اب تغافل جانے دے آشنا ہی

نسیم ہے ترے کوچہ میں اور صبا بھی ہے　　ہماری خاک سے دیکھو کہ کچھ رہا بھی ہے
ترا غرور و مرا عجز تا کجا ظالم　　ہر ایک بات کا آخر کچھ انتہا بھی ہے
جلے ہے شمع سے پروانہ اور میں تجھ سے　　کہیں ہے مہر بھی جگ میں کہیں وفا بھی ہے

خاموش عندلیب چمن تجھ سے کیا ہی بحث　　اپنا سخن تو مرغ گرفتار سا تھ ہے

کچھ بس نہیں ہی تجھ سے جز رو کے جیب جیب رہنا　　قدرت جو ہے تو یہ ہے مقدور ہی تو یہ ہے
اے دل قبول کرنا باتوں کو ہوشاں کے　　گر فہم عاقلاں میں کچھ دور ہے تو یہ ہے

سودا کے جو بالیں پہ گیا شور قیامت　　خدام ادب بولے ابھی آنکھ لگی ہے

عبث نالاں ہے اس گلشن میں تو اے بلبل ناداں
نہیں ہے رسم یاں کوئی کسی کی داد کو پہونچے

ہے قسم تجھ کو فلک دے تو جہاں تک چاہے | جلوۂ حسن اُسے حسرتِ دیدار مجھے
ہوں تصدق ترے از عالمِ فانوسِ خیال | گو تحیّر نے کیا صورتِ دیوار مجھے
تمکو معلوم ہے یارو چمن قدرت میں | عمر گزری ہے کہ گردش سے سروکار مجھے
پر میں حیراں ہوں کہ جوں سایۂ مرغانِ ہوا | نہ کیا ایک قدم پھرنے پہ مختار مجھے
حسرت و داغ و الم درد چلا میرے ساتھ | ہجر تیرے نے کیا قافلہ سالار مجھے

شکر صد شکر نہیں میں کسی خاطر کا غبار | خاک کعبہ کی ہوں یا گردِ صنم خانے کی

نہیں ہے رشتۂ تسبیح صورتِ زنّار | قسم ہے شیخ تجھے اپنے دین و مذہب کی

جس روز کسی اور پہ بیداد کرو گے | یہ یاد رہے ہم کو بہت یاد کرو گے

ہم اپنی جان تلک دے چلیں جو مانگو تم | پر ایک آرزدے دل حوالہ ہو نہ سکے

عرصہ تو زندگی کا نہیں اسقدر بھی یہاں
افسوس میں کسی کے کوئی ہاتھ مل سکے

بے ضرر کفر کو نے دین کا نقصاں مجھسے
باعثِ دشمنی اے گبر و مسلماں مجھسے؟
آہ و زاری سے مری شب نہیں سویا کوئی
تجھسے نالاں جو میں اک خلق ہی نالاں مجھسے
نہ بزور و نہ بمنت نہ بصورت نہ بشکل
لیگیا کیونکے میں حیراں ہوں دل و جاں مجھسے

مژدہ یہ ہمصفیرو پہنچے تمھیں کہ تم پر
عرصہ تھا تنگ میرے نالہ کی حسرتوں سے
سو مجھکو آسماں نے کنجِ قفس میں سونپا
اب چہچہے چمن میں کیجے فراغتوں سے
فندق چمن میں کسکی دیکھی ہے انگلیوں پر
ہر شاخ سرنگوں ہے گل کی خجالتوں سے
سودا وطن کو تج کر گردش سے آسماں کی
آوارۂ غریبی ہے اتنی مدتوں سے

حیراں ہوں شمع کس کے لئے سوزناک ہے
پروانہ کس کے شعلۂ خو کا ہلاک ہے
ملت طلب جو ہے دل اے شیخ و برہمن
صورت حرم کی کیسی ہے کیا شکل دیر ہے
چاہا کہ جوں حباب میں دیکھوں یہ کائنات
کھولی جو چشم اور ہی عالم میں سیر ہے
رکھتے ہیں ایک طرح کا ہم وصف ذات حق
وہ شخص کون سا ہے جو سودا الغیر ہے
کیا نیاز عشق سے غافل ہے نازِ حسن آہ
شیریں کیا جانے کہ خون آلود جوئے شیر ہے

گل پھینکے ہیں عالم کی طرف بلکہ ثمر بھی — اے خانہ برانداز چمن کچھ تو ادھر بھی
کیا ضد ہے مرے ساتھ خدا جانے وگرنہ — کافی ہے تسلی کو مرے ایک نظر بھی
اے ابر قسم ہے تجھے رونے کی ہمارے — تجھ چشم سے ٹپکا ہے کبھو لخت جگر بھی

نہ مجھ سے کہ کہ چمن میں بہار آئی ہے — یہ مرغ کشتنی کب قابل رہائی ہے
ترے نکالے سے تجھ گھر سے کون جاتا ہے — وہی تو جائیگا پیارے کہ جسکی آئی ہے
کریں ہیں ورنہ ترے شیخ و برہمن سجدہ — بتوں کی حسن و ادا تیرے یہاں خدائی ہے

صبا سے کہے سوتا ہوں یہ کہدیں کہ پھر آنا — بالیں پہ مرے شور قیامت اگر آئے

کیا ہو جو قفس تک مرے اب صحن چمن سے — دو برگ لئے گل کے نسیم سحر آوے
سب کام نکلتے ہیں فلک تجھسے یہ لیکن — میرے دل ناشاد کی امید بر آوے
جب پھوکے ہے ناقوس صنم خانۂ دل شیخ — کعبے کا ترے وجد میں دیوار و در آوے

جفا و مہر جو خاطر میں اب ترے آوے — وہی ہے خوب مرے حق میں جو تجھے بھاوے
نسیم گر حق دوستی بجا لاوے — یہ مشت پر ہمیں اقفس میں چمن کو لیجاوے

اِدھر چلا ہے کعبہ کو اور برہمن کنشت
بندے ہیں اسکے ہم جو کسی دل میں گھر کرے

بدلا ترے ستم کا کوئی تجھ سے کیا کرے
اپنا ہی تو فریفتہ ہوئے خدا کرے
اتنا لکھ آئیو مرے لوحِ مزار پر
یاں تک نہ ذی حیات کو کوئی خفا کرے
فکر معاش عشق بتاں یاد رفتگاں
اس زندگی میں اب کوئی کیا کیا کیا کرے
گر ہو شراب و خلوت و محبوبِ خوب رو
زاہد تجھے قسم ہے جو تو ہو تو کیا کرے

اے خضر زخود رفتگی کیا طرفہ سفر ہے
جسمیں کہ نہ بھولیں نہ کوئی راہ بتاوے

اے گل اندام ترے ساتھ نہ میں بلبل نالاں
کون بلبل ہے چمن میں کہ نہیں فریادی
ایک دن دشت میں جاکر میں کہا سودا سے
چھوڑ بستی کو تجھے کیونکہ خوش آئے وادی
یہ کہا سنکے کس امید یہ بستی کے بیچ
غم کئے دل کا مرے ہو مرے جی کی شادی
ہے وہ بنیاد خرابی کی جہاں میں اے دوست
سمجھے ہیں اہل جہاں جسکے تئیں آبادی

کب شمع مجالس کی فانوس میں چھپتی ہے
جو حسن ہو بازاری مت اُس کو چھپا پردے
دل کے تئیں اک عالم کہتا ہے خدا کا گھر
اے عشق اسے آتش دے ہے تو سمجھ کر دے
پانی بھی نہ مانگ اُس سے جو ہووے تنگ مایہ
کاسہ کے تئیں گل کے شبنم نہ کبھو بھر دے

وہ قصر تو چاہتا نہیں ہیں ۔۔۔ جسمیں گل وگل عذار ہووے

ہو دست خدائی میں تو یہ کیجے منادی ۔۔۔ ظالم ہو جو کوئی سو طرحدار نہ ہووے
سودا چمن دہر سے یہ چشم نہ رکھیو ۔۔۔ وہ گل نظر آوے کہ جسے خار نہ ہووے

بھر نظر تجھ کو نہ دیکھا کبھو ڈرتے ڈرتے ۔۔۔ حسرتیں جی کی رہیں جی ہی میں مرتے مرتے
بہر گلگشت عدم سے جو کوئی پہنچا ہے ۔۔۔ سمت اس باغ کے طے منزلیں کرتے کرتے
پھل جوانی سے نہ پایا کبھو جوں طفل سرشک ۔۔۔ ملگیا خاک میں یاں پاؤں کے دھرتے دھرتے

ٹک دیدۂ تحقیق سے تو دیکھ زلیخا ۔۔۔ ہر جاہ میں آتا ہے نظر یوسف ثانی
بلبل ہی سکتی نہیں کچھ باغ میں تجھ بن ۔۔۔ شبنم گلوں کے منھ میں چواتی رہی پانی

برہمن بتکدے کے شیخ بیت اللہ کے صدقے ۔۔۔ کہیں ہیں یا سودا و دل آگاہ کے صدقے

آئیگا وہ چمن میں ترٹکے ہی مے کشی کو ۔۔۔ شبنم سے کہدے بلبل پیالے گلونکے دھولے
باغ جہاں میں آکر کچھ ہم نے پھل نہ پایا ۔۔۔ اِک دل ملا کہ جسمیں ہیں سیکڑوں پھپھولے
ایسا ہی جاؤں جاؤں کرتے ہو تو سدھارو ۔۔۔ اس دل پہ کل جو ہونی سو آج ہی وہ ہولے

نظر آیا بھی احوالِ جہاں اس میں تو کیا حاصل
جو دل میں نقش ہیں اپنے ہے اُس سے جامِ جم خالی

پیش از ظہور مرغ چمن خادمانِ عشق — بٹتے تھے رشتۂ رگِ گل دام کے لئے
پہنچے سو کیونکہ منزلِ مقصد کو یہ قدم — پیدا ہوئے ہیں گردشِ ایام کے لئے
سودا ہزار حیف کہ آکر جہاں میں ہم — کیا کر چلے اور آئے تھے کس کام کے لئے

ہر آن یاس بڑھتی ہر دم امید گھٹتی — دن حشر کا ہے اب تو فرقت کی رات کٹتی
کوچے میں اُسکے باقی مجھ خاکسار پر اب — یا آسماں کا گرنا یا ہے زمیں اُلٹتی
آئینہ کہ رہا تھا خوبوں کے صاف منھ پر — ہیں ایک دن یہ شکلیں سب خاک بیچ اٹٹی

غزلیات فارسی

اے کہ در چشمم بہر صورت تو منظوری بیا
وے بدل نزدیک من از من چرا دوری بیا

من بدل جور ترا بہتر ز مہر انگاشتم
گرچہ در ذیل ستم کیشاں تو مشہوری بیا

یکسر مو شوکت حسنت نخواہد کم شدن
من گدائے کاسۂ در دست فغفوری بیا

نامۂ وصل ترا خط بر رخت آوردہ است
رفت ایام فراق و وقت مہجوری بیا

می کنم ہر چند پنہاں راز عشق اما چہ سود
چارہ نتواں کرد، غمازی حال خستہ را

غافل از عالم مشو صیاد ورنہ مشکل است
باز آوردن بسوئے دام صید جستہ را

جز صبا بند قبائے گل نہ بکشاید کہ حسن
آورد در قید خدمت مردم وارستہ را

من بساط عیش خود را بر نہ چینم تا کجا
خندہ زن بر شادی من اہل ماتم تا کجا

در فراق رفتگاں با غم نسازم تا بکے
در مقام فرقت چندے بگریم تا کجا

بستیم در بروے دو عالم سوائے ما
جائے فرشتہ نیست بخلوتسرائے ما

مانند الیم ز جور فلک دون خود را
شانۂ زلف جفا ساختہ دلریشی ما

کفر و دیں در عشق ہم یارب نقیض و یگرند
یا من وہ کفر یا دیں آں برہمن زادہ را

صد بہار آخر شد و از ساغرِ خود ہمچو گُل | من بجز خونِ جگر گاہے نخوردم بادہ را
ناصح از راہِ کرم ما را نصیحت می کند | خبر شنیدن ہیچ نتواں گفت مردِ سادہ را
بسکہ پابندِ علائق گشتم اے سودا مپرس | زندگانی دائم الحبس است ایں آزادہ را

———— . ————

از رہبری عشق بجائے رسیدہ ام | صد خضر گم شود بتلاشِ سراغ ما
از اختلاط او دلِ یک غنچہ وا نشد | شرمندہ او نسیم بروں شد ز باغ ما

———— . ————

چوں دل نتواند کہ کند ترک وفا را | انگاشتہ ام مہر بہ عشقِ تو جفا را

———— . ————

آتش بدلم میزند ایں تنگ کہ ایں شوخ | مخفی ست پسِ پردہ و بیروں خبر اوست
اے شیخ ز جاروب کشِ میکدہ ام پرس | رازیکہ نہانست ز تو در نظرِ اوست
آں شمع کہ در پردۂ فانوس خیال است | ایں مجمع آراستہ قربان سرِ اوست

———— . ————

بودے کریم را چو بر اعمال ما نظر | کارِ جزائے خلق بفردا نمی گذاشت
پشتِ فلک ز بارِ تو اے عشق می شکست | تقدیر گر بناے تو بر ما نمی گذاشت

———— . ————

حُسن جائے عشق می گیرد کہ بعد از کوہکن | نقشِ شیریں را ببیں در کوہسارے ماندہ است

عشق او نگذاشت اے ناصح بمن ہیچ اختیار
اختیارم گریۂ بے اختیاری ماندہ است
رحم کن بہرِ خدا بر غربتِ سودا کہ او
در دیارت دور از خویش و تبارے ماندہ است

خود را درون پردہ نہفتہ چہ حاصل است
صد پردہ پیش اہلِ نظر حائلِ تو نیست
جز چاشنی درد تو دل را چہ لذتیست
اے وائے بر کسے کہ دلش مائلِ تو نیست
بے سوز سینہ کس بتو حاشا نمی رسد
جز داغِ دل چراغ در منزلِ تو نیست

ساختیم از حالِ دل آگاہ و یار از دست رفت
کردہ ام کارے بنادانی کہ کار از دست رفت
شہسوارِ عرصۂ عشقم و لے در کوئے دوست
تا گزر کردم عنانِ اختیار از دست رفت
خوبیٔ چشمِ بتاں وابستۂ حسنِ خط است
بادہ بے لطفست چوں فصلِ بہار از دست رفت
توبہ دیشب کردم و امروز مے از جوشِ خم
آنقدر خوردم کہ سیرِ لالہ زار از دست رفت
موجبِ خاموشیٔ سودا چہ می پرسی کہ من
داشتم دل نام شخصے غمگسار از دست رفت

ما مرغِ پر شکستۂ گلزارِ عالم ایم
پرواز ما بسوئے چمن بے خرام نیست
آزادگی، بامن اسیری نمی رسد
در گوشۂ قفس خطر و خوفِ دام نیست
مومن ز حور گوید و ترسا ز دختِ رز
ما را دماغ بحثِ حلال و حرام نیست
از فکرِ زادِ راہ چہ غافل نشستۂ
ایں منزلِ خراب محلِ قیام نیست

چرا روم بگلستاں دریں بہار عبث | کہ ہست سیر چمن بے مے و نگار عبث
برنگ نخل خزاں دیدہ ایمن ست از سنگ | نہال من نفشاں دست برگ و بار عبث

دل دارم و جاں دارم و دین دارم و ایماں | از من بستاں انچہ کہ درکار تو باشد
گوشش بشناسد بجہاں ایں دو صدا را | آنکس کہ دلش محرم اسرار تو باشد
گر بانگ صلوٰۃ ست و گر نالۂ ناقوس | ایں زمزمۂ مرغ گرفتار تو باشد

یوسف اگر بعہد تو می بود در جہاں | او را کہ می خرید و کجا می فروختند
از دست شاں پر بریدہ بدامت فتادہ ام | آنانکہ صید را بہوا می فروختند
جنس دل مرا تو بمن باز پس مدہ | ایں کار قدر فہم خریدار بشکنند

ہر یکے خواہان دل از جنس خوباں میشود | تا بدست آورد ظالم در پئے جاں میشود
کے کند از بید باغی صبح گلگشت چمن | آنکہ از عکس رخش آئینہ بستاں میشود
ہر شبے مانند تصویرات فانوس خیال | گرد آں شمع شبستاں بزم قرباں میشود
از پریشانی درایں بستان دلا غمگیں مشو | غنچۂ گل میگر دد انجا گر پریشاں میشود
بارہا گفتم نمی آید ز پند خویش باز | ناصح از گفتار خود روزے پشیماں میشود

چوں قدم بیروں ز مجلس آں بتِ بیباک زد — حلقۂ بزمِ نکورویاں گریباں چاک زد
خلقتِ آدم چہ نسبت داشت با ہیجانِ عشق — چرخ ایں آتش چرا بر تودۂ خاشاک زد
روحِ پاکِ ما سزاوارِ تنِ خاکی نہ بود — دہر از بے جوہری بر گوہرِ ما خاک زد

قصدِ گلگشتِ چمن بیتو گر آید بخیال — پائے ایں دل شدہ چوں سرو ز رفتار افتد
شیخ در صومعہ با خلوتیاں را دیدیم — اے خوش آں مست کہ او بر درِ خمار افتد
مذہبے دہ بمن اے عشق کہ از دولتِ او — گاہ تسبیح بگردن گہے زنار افتد
دل فروشم دلِ خود را بہ نگاہے لیکن — ترسم آں راز کہ در سمعِ خریدار افتد

گم شد بطریقے رہِ دیر و حرم از من — کز شیخ و برہمن بہ یہم قافلہ افتاد
گردِ سخنِ پیرِ خرابات نگردیم — امروز بگوشم سخن از مسئلہ افتاد

واعظا باز آ ز پندِ خود کہ دیشب چشمِ من — پُر ز غوغائے قیامت کوی او در خواب دید..

عشقِ تو بصد رنگ چو بگداخت دلم را — ایں شیشہ اگر بوقلموں شد شدہ باشد
آں ساقی بے دردِ من اندیشہ ندارد — گل در نظرم ساغرِ خوں شد شدہ باشد
گفتم ز غمِ عشقِ تو دیوانہ ام اے شوخ — گفتا اگرت خبطِ جنوں شد شدہ باشد

آنانکہ بدستِ تو دلِ زار فروشند | صبر و خرد و دین ہمہ یکبار فروشند
ما صورتِ داد و ستدِ دل چہ بگوئیم | چوں مرغ اسیرے کہ ببازار فروشند

در گوششِ از قصۂ من داستاں رود | آں گل بناز بالش خواب گراں رود
رفتن ز باغ دہر بود ماتمِ عظیم | گل می درد قبا چو ازیں گلستاں رود

گل را نمی شناسم و نہ روشناس گل | ہستم ز تخم مرغ قفس زاد در قفس
سودا شنیدہ ام کہ بعہدِ اسیریم | روزے عجیب حادثہ رو داد در قفس
من مُردم از تغافل و او شد بقیدِ من | آزاد گشت بلبل و صیّاد در قفس

در محفلے مستان ازیں پیشکشے نیست | یک جام بگیر از من و ہم پہلوے جم باش

گوہر یقین بحر ز دریا جدا بود | عارف خدا است گرچہ جود در میان خلق

دوست در عشقِ تو ما را دشمن جان در بغل | تیر مژگانِ ترا دل گشت پیکاں در بغل
افسر شاہی بسر دارم ز خاک کوئی دوست | گوشۂ خاطر بہ از ملک سلیماں در بغل
درد دل را باکہ گویم آہ ازیں سنگین دلاں | بہر زخمش ہر یکے دارد نمکداں در بغل

می برد جز ہیچ از دنیا کسے اِلّا کہ من　　بُردہ ام چیزے تمنّا نام پنہاں در بغل

در برگ ہر گلے بچمن رنگ حسنِ اوست　　صاحبدلاں چو سیر کنند از نگاہِ دل
اے شیخ گر بسوے حرم می روی چہ سود　　با صاحبِ حرم نرسی جز براہِ دل

رنگیں تراست قصۂ دل خوں شدن ز گل　　لیکن بپاسِ خاطرِ دلبر نگفتہ ام
نامحرم است خضر بجائے کہ می روم　　نام مقام دوست بہ دلبر نگفتہ ام
سودا برائے جرعۂ آبے دریں دیار　　ہرگز بخضر ہمچو سکندر نگفتہ ام
گر چشم تا بہ بیند انداز شوخیش را　　سر تا بپا چو برقست یک پیکرِ تبسم
انداز خندۂ او با غیر سوخت ما را　　داغیست سینۂ ما از اخگرِ تبسم

در قتل گہم آئی و من روے تو بینم　　یک خلق مرا بیند و من سوے تو بینم
بکشا گرہِ از زلف کہ دلہاے بتاں را　　تا حلقہ بگوشِ خمِ یک سوے تو بینم

از پردہ ما بروں نفتد راز عشق دوست　　رفتم بروں ز شہر بصحرا گریستم
یک خلق را بگریہ در آورد گریہ ام　　گاہے نشد بیادِ تو تنہا گریستم

جلوهٔ حُسنش بهر جا بود و من می سوختم　　داغ عشق او بدلها بود و من می سوختم
وعده ہائے وصل با اغیار ایفای نمود　　با تپش امروز و فردا بود و من می سوختم
بے تو اے رشکِ گلِ گلزار در فصلِ بہار　　لالہ آتش زن بصحرا بود و من می سوختم

اگر خاکم کنی یارب بکوے دلربا رفتم　　بپائے رہ نورداں تا کجا خیزم کجا رفتم
غرورِ نازِ ایامم کہ ہرگز سر فرو نارد　　اگر صد بار چوں رنگِ حنا در دست و پا رفتم
تو ہر جورے کہ خواہی کن ز من ہرگز نخواہد شد　　میانِ داد خواہی تو در روز جزا رفتم
بآبِ خضر کے لب تشنہٴ ناز تو رو آرد　　لبِ خود را انسازم تر چو در آبِ بقا رفتم

در کعبہ یہودیم و مسلماں بدر دیر　　آرام بجز خانۂ خمار نداریم
ما بندۂ عشقیم و مبرّا ز مذاہب　　با شیخ و برہمن سر پیکار نداریم
بلبل دلِ نالاں و خیالِ رُخِ او گل　　با بلبل و گلزار جہاں کار نداریم
بر عرض تمنا نہ دہی گوش چو امروز　　فرداست کہ با طاقتِ گفتار نداریم

از دلم چوں آہ آتشناک می آید بروں　　دود از ہر یک خس و خاشاک می آید بروں

چشم را بستہ درونِ دلِ یک خلق در آ　　ایں عجب کنج فراغ است چہ می بینی تو

دیارِ حسن می دارد بہارِ بے خزاں — ہیچ معشوقے نباشد درمیاں ہمتا سرو

ز رخ بندِ قبا را وا نہ کردی کاش می کردی — جہاں را برمنِ شیدا نگردی کاش میکردی
سرِ راہے بامیدِ نگاہے بر تو بگرفتم — فغاں کز شرم سر بالا نکردی کاش میکردی

دراول چشم روشن ساختی اے گوہرِ یکتا — درآخر چوں صدف در سینہ چاک انداختی رفتی

دارم من آشنائے کز روز آشنائی — ہرگہ دو چار گشتم پرسیدم از کجائی
بر نامدن زمنت از خانہ گر سرم راست — ما می رویم از خود بیرون در چو آئی
امید وصل جاناں ایں طالعم نباشد — عمرم رسید پایاں در بخت آز مائی
دیر و حرم بعالم فانوس یک چراغ اند — برہر دریکہ آئی پروانہ اش در آئی

از تو ناز و عشوہ می زیبد ز من عجز و نیاز — سرکشی از شعلہ آید از گیا افتادگی

مطلعات، افراد و رُباعیات

بساط اپنی میں تھا جو ایک دل سو وہ بھی کھو بیٹھا
مجھے مدت ہوئی پیارے میں اُس سے ہاتھ دھو بیٹھا

ہے سخت بیمروت وہ بت وفا کرے کیا
پر اب تو لگ گیا دل دیکھیں خدا کرے کیا

سودا کے لئے بر سر بازار ہوئے ہم
ہاتھ اسکے بکے جسکے خریدار ہوئے ہم

نہ پوج سنگ و گل اے شیخ اس صدا کو مان
مرے صنم کی پرستش کر آ خدا کو مان

اے میاں عشق کے ماروں کو کہیں ٹھور نہیں
دل نہیں، صبر نہیں، آپ نہیں اور نہیں

سُنکے یہ کہتا ہے میرے نالۂ جانکاہ کو
کیوں مجھے ایسا بنایا کیا کہوں اللہ کو

وہ سمندر ہے کہ جسکا نہ کہیں پاٹ لگے
کشتیٔ عمر مری دیکھئے کس گھاٹ لگے

میں کہتا ہوں دل اپنے سے کہ ننگ و نام سے گزرے
نہو یہ بات گر اس میں تو کیا آرام سے گزرے

رُباعیات

(۱)

مومن نہیں زنار سے میرے آگاہ — اس رشتہ کو ہے سبحۂ اسلام میں راہ
اس بُت کا برہمن ہوں کہ ہم صوفی و ہم شیخ — کہتے ہیں جسے دیکھ کے اللہ اللہ

(۲)

ہر سو تری تحقیق میں تھے ہم سرگرم — تھا گاہ یقیں کعبہ پہ گہ دیر پہ بھرم
پایا غرض آپ ہی میں تجھکو پر انکو — سجدہ جو کیجئے تو نہیں رہتی شرم

(۳)

اے شیخ حرم تک تجھے جانا آنا — یہ طوف جلاہے کا ہے تانا بانا
پہچانیگا واں کیا اُسے حیراں ہوں میں — جسکے حرمِ دل میں نہ تیں پہچانا

(۴)

میں دیر و حرم ڈھونڈ کے یارو ہارا — دونوں میں نہ پایا اُسے جز اندھیارا
دل داغ سے روشن ہوا جسدم مثل شمع — اپنا تن و جاں اپنے قدم پر وارا

(۵)

،زیر فلک عقبیٰ کہ یہ موجودات — ہر ایک کی ایک طرح کٹے ہیں اوقات
،شیخ کیا خوب یہ ہم نے تحقیق — شیخی و کرامت ہے بن آئے کی بات

(۶)

،دا کو میں پایا ہے وحدت سے مست — اُس سے نہ کسی شیشۂ دل کو ہے شکست
نوس وا اذاں سُنکے یہ بولے آزاد — اے برہمن و شیخ صدارا عشق است

(۷)

ے دوست تجھے دل میں تو پاتا ہوں سرور — آنکھوں میں تری ذات کو دیکھوں ہوں نور
ھ کنہ کو لیکن نہ کبھی پہنچا فہم — اے ایں ہمہ نزدیک تو کہتا ہے دور

(۸)

نوس کریموں میں نہیں یہ دستور — مفلس پہ کرم کرکے ہو وہیں مغرور
ملکتا ہے اگر شاخ ثمردار کا ہاتھ — پھل دیکے وہیں آپ کو کھینچے ہیں دور

(۹)

تنوں کا جہاں میں زر و مال ہے شکر — کتنوں کا ہی با دولت و اقبال ہے شکر
یوں شکر تو سب کرتے ہیں لیکن سودا — شاکر ہے وہی جسکو بہر حال ہے شکر

(۱۰)

ہرچند کیا ہم نے جہاں میں تحقیق — ہوتی نہیں ہم سے ایک دو کی تفریق
ے دل نہ شناوری میں ہو اسکے غرق — بحر توحید ہے نہایت ہی عمیق

(۱۱)

سودا پئے دنیا تو بہر سو کب تک
آوارہ ازیں کوچہ باں کو کب تک
حاصل یہی اس سے ہے کہ دنیا ہووے
بالفرض ہوا یوں بھی تو پھر تو کب تک

(۱۲)

اے بے تو مدام آب در دیدۂ من
مے خون دل خراب در دیدۂ من
ہر لحظہ مرا بطرزی گوید بختت
دیدار تو نی و خواب در دیدۂ من

قصیدہ

کیا حضرتِ سودا نے کی اے مصحفی تقصیر
کرتا ہی جو ہجو اُسکی تو ہر صفحہ میں تحریر
خوبیِ سخن سے ہے جو آفاق کا ممدوح
سو اُسکی تو اور اُسکے سخن کی کرے تحقیر
جو شاعری ہے غیرتِ نقاشیِ مانی
جن شعر سے شرمندہ ہے بہزاد کی تصویر
جو شاعری پہنچی ہے فرنگ و صفہاں میں
اور لیکے عرب تا عجم اُس نے کیا تسخیر
کرتا ہی تو اُس شاعری کی ہجو و مذمت
جو شاعری خورشید کی صورت ہی جہانگیر
یہ سُنکے جو پُر مغز ہیں کہتے ہیں تجھے پوچ
اور پوچ ترا زپوچ تری جانتے ہیں تقریر
فضل و ہنر و علم میں گذرے ہیں جو کامل
ہر اک سے رہے ہیں وہ مقرِ اپنے بتحقیر
اس مرتبہ نفس اپنے کے تھے کسر کئے در پے
خالق نے کیا تھا تب انھیں صاحب توقیر

غرور جو اتنا ہے تو اس بے ہنری پر
کیا کبر و منی سے تری طینت کا ہے تخمیر

مذرے ہیں جو استاد سخن اپنے وہ اشعار
سب کر گئے ہیں فخر و مباہات میں تحریر

بے بہرہ معانی سے سخن بسکہ ہے تیرا
لفظوں میں ارادہ ہو ترا کیونکے گرہ گیر

سودا کے تئیں کہتے ہیں تھا شاعر مغلق
کیا مصرعہ بے ربط کیا تو نے یہ تحریر

سو شاعری اسکی تو طبیعوں پہ عیاں ہے
بیمعنی ترا اس سے ہے زیادہ یہ بہ تسطیر

سودا کو کوئی شاعرِ مغلق نہیں کہتا
یہ خلق پہ ہے از رہِ بہتاں تری تقریر

کہتے ہیں وہ خلّاق معانی تھا جہاں میں
مذکور جہاں آئے ہے سودا کا بہ تذکیر

ردی ہے بلاغت پہ تری لعن بلاغت
سن تیری فصاحت یہ فصاحت کی ہے تقریر

اے مصحفی جانے ہے تو اپنا جسے دیواں
نفرین خلائق کی ہے گویا کہ وہ جاگیر

جو مانی و بہزاد سے رکھتا ہے زیادہ
صورت کشی معنی و مضمون میں تشہیر

مضمون و معانی سے نہیں بہرہ کچھ اسکو
کٹیو وہ زباں جس سے تو کرتا ہے یہ تقریر

رکھ چشم حماقت پہ ذرا عقل کی عینک
باریکیِ مضمون کی دیکھ اسکی تصاویر

پرواز معانی کے ہیں کس رنگ سے چہرہ
اور کیسی صفائی سے ہیں ان چہروں کی تحریر

سودا کی جو تحریر معانی ہے مساوی
تب اس سے ہو تیری بجو وہ بیہودہ ہے تقریر

ٹک دیدہ تفہیم سے تو دیکھ وہ دیواں
تا سیر مرقع سے طبیعت ہو تری سیر

آئینہ عروسان معانی کا ہے گویا
از بسکہ پر از نور و صفا اسکی ہے تقریر

دیوان کو مدوّن نہ کیا بلکہ جہاں میں
وہ ایک پری خانۂ چیں کر گیا تعمیر

حسن و سخن و لطف بیان دیکھتا اُسکا　　اور بکتا نہ ہذیاں یہ لے داہیوں کے پیر

سودا کے سخن کی تئیں اُستاد تو اپنا　　کرتا اگر اے جُرعہ کشِ بادۂ تقصیر

اس طرح سے میدان میں تقریر و بیاں کے　　یہ ٹھوکریں کھا کھا کے نہ ہوتا زبر و زیر

سودا کے سخن کو وہ دیا حسن خُدا نے　　سُنکر جسے تحسین کو دُشمن نہ کرے دیر

فکر اُسکی نے بخشا ہے معانی کو جو کچھ رنگ　　یوں لعل کو دے رنگ نہ خورشید کی تنویر

وہ مخترعِ طرز کہ طرز قدما پر　　کھینچا خطِ نسخ اسکی ہے خامہ نے یہ تحریر

کیا ربط سخن کو ترے سودا کے سخن سے　　ذرّہ میں کہاں مہر جہانتاب کی تنویر

گذرا ہے وہ عالم میں اک اُستاد زبردست　　کیا کیا کروں اوصاف سخن اُسکے میں تحریر

خوبی معانی کہوں یا بندشِ الفاظ　　پاکیزہ بیانی کہوں یا صافیِ تقریر

تھی ریختہ کی قدر حزف ریزہ سے کمتر　　دی اُس کی زباں نے گہر و لعل کی توقیر

عالم میں وہ اِک قلزمِ ذخار سخن تھا　　مضموں گہر اور آپ تھا غوّاص گہر گیر

شبنم نہیں گلشن میں دمِ صُبح گلوں پر　　دیکھ اُسکی معانی کو ہیں عرق خوے تشویر

تھا اہل ولایت سے وہ اور شاعرِ عالم　　اُسکا ہجا ہو نہ سکا کوئی گلوگیر

کی ہجو ہر اک شخص کی ہر چند کہ اُس نے　　پر اس سے طرف اُسکے نہ عائد ہوئی تقصیر

ایجاد کیا اُس نے جس طرز و روش کو　　سو اُسکے ہی خامہ پہ ہوئی ختم وہ تحریر

جب تک کہ نہ ہو سنگ نہو رنگ نہ ڈھنگ　　پاتا ہے سخن کب گہر و لعل کی توقیر

مناظرہ

اشرف علی خاں نامی باخلاق مہذب   تھے عمدہ گھرانے سے وہ اک مرد توقیر
تھا شعر کا شوق انکو جوانی سے نہایت   مصروف اُسی میں رہے جبتک کہ ہوئے پیر
اک عمر کے عرصہ میں بہت شوق و شفقت سے   اُن خاں نے کیا تھا غرض اایک تذکرہ تحریر
دل جمعی تھی منتخب اپنی سے سو اُن کے   جی میں کسی آگہ کے دکھانے کی تھی تدبیر
مذکور سُنا فارسی گوئی کا مکیں کے   اشرف علی خاں نے جو بافواہ جماہیر
دل اُنکے میں آیا اسے لیجائیے اُس پاس   رکھے ہے وہ اس شہر میں استادی کی تشہیر
اس تذکرہ کو لیگئے القصہ وہ اُس پاس   تا دیکھیے وہ اُس تذکرہ کے شعر بتاخیر
جو شعر ہو چُست اُسمیں کرے صاد وہ اُسیر   اور سُست کے احوال کو دیوے نہ وہ تغریہ
دکھلایا جب اُس تذکرہ کو خاں نے مکیں کو   تب عذر دماغ اپنا بیاں کر وہ بتکریر
تصحیح رکھی اسکی کئی شرط پہ موقوف   جو جو اُسے منظور تھا لا اُس کو بتقریر
جسدم نہ کی اُن شرطوں کی اشرفعلیخاں نے   لایا جو بتکرار وہ اقبال میں تاخیر
ہاتھ اپنے سے اک بند پہ لکھا اُسنے وہ شرطیں   جو باتیں کہ پائیں تھیں قرار اُسکی بتدبیر
پھر اُن سے کہا کیجئے مُہر اپنی اب اس پر   تا ہووے باشاد مزیّن یہ تحاریر
اصلاح کی لکھوا سند اشرفعلیخاں سے   وہ متکئے مسندِ تعلیم جماہیر
اس طرح ہوا تذکرہ ادبر متوجہ   کرتی ہے زباں جسکے بیاں کرنے میں تاخیر

ابکار مضامیں و معانی کے سب اُسنیں
تھی زادہ طبع اُنکی جو گذرے ہیں مشاہیر

تن پر نہ رکھا ایک کے سر اُنہیں سے اُسنے
لی ہاتھ جو ظالم نے قلم اپنے کی شمشیر

آئے وہ سب اس طرح بزیرِ قلم اُس کے
جوں فوج گنہگاروں کی آئے تہِ شمشیر

پہنچی یہ خبر جس گھڑی اشرف علی خاں کو
سُن انکے اس احوال کو حالت ہوئی تغییر

اُس حال سے آئے جو افاقے میں وہیں جلد
پاس اُسکے سراسیمہ و مضطر گئے جوں تیر

احوال کو خاں کے جو وہ دیکھا متغیر
تا دیر تبسم سے رہا غنچہ کی تصویر

پاس اُسکے سے القصہ وہ بیش آئے خشونت
اُس تذکرہ کو لائے اُٹھا سخت ہو دلگیر

لا گھر میں جو اُس تذکرے کے حال کو دیکھا
سودا کنے لا اُسکو لگے کرنے یہ تقریر

اس ظلم کا انصاف کرو دو مری تم داد
میں ورنہ گریبان کو ڈالونگا ابھی چیر

سودا نے کہا خاں سے کہ انصاف کی خواہش
ایسی ہے اگر آپ کو تو کیجئے مت دیر

انصاف طلب ہوجئے اُن اشخاص سے جاکر
جو فارسی گوئی میں ہیں بالفعل مشاہیر

میں ریختہ گو ہوں مجھے رکھئے معاف آپ
دکھلائیے اسکو انھیں اچھی ہے یہ تدبیر

رنجیدہ و آزردہ ہو سودا سے یہ سُنکر
ڈیرہ کو گئے اپنے وہ با حالتِ تغییر

اُس تذکرے کو ڈال گئے تھے وہ خفا ہو
اس واسطے سودا کے رہا پاس وہ تا دیر

ناچار ہوا اُس پہ وہ ہوا جب متوجہ
جس جا کہ اُن اجزا میں تھی اصلاح کی تحریر

دیکھے تو غضب طرح کا ہے قتل مچایا
ہاتھ اپنے میں لے اُسنے قلم کا تبر و تیر

اُستادوں کے وہ شعر کہ ہر حرف جنھوں کا
دیوان فصاحت کے کتابہ کی ہے تحریر

سیکے تئیں کاٹا ہے بنایا ہے بگاڑا — ہر شعر کے معنی کو کیا ہے زبر و زیر

ٹا کوئی مصرع کوئی مصرع ہے بنایا — بے معنی کوئی لفظ کہ اُس کی لکھی تقریر

منی سے گذر کے کہیں لفظوں کی رعایت — لفظوں کا تبدّل کہیں معنی کی ہے تغییر

ٹھہرایا ہے بے معنی کوئی مصرع اُستاد — مصرع کوئی بے معنی کہ اس میں کیا تسطیر

بھا ہے کہیں شیخ یہ بے علمی کا ایسا — پھیرے کہیں لفظ اُسکے جو تھی شیخ کی تقریر

لھی ہے کسی شعر کی تقریر بہ تضحیک — سمجھا نہ کہ ہے اپنی ہی نافہمی کی تقریر

رڈالے قلم خوردہ کہیں صفحہ کے صفحہ — خط کھینچ کے اوراق کے اوراق کئے قیر

لے سعدی سے تا جامی و خسرو سے حسن تک — لے مولوی روم سے تا محسن تاثیر

جو تھے متقدم متوسط متاخر — ذات اُنکی ہوئی شاعری کی بانی تعمیر

وہ تذکرہ اُن سب کے سخن سے تھا مزیّن — قاصر ہے ثنا جنکے میں آفاق کی تقریر

اُس تذکرہ پر ہات وہ اس طرح کیا صاف — جس طرح سے چورنگ لگاتے ہیں بشمشیر

سودا ہوا اُس دم گل تصویر سا حیراں — یوں دیکھی جب اُسکی وہ چمن بندی تحریر

بعد اُسکے اتفاقے میں جو آیا تو یہ سمجھا — نزد اُسکے اس اصلاح میں کچھ ہوئیگی تدبیر

اُستاد فلک رتبہ کہ ہے خلق کے نزدیک — از روئے شرف خاک رہ اُنکی بہ از اکسیر

کرتا ہے کلاموں کو جو اُن شخصوں کی اصلاح — اُستادوں کی اُستادی کی وہ ٹھونک ہم وزیر

سودا کے ہوا دل کو یقیں دیکھ یہ احوال — وقت اپنے کا وہ شخص بلاشک ہی بڑا پیر

مشتاق سخن اُسکا ہوا تا کرے دریافت — اُستادوں کی اُستادی کی کیفیتِ تقریر

اُستادوں کے اشعار پہ اغلاط کا اطلاق کر کے جو کرے ہے سخن اُنکا زبر و زیر

آگاہ ہوا اِس فن سے جو اس طرح سے اُسکے صحت سے عجب کیا ہی کہ طینت کا ہو تخمیر

ہے شاعری میں جو کوئی اِس طرح کا محتاط اور نکتوں کی چھنی میں وہ ہے خلق میں تشہیر

جو شخص کہ ایسا ہو وہ کب اپنے سخن کے اغلاط کو اور سقم کو رکھے گا گلوگیر

ازبسکہ وہ مشتاق سخن کا تھا کمیں کے پہنچانے کے تھا اُسکے بہم درپئے تدبیر

سودا کنے دیوان کمیں لے گئے آخر عرصہ میں کئی روز کے اک صاحبِ توقیر

اُس کو بتامل جو لگا دیکھنے سودا جو اُس میں کہ الفاظ معانی تھے گرہ گیر

اشعار میں اُسکے جو نئے طرز سے دیکھے آئینہ میں ہر لفظ کے اِک معنی کی تصویر

اُس شاعرِ ذی ہوش کی تعریف میں اُسنے کس خوبی سے تب ایک رسالہ کیا تحریر

القصہ ہوا جب وہ رسالہ مترتب اور پائی ہر اک سمت میں ذکر اُسکے نے تشہیر

لکھنے کا رسالہ کے جو پہنچا اُسے احوال جاں اپنی اُسے شان کا وہ موجبِ تکسیر

بھیجے بتا اتھا کے تئیں وے شعر کے اسناد پاس اُسکے جو عالم میں تھا یکتائے مشاہیر

سودا کے جو ہیں شعر کمیں مورد ایراد ہیں طرفہ مضامین و معانی کے وہ تسخیر

یک شعر ازاں جملہ یہ لکھتا ہے کہ جسکا ہر لفظ ہے نخچیر معانی کے لئے شیر

مضمون کو اس فارسی کے شعر کے موزوں گر میں نے کیا ہندی میں اس طرح سے تسطیر

تھا دل مرا محفل میں گرفتہ قدح آسا صہبا نے کی ہوئی کی شگفتہ میری تدبیر

سودا کی یہ اُس شعر پہ حجت ہے کہ تونے کس واسطے باندھا ہے قدح کے تئیں دلگیر

دے گئے ہین قدح کو وہ گل لالہ سے تشبیہ — جو ڈال گئے شعر کی بنیاد کی تعمیر

ہے شکل گل و لالۂ شگفتہ کہ گرفتہ — بیہودہ واہی نکر اس رنگ سے تقریر

صورت گل و لالہ کی اگر ہوتی گرفتہ — کب کرتی پیالہ کی تشابہ سے وہ تدبیر

معنی کے سوا بندش الفاظ کے اسکے — سودا نے رسالہ مین مفصّل لکھی تقریر

اوستاد کا تب شعر سند شعر کے اپنے — پھر اوسنے دیا کر کے بقا کے تئین تحریر

اوستاد کے اوس شعر کے مضمون کو بھی مینے — الفاظ مین ہندی کے کیا لا کے گرہگیر

کیا بادہ خوشی دے مجھے جب ہجر مین تیرے — نظرون مین قدح ہے دل بگرفتہ کی تصویر

ہر چند کہ معنی مین ہی دونو کے تناقض — لفظون کے تشابہ سے کر اوستاد کی تدبیر

اس شعر کو لکھ کر دیا تھا اوسنے بقا کو — یہ کہہ کہ یہ استاد دکھا کر تو اوسی زیر

جس وقت کہ دکھلا چکے سودا کو یہ استاد — پھر کیجو طرف میرے تو اوس سے یہ تقریر

لے سکتے سبھی شعر ہین اسطرح ہمارے — ہے اونکے سمجھنے مین تری فہم کی تقصیر

سودا نے کہا اوس سے کہ اے فہم کے دشمن — لا شعر کے معنی کو سمجھ کر تو بتذکیر

یہ شعر ہے تائید ہمارے ہی سخن کا — سمجھا نہین تو معنے کا اسکے زبر و زیر

اوس شعر مین اوستاد کا جو کچھ تھا ارادہ — سودا نے کیا آگے بقا کے اوسے تقریر

جب شعر نہ ٹھہرا وہ سند شعر مکین کے — تب اون سے اوٹھا ہو کے بقا ملزم دلگیر

اون بیتو نکا احوال کہا آ کے مکین سے — اون دونو کے مضمون کا جو آپس مین تھا تغییر

جب بند ہوئے شاعری مین تب اونھون نے اپنے — خفت کے مٹانیکے لیے سوجھی یہ تدبیر

بہتر ہے کہ سودا کے تئین دیجیے خفت
یہ مشورہ ٹھہرایا بلا سب کو مکین نے
سودا کو پکڑ لاؤ تم اور دو اوسے خفت
آ کے وہ دل و جان سے قبول کر کمر باندھ
آئے تھے ہم جمع ہو ہتھیاروں کو لے لے
گھر اپنے مین بیٹھا وہ عذرا ونکی سے غافل
پیش آیا بتعظیم وہ اخلاق سے اون ساتھ
یہ بولے وہ سب بیٹھتے ہی تمکو مکین نے
سودا نے کہا اس گھڑی مجکو خفقان ہے
کل آؤنگا مین اون کنے کہد و یہ تم اونسے
یہ سُن چھُری اک شخص نے کو کہا او کرے یہ بیہودہ
کہنے لگے لیجا ئینگے ہم تمکو اسی وقت
اور لے لو رسالہ کو جو لکھا ہے وہ تمنے
سودا نے اون اشرار کی دیکھی جو یہ شدت
ناچار میانے کو ننگا اوسنے وہ بیٹھا
اونہین سے چھُری کھینچ وہ ہین آنکے جلدی
اس طرح سے جب لیچلا تنہا اوسے پا کر

تا خشک جھونکا ہو ہماری خوی تشویر
جو شیخ بچہ او سکے تھے درحیطۂ تسخیر
اونسے جو یہ ایرا دلکھے ڈالو اونہین چیر
کہنے کو سمجھ اوسکے کیا اونے جو تقریر
سودا کنے اشرار وہ برعزم زد و گیر
ناگاہ یہ وارد ہوئے لے خنجر و شمشیر
اونکو وہ نہ سمجھا کہ یہ ہین مایۂ تذویر
جلدی ہی بلایا نکرو چلنے مین تاخیر
بیج جائیے اور کیجیے موقوف یہ تقریر
جاگیر نہین ہے جو کرینگے مجھے تغیر
اور سر پہ کھڑے دو ہوئے ہو لے برہنہ شمشیر
چلنے مین مکین کے کنے ہرگز نکرو دیر
جانے کی نہین پیش تمھاری کوئی تقریر
سمجھا کہ کرینگے نہ یہ بد ذاتی مین تقصیر
جب دیکھی کوئی اوسنے بجز اسکے نہ تدبیر
چڑھ بیٹھا نے میانے مین بھی اک نطفۂ خنزیر
وہ لشکر شیطان و غا پیشۂ بے پیر

گھر اوسکے سے لے پہونچے تھی تا اوس قدم اوسکو ناگاہ تماشا یہ دکھائے اوسے تقدیر

نواب سعادت علیخان ہاتھی کے اوپر یا فوج دشمن اوس گھڑی آکر ہوئے رہ گیر

دیکھیں تو ہی میرزا رفیع ایک میانے کے اندر اور گرد ہے بس میانے کی اک جمع تھا بہیر

سودا سے لگے پوچھنے یہ ماجرا کیا ہے سنکر کے اوس احوال کی کچھ تھوڑی سی تقریر

بٹھلا لیا نواب سعادت علیخان نے سودا کے تئین اپنی خواصی مین بتوقیر

آمادہ وہ نامرد ہوئے بھاگنے کو سب اوس حال کو دیکھ اونکی یہ حالت ہوئی تغیر

سودا سے جو یہین ٹک متوجہ ہوئے نواب یک چشم زدن مین یہ ہوئے وان سی ہوا گیر

فرمایا یہ نواب نے وہ ماجرا سن کر یہ بھاگ نجاوین کہین کر لو انہین زنجیر

تا اونسے خبردار ہوں جاتے رہو وہ یون جسطرح کمان سخت مین سی جائے نکل تیر

جب زبر کے گھر اپنے کہ اک آن مین پہونچے ٹھہرے نہ کہین بیچ مین یہ بھاگے وہ بے پیر

آ شکر حقیقے تو یہ دی اونکو ہزیمت یون آگے کا احوال کیا خامہ نے تحریر

نواب جو سودا کے تئین لیگئے ہمراہ داخل ہو مکان مین لگے فرمانے یہ تقریر

حاکم نہیں اس عہد کا مجبور رہوں ورنہ تم دیکھتے دنیا مین جو اونکے تئین تعزیر

فرمایا پھر اوسکے تئین از راہ تفضل تم یان رہو یک چند کہ جانا نہین تدبیر

تم سے کرین پھر آن کے شاید کہ خلش وہ ان موذیوں کا بسکہ ہے بدذاتی سے تخمیر

سودا نے کہا یہ ہے میرا خانہ امید حق اسکو رکھے حشر تلک فیض کی جاگیر

اقبال خداوند سے اک خلق کو ہے راہ بادستی دیکدی زیر فلک پیر

آفاق مجھی جانے ہے اور بہتونکو مین بھی — احوال یہ لکھا نہین کچھ حاجت تقریر
آگاہ شرارت سے نہ تھا اونکے مین ہرگز — پیش آئینگے اسطور سے مجھ ساتھ وہ بے پیر
تکرار سخن کی تھی عداوت نہ تھی مجھ سے — کچھ اونکو یہ اونکی ہے فقط حمق کی تقصیر
شاعر کیلیے جنگ سخن کرنے کو باہم — بہتر نہین ہے تیغ زبان سے کوئی شمشیر
تیغ سخن اوسکی جو اصالت نہین رکھتی — اسواسطے شمشیر سے کی لڑنے کی تدبیر
کچھ مجکو نہ تھی اوس سے سخن اپنے کی تکرار — مجھپر نہ گوارا ہوئی اوستادونکی تحقیر
اصلاح دی اپنے تئین سمجھا کہ بنا مین — اوستاد اوھون کا ہین جو وہ اوستادِ مشاہیر
لکھا مین یہ اسواسطے تا نہ وسفیہان — اوستادونکے حرف آئے نہ در عزت و توقیر
خالص ہے اون اوستادونکا نقد سخن البتہ — ہے قلب نما سامنے جسکے زرِ اکسیر
نافہمی سے جب اوسنے لکھی اونپہ مطاعن — جلکر مجھے ناچاری سے تب سوجھی یہ تدبیر
دیوان کو منگا اوسکے مین جسطرح کہ اوسنے — اوستادونکے اشعار کیئے ہین زبر و زیر
مینے بھی اوسی طرح سے اشعار کیے اوسکے — باشرح دیا یان معنی کے تقریر کی تحریر
پر میرے اور اوسکے ہے یہ لکھنے مین تفاوت — بیجا ہے وہ تقریر و بجا ہے مری تقریر
احوال یہ کر عرض ہو نواب سے رخصت — کر آیا اوسی رات کو گھر اپنے مین شبگیر
پہونچی جب اوسے یہ خبر آفاق مین جو تھا — فریادرس آہو و کلہ شکن شیر
وہ آصف جمجاہ کہ عدل اوسکے سے دایم — شاہین ہا عہد اوسکے مین محکوم عصافیر
یہ شعلہ در آتش خشم دتھر کے اوسکے — اوس لحظہ بھی قائم ہی بیان جسکی مین تقریر

بجھتی نہ تھی آتش غضب و غصہ کی اوسکی
ہر چند کہ ارکان تھی بجھانے کی تدبیر

مختار تھا اوس عصر مین نواب کا نائب
لایا تھا ممالک کو وہ سب اپنی بہ تسخیر

فرمایا اوسے آصف دوران نی بلا کر
ان شیخونکی تمنے سنی یہ بدعت و تقصیر

ناحق متعرض ہوئے سودا سی وہ جا کر
واللہ کہ ہی اونکی خطا کی یہی تعزیر

کھدواؤ محلہ کو ابھی جا کے اونھون کے
اور منہدم اوسکو کرو جو اونکی ہو تعمیر

پھر اوسمین سے ایک ایک کو گنگا کی کرو پار
اخراج سبھونکو کرو لے طفل سی تا پیر

اور پہلے اوسی پار اوتروا دو کہ جسنے
بھیجا تھا اون اشرار کو از بہر زد و گیر

لاؤ مرے احکام کو تم جلد عمل مین
خاصہ مین نہ کھاؤنگا اگر اسمین ہوئی دیر

نائب نے جو نواب کی اوسوقت مین دیکھی
اس مرتبہ نار غضب و غصہ کی تاثیر

حیران تھا کہ کیا بات بناؤن مین کہ جسسے
نواب کے نزدیک معاف اونکی ہو تقصیر

تھا اوسکو سلوک اوس سی اوس ایام مین منظور
رکھتا تھا وہ شیخونکی بسر داری جو تشہیر

خاطر کا تھا پاس او وسکے جو مختار کو ملحوظ
از بہر رفاہ اوسکے یہ نائب نے کی تدبیر

ارکانون سی تب اپنی بلا کر کہا اوسنے
یہ کام کرو جلد کرو اسمین نہ تاخیر

سب شیخ بچو نکے تئین تا اور مکین کو
سودا کنے لیجا کی کرو اوس سی یہ تقریر

حاضر ہوئے ہین آکے گنہگار تمھارے
جسطرح انھین چاہیے اب دیجیے تعزیر

القصہ جو تھے نائب مختار کے ارکان
آ شیخونکے گھر مین وہ لگے کرنے یہ تقریر

سودا کے گھر اب تم چلو سب لیکے مکین کو
اسمین ہی بھلائی ہی تمھاری نکرو دیر

سودا کنے جسوقت کہ اونکو تئین لائے
خجلت سے ہر اک اونمین تھا غرق خوی تشویر

خفت سے اونھونکی تھا جو کچھ چہرونکا عالم
احوال وہ زنہار نہین قابل تحریر

سودا کے حضور اون سبھونکو لائے وہ اشخاص
اور بولے کہ ان خاطیونکی بخشیے تقصیر

سودا نے کہا انکی یہین تقصیر سے گذرا
سر آنکے مرے آگے اونھون نے کیے جب زیر

یہ کیا کرین آہین کہ مقدر مرا یون تھا
انسان کو لازم ہے رہے تابع تقدیر

رخصت اونھین سودا نے کیا عطر دے اور پان
حاصل یہ اونھین اس حرکت سے ہوئی توقیر

ہر کارے نواب آصف الدولہ کے تھے حاضر
جا عرض کیا دیکھ گئے تھے جو بہ تفسیر

سودا کے تئین لیچلے تھے جیسے وہ مردود
لیجاتی گھر اپنے اوسے بالفرض وہ تقدیر

پایا ہے اکیلا جو سلاطین کو اکثر
اسطرح سے یہان لے گئے لا خنجر و شمشیر

پرکندہ کیا اوسنے جو استادی کو اوسکے
اوس کندہ کی اب شکل و دشوار ہے تطہیر

سودا کا کشاکش وہ ہوا موجب عزت
اس سے بڑھی اور اوسکی تو استادی کی توقیر

اللہ جو اشخاص تو کرتا ہے مقرر
اونکے لیے ہر امر مین عزت کی ہو توقیر

شاعر کے تئین کام ہے کیا تیغ و سپر سے
جب لڑنیکو دی حق نے زبانسے اوسکو شمشیر

اثبات قصدا اسکے ہوا تیغ زبان کا
جسدن سے کی با تیغ و تبر لڑنے کی تدبیر

اے مصحفی اسطرح سے یہ سانحہ گذرا
جو تو نے بقا ساتھ کیے معرکے تحریر

بد ذاتی مین کچھ شبہہ نہ تھا اونکی ولیکن
خفت سے اوسکو ن دی عزت جسے تقدیر

ہے سُننے کی یہ نقل کہ اس جنگ و جدل مین
جس سے پڑی افساد کے بنیاد کی تعمیر

سودا سے کئی روز کے بعد آکے بقا نے — اوس بخشش ماضی کا کیا عذر تقاصیر

اور کہنے لگا یہ کہ بلا شک ہو مسلم — اوستاد تم اس فن مین باقرار جہانگیر

یہ عرض ہے میری جو قبول اسکو کرین آپ — انسب ہے مری فہم کے نزدیک یہ تدبیر

دیجے مرے دیوان کو اصلاح کی تشریف — تا اہل سخن مین ہو سخن کو مرے توقیر

ہر چند کہ تھا ننگ کا سودا کو یہ موجب — پر خُلق سے اقبال مین کی اوسکو نہ تاخیر

آیا کیا لینے کے وہ اصلاح کی خاطر — دیوان جو کئی جز کا تھا کر اوسکو بغل گیر

دیوان کے اصلاح تلک رکھی یہ صحبت — کی وقت مین اصلاح کے ہرگز نہ کبھو دیر

دیوان کو کیا اوسنے جو اصلاح سے فارغ — بعد اوسکے معًا اوسکے تئین سوجھی یہ تدبیر

شاگرد مین سودا کا ہوا آکے و لیکن — ہو دیگا کہین سنکے اس احوال کو دلگیر

شاگردی سودا کی وہ بیعت شکنی کر — لا حجت و بموجب و بے ربط بہ تقریر

اوس طوق اطاعت سے نکل اپنے گلے مین — جا ڈالی پھر اوس سلسلہ کی پاؤن مین زنجیر

برگشتہ ہو کہنے لگا بیہودہ و واہی — مجذوب کے مانند وہ جذبے کا ہو تسخیر

یہ تونے سنی معرکہ آرائی بقا کی — اوس کذب کو دھو ڈال کر اس صدق کو تحریر

سودا سے ہو کسطرح بقا معرکہ پرداز — خورشید کا ذرہ نہ کبھو ہووے گلوگیر

اوستاد کے بھیجے سے تو آنے کو بقا کے — گر معرکہ سمجھے تو ہے ایسین تری تقصیر

اے واہی کیا تذکرہ مین تونے ہی اپنے — مذکور کو سودا کے عجب طرح سے تحریر

اوس شہرۂ آفاق کے احوال کو کوئی — لکھتا ہے کئے رتبہ کی خفت و تحقیر

نسبت کری ہی سرقہ کی اور جہل کی اوس سے
رکھ بعضو نیہ عندیہ کی اپنے کرے تقریر

جہل اوسکی کا اور سرقہ کا رتبہ تجہی کھلتا
گر ہوتی تیری دیدۂ تفہیم مین تبصیر

جہل اوسکی کری ناز سد علم و ہنر پر
اور سرقہ نے طبع و دل عالم کیا تسخیر

ہر چند کہ ہین اوسکی مراتب تجہی ملحوظ
ہے اوسکی تجاہل مین حسد کی تری تقصیر

اس لکھنے سے قدر اوسکی نیکذرہ ہوئی کم
اور تیری حماقت کی زیادہ ہوئی تشہیر

اغلاط و توارد کا کرے اوسپہ تو بہتان
لعنت تری اس جھوٹ پہ ای مفتری بے پیر

لکھتا تو اگر یہ کسی گمنام کے حق مین
جب خلق کی نزدیک تھی سچی تری تقریر

اوسکا ہنر و فضل ہر اک دل پہ لکھا ہے
ذکر اوسکا نہ تھا کچھ ترا محتاج بہ تحریر

ہر فرد کی ہے پیش نظر تجہسے زیادہ
احوال کا اوسکے جو نقیر اور ہے قطمیر

جانے ہے اوسے ماہی و مہ ذرہ و خورشید
ہے بسکہ وہ آفاق مین مشہور مشاہیر

ایسا نہین گذرا ہے جہان مین کوئی ابتک
اور بعد کو ہونگی خبر رکھتی ہے تقدیر

ذکر اوسکا ہے لکھنا ترا ایسا کہ جہان مین
ذرہ کرے خورشید کے احوال کو تحریر

گر نظم و گر نثر مین جو یہ تو نے بکا ہے
کچھ شان کی اوسکی نہین شایان وہ تقریر

کیا ہجو تری اوسکی اگر مدح کرے تو
ہو رتبہ و قدر اوسکی کا وہ موجب تحقیر

دھو پہلے تو با مشک و گلاب اپنے دہن کو
اوس شخص کا تب لا بزبان اسم بتوقیر

کس واسطے گذرا ہے وہ مقبول طبائع
تو آپ ہی کہے یہ اوسے اے داہیونگے پیر

مقبول اوسی جانے ہے تو مقبول کو مردود
کرتا ہے تو پھر کس لیے ہر شعر مین تحقیر

اوسکا ہی بھرا دلمین حسد تیری و لیکن
تقریر و بیان کی ہی سلیقہ کی یہ تقصیر

شدت سے حماقت کی ٹھہرتا نہین یکجا
لکھی ہی کہین مدح کہین ذم کرے تحریر

یا چھائی ہوئی اوسکے سخن کی ہی جو صولت
اسواسطے کرتا ہی تو بھٹکی ہوئی تقریر

کہیئے اوسی خورشید سپہر سخن و شعر
انوار کلام اوسکا ہی از بسکہ جہانگیر

اوروں کے تئین نسبت ذرات ہے اوس سے
ہین ریختہ گو جتنے کہ گمنام و مشاہیر

یون اوسکے سخن سے ہی نمود سخن خلق
جون پرتو خورشید سے ذرات کی تنویر

اے مصحفی ہر ایک کے حسب و نسب سے
اسطرح ہوا کب تو خبردار و خبرگیر

ہین نارسی کے تذکرے بیحد و نہایت
دیکھا اونمین کہ مسطور سی مذکور ہین تحریر

البتہ کہ سب ایک سے ہوینگے نہ شاعر
ہر ایک کا یکسان نہین اندیشہ و تدبیر

لازم ہی سخن کی تئین پستی و بلندی
ہوتی ہی جدی طرح سی ہر فکر کی تقریر

پر ثبت کیا اونمین سی جن جنکے سخن کو
ہر ایک کے احوال کو لکھا ہے بتوقیر

وہ کون ہی جس شخص کی احوال کو تونے
لکھا نہین بے رتبہ و بدطور بہ تحقیر

اس تذکرہ مین تیری کسی شخص کی حقمین
اظہار معائب کے سوا کچھ نہین تذکیر

معلوم ہوا اس سی کہ تھا تجکو یہ منظور
پرسے مین کری تذکری کے ہجو جماہیر

جس جسکا بھرا ہی حسد و کین تیری دلمین
کرتی ہی اوس احوال کو ظاہر تری تقریر

ماہر کے لکھا حق مین کہ وہ بیخبری سے
بنیا نو سے کور ہی نزدیک بتقدیر

اودر ہین وہ خبردار جو اوس سے تھی نزدیک
یہ اپنی طرف تونے کنایہ کیا تحریر

یعنے کہ مین گو صحبت سودا مین نہ پہونچا
منہ اپنے سے جو چاہے سو بکے پر نہ رکھے ہے
تحقیر کر اوس سید پاکیزہ نسب کی
ایک مین کہون تجھ سے سخن واقعی تیرا
نے دوستی سودا سے ہے نہ دشمنی تجھ سے
ساری یہ بر دستی خوبی سخن سے ہے
جو گذرے ہین مقبول خدا اونکی سخن سے
مقبول نہ ہووے کی طرف سے خدا کے
تو کیا کہیگا اور کہیگا کوئی کیا اور
سب ریختہ کہتے ہین ہم سودا کے سخن کو
لگتا نہین کہاتی ہے کسی بات مین اوس سے
یہ نکتہ ہے آویزہ گوش دل دانا
قائم نرہا کوئی میدان مین اوسکے
شہباز خیال اوسکا رکھے تھا نہ چنگال
دی قدر نگس کی تجھے اور اوسکو ہما کی
عاقل ہی سکی تو احمق سی ہے ایک ایکتا غالب
اومین تخلص سے خامہ کی سر کر کے یہ گذارش

پر مینے سخن اپنے کو دی ایسی ہی توقیر
بے رتبہ کئی شعر تری خلق مین تشہیر
لی تونے عبث لعنت و نفرین کی جاگیر
تفہیم مین اوسکے نکرے فہم جو تقصیر
دنیا مین کسی شخص کو بیج جان یہ تقریر
کرتی ہے جو عالم کے دلون کی تسخیر
دکہلا خلائق یہ ہے جیسا ہے ہر شی تاثیر
پیش آمین نہین جاتی ہے کچھ سعی تدابیر
شاعر تجہان جتنے ہین ہے خورد و کہ تا پیر
جو حق نے دیا ہے شرف و عزت و توقیر
یون کہنے کو لوگ گو انکو تو اوستادی ہین میر
ہر چند کہ احمق کے جگر کے لیے ہے تیر
زعم اپنے مین گو بیشہ معنی کا ہے شیر
تھے جتنے معانی و مضامین کے نخچیر
جس روز کہ تقدیر نے تقسیم کی تدبیر
ہرگز نہ ہٹے آگے سے ایک ایک کے جو زیر
دیکھے جو طرف دار تمکین کوئی یہ تحریر

لادے نہ وہ ہرگز خفگی طبع مین اپنے — کسو واسطے ہی واجبی درست یہ تقریر

اور اوسمین جو بہتان کا اوسکی ہووے تردد — اول نہ رسالہ کی طلب مین کرے تاخیر

پھر اوسکو قسم ہی کہ تعصب کو اوٹھا کر — پڑھنے مین نہ اک حرف کے اوسکی کرے تقصیر

اول سے لے آخر تلک اوسے غور سے دیکھے — بغض و حسد و جہل کو کر طبع سے تغییر

نکتے وہ کیے اوسمین بیان اونے کہ جنکو — دیکھ اوسکی طبیعت کے مقر ہو خرد و بیر

لاحل ہین اگر معنے اشعار مکین کے — کس خوبی سے حل کر اونھین لایا وہ بتقریر

کس لطف سے الفاظ و معانی مین کیا دخل — اشعار کے اوسکے کہ اونھین کر دیا تصویر

رکھتی تھی عجب معجزہ بے علمی سودا — علاّمونکا اللہ نے جاہل کو کیا پیر

بغض اور عداوت کو جگہ دلمین نہ دیکر — دیکھ اوسکے رسالہ کا نقیر اور تو قطمیر

بعد اوسکے تو انصاف سے کر غور کہ عائد — اور دونون مین سے کسکی طرف ہوتی ہے تقصیر

مختار کیا تجکو مین ہو کر کے حکم تو — وہ کر کہ ہو جسپر متقاضی تری تدبیر

کچھ شعر کی باتین نہین ایمانی و دینی — بد کہنے سے جنکو ہو کوئی داخل تکفیر

اوستاد نہین باپ کی گر بات بری ہو — اچھی نہین کیجاتی بجنگ تبر و تیر

اس بات کو سچ جان کہ پیدا کرے معنے — شاگردونکے لڑنے سے نہ اوستاد کی تقریر

احمق ہی سو جھانسے قباحت جو کسو کی — ممنون نہو اور لیکے لڑے اوس سے وہ شمشیر

سودا و مکین مین پڑی اوس سے ہی لڑائی — تھے ورنہ ہمیشہ ازین جون شکر و شیر

کہنے سے ہو گر کوئی نبی یا ولی کوئی — تو اوسکی خطا سے بری و پاک ہو تقریر

ممکن نہین یہہ بچائے ہم رتبہ معصوم — بالفرض ہوا شعر مین خاقانی کا بھی ابہہ
سہو اور خطا ہے بشریت کا لوازم — انسان جو ہی ہر امر مین ہی مصدر تقصیر
پاک اپنے تئین جانے جو انسان خطا سے — بے شبہہ بیشک جرم و خطا کا ہی وہ تسخیر
عیب دگران کے تئین ہر یک نگران ہے — کچھ اوس سے کسی شخص کی بڑھتی نہین توقیر
تیزی نظر عقل کو دی حق نے جنہون کے — عیب اپنے بجز چشم کے گند انکی ہی تنویر
آفاق مین جو عقل سے معذور ہین انکی — اور انکی خطا جوئی یہ مصدر انکا ہی تدبیر
حمق اپنے سے اور ونکی ہنر کو جو کہی عیب — کیونکر نہ خطا بینونکا ہو وے ہدف تیر
حال اونکے سے اک شعر نظیری ہی مطابق — اسواسطے مضمون کو کیا اوسکے مین تحریر
یک عمر بکا دوستونکا عیب جہان مین — دشمن سے سن اپنے تو ذرا وصف کا تذکیر
اکمال سمجھتے ہین معروف تیری جسکو — کس نقص سے اوسکے تئین کرتا ہی وہ تقریر

قصیدہ در مدح پیغمبر

ہوا جب کفر ثابت ہی وہ تمغائی مسلمانی — نہ ٹوٹی شیخ سے زنار تسبیح سلیمانی
ہنر پیدا کر اول ترک کیجے تب لباس اپنا — نہو جون تیغ بی جوہر وگرنہ ننگ عریانی
فراہم زر کا کرنا باعث اندوہ دل ہووے — نہین کچھ جمع سے غنچہ کو حاصل جز پریشانی
خوش آمد کب کرین عالی طبیعت اہل دولت کی — نہ جھاڑے آستین کہکشان شاہونکی پیشانی
عروج دست ہمت کو نہین ہی قدر بیش و کم — سدا خورشید کی جگ پر مساوی ہے زر افشانی

گری ہے کلفت ایام ضائع قد مرد نکی — ہوئی جب تیغ زنگ آلودہ گم جاتی ہی بیجانی
اکیلا ہو کے رہ دنیا مین گر چاہے بہت جینا — ہوئی ہی فیض تنہائی سی عمر خضر طولانی
اذیت وصل مین دونی جدائی سی ہی عاشق کو — بہت رہتا ہی نالان فصل گل مین مرغ بستانی
موقر جان ارباب ہنر کو بے لباسی مین — کہ ہو جو تیغ با جوہر ادسی عزت ہی عریانی
برنگ کوہ رہ خاموش حرف ناسزا سنکر — کہ تا ابد گو صدائے غیب سے کھینچے پشیمانی
بہ روشن ہی برنگ شمع ربط باد آتش سی — موافق گر نہو وے دوست ہی وہ دشمن جانی
نہین غیر از ہوا کوئی ترقی بخش آتش کا — نفس جب تک ہے داغ دل سی کر قربانی کیونکہ ہو
گری ہی دہر زینت ظالمون پر تیرہ روزی کو — کہ زیب تک چشم یار سرمہ ہی صفاہانی
طلوع مہر ہو پامال حسرت آسمان دیر — لکھونگا پھر غزل گر اس زمین مین مطلع ثانی
سبب نادان ہین جنکو ہی عجب تاج سلطانی — فلک بال ہما کو دم مین سونپے ہی مگس رانی
نہین معلوم ادسنی خاک مین کیا کیا ملا دیکھا — کہ چشم نقش پا سی تا عدم نکلی نہ حیرانی
اری آہ دل تیرا نہ نرماوے تو یا قسمت — وگرنہ دیکھ آئینہ کو پتھر ہو گئے پانی
بی زلفون سی اپنی ردسیاہی کہہ نہین سکتا — کہ ہی جمعیت خاطر مجھے ادنکی پریشانی
انہ مین نہین کھلتا ہی کار بستہ حیران ہون — گرہ غنچے کی کھولی ہی صبا کیونکہ با آسانی
بدن کی ہاتھ سی سر تا قدم کا بند آشنا ہون — کہ اعضا دیدہ زنجیر کی کرتے ہین نگرانی
بھا جگ مین رسم دوستی اندوہ روزی نے — مگر زانو سی اب باقی رہا ہی ربط پیشانی
بختی مین الکسوۃ انہین طول امل لازم — نمط خامہ کی سر کٹ جائیگی ایسی بان مانی

سمجھ آنا قباحت فہم کب تک یہ بیان ہوگا
ادائے چین پیشانی و لطف لفظ طولانی

خدا کے واسطے باز آ تو اب ملنے سے خوبان کے
نہین ہے اوس سے ہرگز فائدہ غیر از پشیمانی

نظر رکھنے سے حاصل اونکی چشم و زلف کے اوپر
مگر بیمار ہووے صعب یا کھینچے پریشانی

نکال اس کفر کو دل سے کہ اب وہ وقت آیا ہے
برہمن کو صنم کرتا ہے تکلیف مسلمانی

زہے دین محمد بہتری ہین اوسکی جو ہووین
رہے خاک قدم سے اونکی چشم عرش نورانی

ملک سجدہ نکرتے آدم خاکی کو گر اوسکے
امانت دار نور احمدی ہوتی نہ پیشانی

اوسیکو آدم و حوا کی خلقت سے کیا پیدا
مراد الفاظ سے معنی مین تھا آیات قرآنی

خیال خلق اوسکا گر شفیع کافران ہووے
رکھین بخشش کے سر منت یہودی اور نصرانی

زبان پر اوسکی گذرے حرف جسجا گر شفاعت کا
کرے وان ناز آمرزش پہ اک فاسق و زانی

رکھا جب سے قدم مسند پر اون نے شریعت کا
کرے ہے موج بحر معدلت تب سے یہ طغیانی

اگر نقصان پر خس کی شرر کا ٹک ارادہ ہو
گرہ کو آگ کے وہین کرے غرق آنکر پانی

موافق گر نہ کرتا عدل اوسکا آب و آتش کو
تو کوئی سنگ سے بندھتی تھی شکل لعل رمانی

یہ کیا انصاف ہے یارو کہ طیر وحش تک جگت بن
اس امن و عیش سے اپنی بسر اوقات لیجانی

پلے ہے آشیان مین باز کی بچہ کبوتر کا
شبان نے گرگ کو گلہ کی سونپی ہے نگہبانی

ہما آسا ہے پر افراز ملخ اوج سعادت پر
کرے ہے مور چڑھکر سینہ و دیرہ سلیمانی

کھلے ہے غنچۂ گل باغ مین خاطر سے بلبل کے
جو اوراق جمعیت کو ہوتی ہے پریشانی

جہان انصاف سے ہر گاہ اب معمور ہے اتنا
تو اوسکے آگے ہوگی عدل کی کیا کچھ فراوانی

ہزار افسوس اے دل ہم نہ تھے اوس وقت دنیا مین ۔۔۔ دگرنہ کرتے یہ آنکھین جمال اوسکے سے نورانی

نہو نیسے جدا سایہ کے اوس قامت سے پیدا ہے ۔۔۔ قیامت ہوویگا دیکھے جو وہ محبوب سبحانی

جسے یہ صورت و سیرت کرامت حق نے کی ہووے ۔۔۔ بجا ہے کیجے ایسے کو اگر اب یوسف ثانی

معاذ اللہ یہ کیا حرف بیموقع ہوا سرزد ۔۔۔ جو اوسکو پھر کہون تو ہون مین عمرو مسلمانی

کدھر اب فہم ناقص لیگیا مجکو نہ یہ سمجھا ۔۔۔ کہ وہ مہر الوہیت ہے یہ ہے ماہ کنعانی

جو صورت اوسکی ہے لاریب ہے وہ صورت ایزد ۔۔۔ جو معنی اوسمین ہین بیشک وہ ہین معنی ربانی

حدیث من رانی دال ہے اس گفتگو او پر ۔۔۔ کہ دیکھا جسنے اوسکو اونے دیکھی شکل یزدانی

غرض مشکل ہمین ہوتی کہ پیدا کرکے ایسے کو ۔۔۔ خدا اگر یہ نہ فرماتا نہین کوئی میرا ثانی

بس آگے مت چلا اے سودا مین دیکھا فہم کو تیری ۔۔۔ کر استغفار اس منہ سے اب ایسی کی ثنا خوانی

قصیدہ در مدح حضرت علی علیہ السلام

چہرۂ مہروش ہے ایک سنبل شکفام دو ۔۔۔ حسن بتان کی دور مین ہے سحر ایک شام دو

ہین دو تنگ شراب و ساقی کی یہ چشم مست ۔۔۔ کیونکہ نہ بگڑے صحبت اب بادہ کش ایک جام دو

میری تیرے یہ ربط ہے جیسے میان بحر و موج ۔۔۔ واقعی مین تو ایک ہین گو کہ ہوے بنام دو

دن جو کیا ہے بیگنہ تونے میرا دل و جگر ۔۔۔ لیوینگی تجھ سے حشر مین اپنے یہ انتقام دو

جیسے وفا و مہر کی دیدۂ دل کو ہے طمع ۔۔۔ کرتے ہین او ٹھہر ایکدن ملکی خیال خام دو

نرگس یار کا خیال دل مین ہے ہے رو زو شب ۔۔۔ ہووے جو تیغ آبدار کیون نکرے نیام دو

۵ قلمی نسخہ مین یہ مصرع یون ہے ۵ ابر دے یار سے دو نیم ہو گیا رفتہ رفتہ دل۔

فکر معاد اب کرین یا کہ معاش کا تلاش — زندگی اپنی ایکدم کیجیے کیونکہ کام دو

پھینکے ہی منجنیق چرخ تاک کے سنگ تفرقہ — بیٹھکر ایکدم کہین ہو وین جو ہم کلام دو

خورد و بزرگ سہر ہین نسبت جام و شیشہ جان — بادہ تو اونمین ایک ہے گو کہ ہوی بنام دو

دلکو میان خط و زلف مین جو رکھی علیل ہے — ایک مرغ ناتوان جسکے لیے ہین دام دو

کہتی ہی مجھسے مغفرت ہوگئی خوب غزل — ہمرہ نعت و منقبت کر اسی انصرام دو

اپنی یہ عرض اس سی ہی کہ تو بھلا یہ کیونکہ ہو — ایک زمین ہو سنگلاخ اوسمین تو ہوین کام دو

دے ہی جواب مجکو وہ ایک غزل تو کیا ہی یہ — ایسے کہی قصیدہ تو صبح سے لیکے شام دو

مطلع نعت منقبت کہہ تو چکا ہی میری جان — بس مجہی آکے مانگنے کرکے تو اب کلام دو

مثل زبان خامہ ہین گر نبی و امام دو — معنی تو اونمین ایک ہین گو کہ ہوئے بنام دو

ہونے نہ دی غروب ایک بہر نماز مہر کو — ایک کری اشارے سے قرص مہ تمام دو

جا کے اوبھون کے رتبہ تک نہ تھی ہوئی یہ خیال و وہم — وقت مراجعت جو کوچ ایک کے مین مقام دو

اونکے طواف رہ منہ کہ ہیں یہ ہم کہہ نہ جبرئیل یا — رکھہ کی زمین یہ ایک گام تا زکرے سلام دو

موسی و خضر اور مسیح دریہ انھونکی وقت طواف — ایک نبی جو چوبدار کرتے ہین اہتمام دو

سجدہ کرین ہین جھروسہ دریہ وبھونکے شب و روز — بہر ہین اوس کی یون ہو داغی ہین یہ غلام دو

ہوتے حکیم کس سبب معتقد قیام دہر — دیتے نہ گر زمانہ کو ملکے یہ انتظام دو

وصف براق دلدل اب کہہ تو ہین لبا کردن — شرق سے تا بغرب تک جسکی ہین ہین گام دو

مرضی حق نہین ہے یہ دو ہون اور ایک نام — ورنہ پھرین دو عرش پہ ایسی ہین خوشخرام دو

برش اونکی تیغ کی مجھسی بیان نہو سکی — خامہ کی اب زبان ہوئی لکھنی سی جسکا نام دو
چاہی تھی طبع یہ مری طول دی کہ اس کلام کو — کہین علی نبی سی یون اسکا صلہ تمام دو
ہی امید اس سی یہی یون علی سی نبی کہین — اورون کو دو جو ایک جام دیجیو اسکو جام دو
یہ بھی صلہ نہین ہی کم عرصۂ حشر مین اگر — یاد کرین جو مجھسے کو ایسے باحترام دو

قصیدہ در مدح حضرت علی علیہ السلام

بسان دانہ روئیدہ ایک بار گرہ — کھلے جو کام سی میری پڑے ہزار گرہ
معتقد اتنی ہی خاطر میری کہ جانے نفس — کرونگا مین بدم و اپسین شمار گرہ
نہ لٹ دہوئین کی ہی مار یہ زلف محبوبان — رکھی ہی کیون مری خاطر کو روزگار گرہ
کھلے نہ تجھپہ تمنائے دلکی میری بات — رہی زمانہ مین اک یہ بھی یادگار گرہ
طرح ہلال کے ہوتا ہی ناخن تدبیر — کشادہ کار ہمارے مین بدر دار گرہ
گیا ہی چھوڑ کے یون دلمین عقدہ غم ترا — کہ بند یار مین دیجائے جیسے یار گرہ
جہان مین جو ہی گرہ اوسکو پائداری ہے — نہین جو بستگی دل کی پائدار گرہ
برنگ شیشہ رہی دقت اشک ریزی کے — گلے سی پڑتی ہی دل تک ہزار بار گرہ
سوائے ناخن دست فنا میری دسے — کھلی نہ بحر جہا مین حباب دار گرہ
کہ در مرتبہ فصل بہار مین کھولی — صبا نے غنچون کی جا سو لالہ زار گرہ
ہزار حیف کہ یہ میری دل کی رشتہ کی — کھلی نہ اکہ نفس سرد ایک بار گرہ

غلط ہی تو جو زمانہ مین سمجھے یہ سودا — کہ کار بستہ سی یاردنکی کھولین یار گرہ
بغیر ناخن شیر خدا جہان مین کوئی — کسیکے کام کی کھولین نہ زینہار گرہ
غضب کے پنجہ سی جسکے برنگ دانہ اشک — نہ آسمان کی ہو جائے تار تار گرہ
کیا ہی دمین خیال اوسکی وصف گلگونکا — ہوئی ہی غنچہ مین اب بادنو بہار گرہ
ثنا مین اوسکی دلے کیونکہ اب بندھے مضمون — بلا کو دی نہ سکے کوئی زینہار گرہ
گدائے درنے تری مہر کے تئین زرسرخ — دیا ہی کھول کے دامن سی اپنے بار گرہ
کردن ہون ختم دعائیہ پر سخن کہ ادب — زبان کو دی ہی خموشی سی شعلہ دار گرہ
ہوا ہیانکے دلونکی شگفتگی کے ساتھ — ہمیشہ گل کیطرح دیوے روزگار گرہ
برائے خاطر اعدا زمانہ ہر ایک آن — طلب کیا کرے غنچون سے مستعار گرہ

قصیدہ در مدح حضرت علی علیہ السلام

یارو حباب و گل و شمع ہم چار دن ایک — ہن کتان و بلبل و پروانہ یہ ہم چار دن ایک
ہے مجھی ابر و ہوا و شیشہ و جام اب کہے ہوئی — گریہ و نالۂ دل و دیدۂ نم چار دن ایک
یارا گر کلبۂ احزان مین نہو دے تو ہمین — خلوت و شمع دل و داغ الم چار دن ایک
آہ کس کس سے بچے دل کہ ہوئی ہین تیر کی — غمزہ و ناز و ادا و عشوۂ صنم چار دن ایک
باد تند و شرر و برق و خس و خارائے یار — خو تیری خلق ہوئی ہو گئے ہم چار دن ایک
ناز او سکو ہے جسے تجھسے رضا و تسلیم — لطف و اشفاق ترا جور و ستم چار دن ایک

جسکے تو پاس نہووے تو اوسی عالم مین
مجلس شادی و تنہائی و غم چار دن ایک

سبزۂ دابر و ہوا گل نہ سدا ہون یکجا
ساقیا جام کہ ہین یہ کوئی دم چار دن ایک

اونکو نہ دیکھ جو ہین خاک نشین دربار
مسند و رو ے زمین تخت و کلم چار دن ایک

زاہد و پیر مغان برہمن و شیخ اے یار
دلمین رکھتے ہین تیری ہاتھ سی غم چار دن ایک

کردیا ایک ہین کرشمہ نے تیری آنکھونکے
مسجد و میکدۂ و دیر و حرم چار دن ایک

خرد و ہوش دل و دین کرین ہین پیدا
دیکھ کر یار تجھی صوت رم چار دن ایک

کاغذ و خامہ و تحریر و مرکب سودا
ہو کے کہتے ہین بیک اہل کرم چار دن ایک

شاہ مردان تیری خلقت جو ہوتی منظور
ہوتی عنصر نہ کبھو ملکے بہم چار دن ایک

دشمن و دوست و بد و نیک زمانیکے یہ سب
حکم رکھتے ہین تری پیش کرم چار دن ایک

ماہ نو پشت فلک قوس قزح تیر شہاب
بار احسان سے تیری رکھتی ہین خم چار دن ایک

طبع انسانمین تیری عدل سے رکھتی ہین اثر
حنظل و آب بقا شربت و سم چار دن ایک

ستم و ظلم و تعدی و جفا عالم سے
ہو کی آپسمین گئے سو ے عدم چار دن ایک

حکم رکھتے ہین بمیدان سخن تیری پاس
نیزۂ و تیر و قضا سیف و قلم چار دن ایک

کر دعا ئیہ پہ سودا تو سخن ختم کہ ہین
اثر و وقت زبان و ست بہم چار دن ایک

یا الٰہی طرب و جشن و نشاط و مدح
رہین آفاق مین تا حشر کی دم چار دن ایک

قصیدہ در مدح حضرت علی علیہ السلام

زخمی ہین ترا اور گلستان ہی برابر — ہر خرمن گل گنج شہیدان ہے برابر

کہتے ہین جسی سرو سو گلشن کی ہی وہ آہ — نرگس لب جو دیدۂ گریان ہے برابر

فریاد کنان بلبل دیوار چمن مین — جو رخنہ ہی سو چاک گریبان ہے برابر

ہے سینۂ تفسیدہ ہر اک تختۂ گلزار — جو غنچہ ہی سو وہ دل سوزان ہی برابر

سوز دل عشاق تماشا جو ہو تجھ کون — یہ سینۂ پُر از داغ چراغان ہے برابر

دریا میری آنکھون سی یہ بہتا ہی لہو کا — مژگان سی مری بنجۂ مرجان ہے برابر

آنسو نہ بھی تجھ سے کبھو میری کہ تجھ پاس — لخت دل و گلبرگ بدامان ہے برابر

یکسان ہی وجود و عدم نساتکاری پاس — یان سر بہ تن عاشق و بہتان ہے برابر

خونریزی مین ترکون سی تری چشم مین ہمسر — خنجر سے اونھونکی صف مژگان ہے برابر

آنکھون سی مروت تری اور دل سی تری رحم — قسمت ہی یہ اپنی کہ گریزان ہے برابر

پھر دیکین جو ہی تیر اجل پار سو او سکے — تیری نگہ دیدن پنہان ہے برابر

حیران ہون تیری سامنے کسطرح مین ٹھہرا — جانے مین تیری آگے دل و جان ہی برابر

کیا درد بیان تجھ سی کرون مین کہ تیری پاس — میرا سخن اور کذب رقیبان ہے برابر

تونے وہ کہا کیا کہ جسے مین نے نہ مانا — یان حکم قضا اور تیرا فرمان ہے برابر

ظالم مین نواحی مین تری گھر کی جو دیکھا — ہر سمت صف گور غریبان ہے برابر

یونہین ہی جو خاطر مین ترے مین بھی ہون حاضر — یہ زندگی اور روح کا سوہان ہی برابر
رہتی ہی تپ غم یہ سدا مجکو ن کہ میری — آہ و سحر و شمع شبستان ہے برابر
کیا درد کہے سامنے تیرے کوئی اپنا — یان زخم دہان و لب خندان ہی برابر
فریاد کرون کس سی کہ رو داری کی تیری — کہنے کی یہے گبر و مسلمان ہے برابر
نالش کرون اب ان کہ جہان حق نظر نہین — مور و ملخ و دیو سلیمان ہے برابر
وہ ختم رسالت نہین جسکا کوئی ہمتا — اور ہی بھی جو کوئی شہ مردان ہی برابر
ہے علم الٰہی سے وہ امی لقب آگہ — وان عقل کل و طفل دبستان ہی برابر
دونونکا نہین امر کم از امر الٰہی — دونون کی حدیث آیۂ قرآن ہی برابر
شاہا در درگاہ کا تیری جو ہی قندیل — کب جلوہ سے اوسکے مہ تابان ہی برابر
جو خاک ہوا در کے تیری خاک کا اوسکے — جو ذرہ ہی سو مہر درخشان ہے برابر
جو صاحب تحقیق ہین اونسے نہین مخفی — چشم اوسکے مین تو ظاہر و پنہان ہی برابر
ہر خاک مین ذرہ کے صبا عہد مین تیرے — گلشن مین ترشح کے نگہبان ہے برابر
تو راز الٰہی ہی کرون کیا تری تقریر — گو منہ مین زبان ابر درافشان ہی برابر
سودا بدعا ختم کرے ہے اسے شاہا — تجھ مدح مین یہ نظم بہزبان ہی برابر
یارب یہ سدا گوش زد اپنے ہو کہ باہم — دل دوستونکا خرم و شادان ہی برابر
کہتے پھرین دشمن کہ تپ غم سے ہمارا — آتشکدۂ و سینۂ سوزان ہے برابر

قصیدہ در منقبت حضرت علی علیہ السّلام

اوٹھ گیا بہمن دے کا چمنستان سی عمل
تیغ اُردی نے کیا ملک خزان مستاصل

سجدۂ شکر مین ہی شاخ ثمردار ہر ایک
دیکھ کر باغ جہان مین کرم عز و جل

قوت نامیہ لیتی ہی نباتات کا عرض
ڈال سی پات تلک پھول سی لیکر تا پھل

واسطی خلعت نوروز کے ہر باغ کی بیچ
آب جو قطع لگے کرنے روش پر مخمل

بخشتی ہی گل نورستہ کی رنگ آمیزی
پوشش چھیٹ قلمکار بہر دشت و جبل

عکس گلبن یہ زمین پر ہی کہ جسکے آگے
کارنقاشی مانی ہی دو دم دہ اول

تار بارش مین پروتے ہین گہر ہا آگ رگ
ہار پہنانے کو اشجار کے ہر سو بادل

بار سی آبِ روان عکسِ ہجوم گل کے
لوٹتے ہی سبزہ پہ از بسکہ ہوا ہے بیکل

شاخ مین گل کی نزاکت یہ بہم پہونچی ہی
شمع سان گرمیِ نظارہ سی جاتی ہی پگل

جوش روئیدگی خاک سی کچھ دور نہین
شاخ مین گاؤ زمین کی ہی جو پھوٹی کونپل

دم عیسیٰ سی فزون فیض ہوا ہی یہان تک
دین مین قسم جمادات سی شاید ہو خلل

فکر رہتی ہی مجھے یہ کہ زبان سے اپنے
کہین دعوای خدائی نکرین لات و ہبل

حدّ ایام کی بیش از حد و نامیہ سے
بچۂ مرغ چمن تخم سے آتا ہے نکل

سبز ہوتا ہے فصیحی کے سبب سے ہر بار
جو زبان سی کہ سخن اب طوطی کی آتا ہی نکل

دست گل خوردہ و شاخ گل و گلزار ہم
بہمان نشو و نما کر نہین ہین ضرب مثل

غنچہ پہ کچھ نہین موقوف عجب فصل ہی یہ
گل بہم پہونچے ہے عقدہ ہو کسیطرحکا حل

یاسمن رنگ جو رکھتی ہی خزان سے مانا
چاہتی ہی بسماجت کری سبزی سی بدل

چشم نرگس کی بصارت کی زبس ہے درپے
غنچۂ لالہ نے سرمہ سے بھری ہی مکحل

اسقدر محو تماشا ہی کہ نرگس کی طرح
چشم سیار گلستا نہین جھپکتی نہین پل

آبجو گرد چمن ملمعۂ خورشید سے ہے
خط گلزار کے صفحہ پہ طلائی جدول

سایۂ برگ ہی اس لطف سے ہر ایک گل پہ
ساغر لعل مین جون کیجے زمرد کو حل

سنگ نے رتبۂ آئینہ کیا ہے پیدا
تیغ کہسار ہوئی بسکہ ہوا آئی صیقل

برگ برگ چمن ایسی ہی صفا رکھتا ہی
گل کو دیکھو تو نگہ جا رہے سنبل پہ پھسل

لڑکھڑاتی ہوئی پھرتی ہی خیابان مین نسیم
پانون رکھتی ہی صبا صحن مین گلشن کے سنبھل

اتنی ہی کثرت لغزش بزمین ہر باغ
جو ثمر شاخ سے اوترا سو گرا رکھکے بل

فیض تاثیر ہوا یہ ہی کہ اب حنظل سے
شہد ٹپکے جو لگے نشتر زنبور عسل

دانہ جس شور زمین مین کہ بکھیلا دہقان نے
سبز دانۂ شبنم سے ہوا ہی جنگل

کشت کرنے مین ہر ایک تخم سے از فیض ہوا
گرتے گرتے بزمین برگ برآتا ہی نکل

سبز فام اندنون آتا ہی نظر ہر گگرد
خواہ ہو تخم شیخ پسر خواہ ہو فرزند مقبل

جوہری کو خفقان جہا نہین اس فصل
آگیا لعل و زمرد کے پرکھنے مین خلل

تا کجا شرح کرون مین کہ بقول عرفی
اخگر از فیض ہوا سبز شود در منقل

ہے مجھے فیض سخن اوسکے ہی مداحی کا
ذات پہ جسکے مبرہن کنۂ عز و جل

مہر سے جنکی منور رہی دل جون خورشید — روسیہ کینہ سے جسکے رہی مانند زحل

سر کے پیکان نہ قبضے سی کمان کی سر مو — ہو اشارہ جو ترا تیر قضا کو کہ بچل

سایہ مین دست کرم کی ترے ہر صبح و مسا — دولت ہر دو جہان سے ہو غنی عبد ذلل

دین و دنیا کی ہی اشیا سی کہین وہ اعلی — ہووے جو شی تری اشیا مین کھون سے اسفل

وصف تجھ تیغ دو سر کا مین کرون کیا تیز — دل مجنون کی جو میدان مین کرے ہے صیقل

جمع کب ہو وہ سکین اعدا کے حواس خمسہ — دیکھ کر اوسکو علم ہاتھ مین تیرے اک پل

تو ام اجزا جو موالید کے ہین یکدیگر — منجمد رہنے مین اونکے وہ مین آجاے خلل

اوسکی سر جوٹی کا مین حسن کہون کیا جسکے — زلف معشوق کا دیکھے سے نکلجاوے بل

بز غنہ و کام سی ماہر ہے کچھ اوسکی رفتار — ہے چھلاوے کیطرح چال مین اوسکی چھل بل

جست و خیز اوسکی بیان کیجے گر پیش حکیم — اعتقادات حکیمانہ مین آجائے خلل

معدلت کیش تری ذات ہی ایسی شاہا — آنچ سے آگ کی ٹک خس مین جو جاوے بل

گرہ نار تجھ آتش سی غضب کے جل کر — چشم لولی فلک کے لیے ہووے کاجل

امر حق سی جو بلا نے یہ چاہا سو نہین — علم کا بار ترے کوہ و فلک کو یہ ازل

عرض دو نون نی کیا یون بجناب اقدس — بوجھ ایسی ہی بہت ہم ہین گرفتار کسل

آخرش تجکو ہی پایا متحمل اوس کا — جیت دیکھا کہ کسی سی نہین سکتا ہی سنبھل

مدح اپنی نہ تجھ یہ جو کیا مین اس سے — رتبہ تجھ مدح کا اعلی ہے سخن ہے اسفل

غرض احوال ہی اپنا ہی مجھے اسکی غرض — تا بآخر جو یہ موزون مین کیا از اول

پر کرو من کیا ہین کہ ہی آٹھ پہر دل میرا — گردش چرخ سی چون شیشۂ ساعت بکل

خود یہ ظالم ہے تظلم پہ کری کسکے نظر — آسیا کب کری زیر یاد یہ دانہ کو بسل

راستی کیشون سی کجی اتنی ہی اس ملونکو — کردیا سرو کو ان نی نہ کبھو پھولنی پھل

سات یہ فتنہ ہین کہتی ہین جسی ہفت فلک — ایک سی ایک بڑا ایک کے ایک نی یہ بغل

مین جو دیکھا نہ کہا زنخل حیات انسان — بر لے آوے عمل اوسکا کبھو امید و امل

ہے کہین جہر کہین کین جو اوسی عالم سے — علم اوسکا ہی عجب عقدۂ مالا ینحل

اوس ستمگر کے تلوّن سی یہ عالم ہرگز — شادی و غم مین نہ دیکھا مین تفاوت اک پل

حلقہ مارے یہ وہ افعی ہی محیط عالم — زہر کا جسکے نہین ہی کوئی پازہر بدل

کرکے دریافت اس احوال کو اب یا مولی — تجھ سی یون عرض کری ہی یہ ترا عبد اقل

یہ نکو مجھ پہ گوارا کہ گزند اسکے نسے — ہند کی خاک مین اجزای بدن جاوین گل

جلد ہو نجا بزمین نجف اس عاصی کو — کہ اسے عمر ابد ہو وہ جو وان آئے اجل

میری قسمت کے موافق تو معین کر دے — اپنی سرکار سی وان تا تجمل کا بدل

ہاتھ پھیلائیے جا زیر فلک کسکے حضور — دست ہمت نظر آتا ہی جہانکا یہ بغل

چاہتا ہے کرے آخر وہ دعائیہ پر — نظم تجھ مدح کی بہتر ز کلام اوّل

تا کرے سبزہ بر خسار گل اندام نمود — تا پڑے سنبل پیچیدۂ محبوب مین بل

تا رہی داغ دل سوختۂ عاشق کون — پھولتا لالۂ خودرو ہی جہانتک یہ جبل

بوئی گل مست کری باغ مین تا بلبل کو — تا کرے باد سحر عقدے کو غنچہ کے حل

تا لب جو یہ کھڑے خیمہ کو استادہ حباب — تا بچھاوے بروش سبزۂ فرش مخمل
شاخ کے ہاتھ مین تا ہو یہ چمن ساغر گل — گل کے جبتک رہے غنچے کی صراحی یہ بغل
تا یہ پیمانہ پئین بادۂ گلگون می خوار — ساتھ مطرب کے بجے تا دف و نی چنگ دہل
پھرے تا باغ مین ہر ایک روش پر سرخوش — راہ چلتے مین قدم مست کا تا جاوے پھسل
نخل امید سے اپنے ہون بر و مند محب — ہو محبت نہ تری جنکو نہ پاوے وہ پھل

در منقبت حضرت علی علیہ السلام

سنگ کو اتنے لیے کرتا ہے پانی آسمان — منھ[1] پہ لاوے آرسی تا عیب دیکھی مرمان
تم اسیر ہو چکی بد خلقی و بد خصلتی — پھر نہ آیا اسکے گھر اسکا گیا جو میہمان
کام عالم کا نبسان جو ہے تصویر ادسکی ہاتھ — بند رہتا ہے بہ معنی گو بصورت ہو دان
تنگی اوقات کرتا ہے نصیب حسن و لطف — غنچۂ گل اس سبب سے رنگ و بو کا ہے مکان
ناتوان کو دے توانائی اگر ادسکی مدد — خار ہو جاوین وہ یہین زنجیر پا یہ ہر ان
دیکھ ٹک احوال عنقا کا کہ اس ظالم کے ہاتھ — نام پیدا گر کہے کوئی تو مٹتا ہے نشان
در پئے رنج و تعب بہتا ہے اہل درد کے — دکھ دہندہ کی ہوا خواہی مین دہونی جاجا ن
پا برہنہ در بدر مجکو پھراوے دھوپ تنہا — خار کیسے سر پر کیے دامان گل کا سائبان
ہمنس کو موتی چگتا ہے سدا یہ بے تمیز — ہو سست کھینچے ہے ہما کا دھکیے عشت استخوان

[1] قلمی نسخے مین یہ مصرع یون ہے۔ منہ پہ اٹھے خار سے تا آب رہے مردمان۔

ہمت کے خاطر کری سوراخ گوہر کا جگہ — ہر سود ناکسان اس سی کسانکا ہی زیان

اور زمین اس بد دیکھے اب بجز بخل و حسد — دوستی کا تو نہین ہرگز کہین نام و نشان

یاں لئب بازان کیلیے حیران ہوتے شہر شہر — مثل ماہ نو تڑپ پھرتے ہین عالی ہمتان

کیا کرون انکی طبیعت کے تلوّن کو مین نقل — کیا کرون نیرنگی گردش کا اسکی بیان

ان مین ائج حسبکے ہو نخی مجہول النسب — خاک فرقت پر گری بل مین فلان ابن الفلان

چتر ہوتا کاسۂ فقرا اکثر آیا ہے نظر — بارہا تختہ پہ دیکھا صاحب تخت روان

تا کجا کیجئے غرض اس سفلۂ دو نکے مزاج — یک قدم تیرہ پہ نہین گاہی چنین گاہے چنان

پس عجب ایسا ہو سن اے دل تو نہ کیجیو اوسکا ذکر — آشنا گر اب غزل خوانی سی تو اپنی زبان

گر شمیم زلف کا تیری چمن مین ہو بیان — نکہت گل سی پریشان ہو دماغ بلبلان

مشرب عشاق پر تنہا نہین ہی دست برد — نازنے تیری کیا پامال زہد زاہدان

عشوہ کرتا ہی ترا جو کچھ جہانکے سر اوپر — چاہیے ہو تربیت اوس سے جفائے آسمان

جسسے پوچھو ہون تو کیون نالان ہے سو کہتا ہی — ہاتھ سی انکا فرو نکے نام جنکا ہے بتان

ناز معشوقان ہی دیکھو جور گردون سی زیاد — ہے عجب احوال دنیا مین کوئی جاوے کہان

منہ کرو جیدہر کو تو ہوتی ہی آفت روبرو — جسطرف جاؤن تو ہی نیے بلائے ناگہان

اب کہین عالم مین ای سوا نظر آتا نہین — جز پناہ اوس آستان کے موضع امن و امان

ملتجی اوس در پہ ہر یک صبح محتاج و غنی — ملتمس ہر شام دربان سی گدا و خسروان

ایکدن پوچھا مرد دلنے یہ پیر عقل سے — کس لکھین پہ شرف رکھتا ہی کہ تو دہ مکان

واقف اسرار اوسکا کون چھٹ اسرار حق ‏ راز کا اوسکے نہین خبر راز حق کی راز دان
لیکن اتنا تجھ سے کہتا ہون اگر ہی تجھکو ہوش ‏ سُنکے یہ کہدے اسی سے اپنی تو خاطر نشان
کعبہ کو بتخانہ سی ہرگز نکرتا کوئی فرق ‏ گر نہوتا اوسکا دامان پای تولد درمیان
یہ سخن نکلا زبان سی جو ہین پیر عقل کے ‏ سُنتے ہی اس حرف دلنشین کے کہا اوس سے کہ ہان
پس یداللہ بے شک لاریب بازوے نبی ‏ قوت ہر یک ضعیف و طاقت ہر ناتوان
گوہر بحر حقیقت لعل کان معرفت ‏ نور مہر لامکان چشم و چراغ قدسیان
اسقدر رکھتی ہی صولت اوسکی شمشیر دو سر ‏ گر صف اعدا مین جا کر کیجیے اوسکا بیان
ڈالدین روئین تن اوس ہنگام میدان مین سپر ‏ مو سی باریک اپنی گردن کو بتادین سرکشان
کس مین یہ قدرت جو کوئی منھ پہ اوسکے آسکے ‏ آشنا ہووے اگر اوسکی عکس سی آب روان
دہار پانی کی دو ہین بیچ زین کے قہر کو ‏ کاٹکر اودھر کو نکلے پردہ نہ آسمان
جلتی ہی جمعیت افلاک ہوتے ہین منتشر ‏ تاب کیا باہم رہین اجزاے ارضی تواَمان
اوسکے توسن کا جو پوچھا خامہ سے وصف جمال ‏ پڑھ کے یہ مطلع کہا معذور ہون اے مہربان
حسن و لطف و شگفتگی کا جسکی کانون کا بیان ‏ باغ مین سوسن نہین کرسکتی با چندین زبان
خوش بدن از بسکہ ہی جون اختر چرخ کبود ‏ جلد کے نیچے سی ہر قطرہ لہو کا ہی عیان
گرم ہووے وہ پری پیکر تو اوسکا حسن و لطف ‏ دیکھے سو جانے سنے سے کسکی ہو خاطر نشان
ہر گل رنگ حنا پہ یون عرق دیتا ہے بہار ‏ لالہ زار اوپر ہی شبنم جسطرح گوہر فشان
جب قدم رکھتا ہی وہ محبوب تو ہر گام پر ‏ صدقے کرتے ہین خرام ناز اپنا دلبران

بن از مین جو دگر د دن نے کیا ہی مجکو تنگ — مضطرب ہو کر مین اپنا حال کرتا ہون بیان

ش زد میرے نہ کی دن نے مجھو آداز خوش — جب سے مین نے آ کے دیکھا ہی جہانکا گلستان

نگ حیند دشت کر دیتا ہی اوسکا انقلاب — سمع تک پہونچی اگر میری نوائے بلبلان

ب تلک بی امتیازی کیجیے اس ملعون کا ذکر — تا کجا اوسکے جفا و جور سے کیجے بیان

ے شہِ دنیا و دین تجھسے ہی میرا اک سوال — مطلع پنجم سے ہی اس نظم مین جسکا بیان

نجھ ہمم سے نفع کو پہونچے زمین و آسمان — مہر و مہ نے مین سیم و زر اور لعل و گوہر بحر و کان

لجھ عنایات و کرم سے اپنے مجکو بھی دلا — لیکن اس داد و ستد کی شرط ہی یہ درمیان

خواہش دلکے موافق اپنے جو چاہون سو لون — ورنہ جو ہمت ہی تیری کیا کرون اوسکا بیان

پر مرا مطلب تو یہ کچھ ہی کہ تیرے در سوا — سر فرو لاؤن نہ مین پیش در نواب و خان

اس سوا اور کیا تمنا ہی کرون مین جسکو عرض — جبر کیا ہی مایۂ دنیا بہ پیش عاقلان

تا کہ ہیئت کو زمانے کی ہی پا مو لا قرار — منجمد جبتک ہی اجزائے زمین و آسمان

دوستونکو تیری نت اوجِ سعادت ہو نصیب — خاکِ ذلت مین رہین یکسان ہمیشہ دشمنان

قصیدہ در منقبت حضرت امام حسین علیہ السلام

سوائے خاک کہ کھینچونگا منتِ دستار — کہ سرنوشت لکھی ہی میری بخطِ غبار

چمن زمانہ کا شبنم سے بھی رہی محروم — اگر نہ روئے میری روزگار پر شبِ تار

رون ہون تیز مین دندانِ آسیا ہر صبح — زمانہ سنگِ ملامت سے توڑتا ہے نہار

عجب نہین ہی کہ جاتی رہی ہو دنیا سے
زبس خوشی نی میرے دل سی اب کیا ہی کنار

رہے نہ شیشہ صحبت کے بیچ کیفیت
نت اودھو کی سنگ سے اس سر کا توڑتا ہی خمار

زبسکہ دل ہی مکدر میرا زمانہ سے
بجائے اشک مین آنکھونسی لو پونچھتا ہون غبار

کہان تلک وہ کرے مرے روزگار کا شکوہ
کہ جسکے بخت کی سوگند کھائی ہے ادبار

دلا تو اپنے غم دل کو اب غنیمت جان
بدل خوشی سی اسے دور مین نگر زنہار

کسو ہی سی غم دل یون نہ لیگیا دوران
کہ شادی مرگ کیا ہو نہ اوسکو آخر کا

جو گوشِ ہوش تو رکھتا ہی تو برابر ہے
صداے نغمہ داؤد و نالہ دل زار

تو سادہ لوحی سی اے دل جہانکی ہی کج فہم
کری ہی راستی اپنی سی ہر زمان گفتار

مین حرفِ حق کو سنا ہی زبانی منصور
کہ راست گو کو زمانہ مین کھینچتے ہین دار

شب گذشتہ نپٹ درد سے مین تھا بیتاب
گذر گیا چمن فکر کی طرف ناچار

سُنی مین ایک غزل بلبل طبیعت سے
کہ بخت دل گری آنکھون سے اب ہزار ہزار

نہ پوچھ مجھ سے کدھر ہی خزان کہان سے آہا
کہ بلبل قفسی کو ہی گل سی کیا سروکار

عجب نہین ہی کہ بادِ سموم ہو جاوے
نسیم گر گری یکدم مرے چمن سے گذار

نہین ہی شادی بیغم چمن مین دنیا کے
کہ گل ہنسی ہے گریبان پیرہن کو پھاڑ

کہان بہار کہان ساقی اور کہان ہے شراب
کہان مغنی و مطرب کدھر ہی ناخن و تار

فلک کے ہاتھ سے اتنی بھی دار ہی نہ رہے
کہ خوب روے دل کھول کر پکار پکار

شکستگی سے مجھے دل کے یون ہوا معلوم
فلک نے گوشہ خاطر کو بھی کیا مسمار

پڑا پھرے ہی اسی فکر مین سدا ظالم — کسو طرح سے کسو دلکو دیجیے آزار

رکھے ہی مجھ سی خصوصاً عداوت قلبی — خیال خام کو یون دیکے اپنے دلمین قرار

کہ خاک کر کے اسے ہند مین بناؤنگا — چراغ بتکدہ و خشت خانہ خمار

کدھر خیال کو اب لیگیا ہی یہ بی مغز — زبس بھرا ہی سر اوسکا ہوائے کج رفتار

دکھاؤنگا اسے اب مردیون کرین ہین عزم — مشیت ازلی بھی جو ہووے ہم سے برار

جہان کی مرگ کو کہتا ہی خضر عمر ابد — خدا نصیب کرے مجکو زندگی یکبار

خدا نخواستہ گر آسمان کی گردش سے — قضا طبیب ہووی گر مسیح ہو بیمار

فلک سے اوسکو ملائک کے آگے وان ہوین — جب اوس دیار کی جاروب کش سے منت دار

اگر وہ خاک دے اوسکو شفا کی نیت سے — قضا قضا ہی کرے ٹک اگر کرے تکرار

ہے اسقدر وہ زمین نور سے مالامال — کہ جسکی رات کے آگے نہین ہی دن کو قرار

اسی ہی غم سے جہان مین ظہور کرتی صبح — ہمیشہ بخیہ خورشید سے گریبان تار

ہو اوسکے وصف مین اوسجا کی گر لکھون غزل — مرا سخن رہے سرسبز تا بروز شمار

زبس ہوا کو تراوت نے وان کیا ہی نثار — شرار سنگ مین ہی رشک دانہ ہای انار

عجب نہین ہی کہ ہون اس ہوا سے دانہ سبز — اگر زمین پہ گرے ٹوٹ سبحۂ زنار

غرض مین کیا کہون یارو چمن مین قدرت سے — عجب ہے لطف کی اوس قطعۂ زمین پہ بہار

غرضکہ دیکھ کر اس جا کی مرتبہ کے تئین — لگا زمین سے کرنے فلک یہ استفسار

خبر دے اسکی مجھے اے زمین کہ تجھ مین سے — ہوا ہے کس لیے اوس خاک کو یہ عز و وقار

دیا جواب مین نے کہ ای فلک ہیہات | نہ کچہ مجھ سی تناسب اسی تو دیگر بار
نہین ہی خاک وہ ہی آبروی آبحیات | نہین وہ خاک ہی کحل الجواہر الابصار
مجھے ہی نسبت اب اوس خاک سی کہان حسین | ابوتراب کے فرزند نے کیا ہو قرار
چمن مین صنع کے جسکے سبکروی آگے | کبھو نہ ایک قدم چل سکے نسیم بہار
شہا ہمیشہ ترے بندگان عالی کے | جناب مین یہی سوار کھے ہی عرض چہار
چہار عرض سی اب عرض اولین یہ ہے | کہ ہند بیچ پریشان نہو یہ مشت غبار
صفت فعال مین اپنی بلا کو دے جاگہ | کہ نور معرفت اوسکے تئین ہو شمع مزار
سوای خاک در اپنے سے اوسکو یا مولا | دوئم ہی یہ تو کسی در سی اب نہ سروکار
سیوم اگرچہ سراپا ہے جوہر ذاتی | ولے ہمیشہ تہی دست ہی برنگ چنار
چہارم آنکہ ہمہ دوستان بہر دو جہان | قبول ہووین بحق ایۂ اظہار
رہین فلک پہ مہ و مہر جب تلک قائم | ہمیشہ دیکھے اسی طرح چشم لیل و نہار
موالیان کے قدم سی نگار ہی اقبال | جدا نہو سر اعدا سے چنگل ادبار

قصیدہ در منقبت حضرت امام کاظم علیہ السلام

کیفیت چمن بہاریہ ہے یہان تلک | بلبل سی مست ہوگئی اب باغبان تلک
صحن چمن مین پہرتے ہین مستی سی لوٹتے | لیکر ہوا کی موج سی آب روان تلک
نشو و نمای سبزہ و ریحان و یاسمن | ہے طعنہ زن نمود خط گلرخان تلک

سوسن پہ اس طرح سے ہی شبنم کو جون عرق
آتا ہی عارض بت ہندوستان تلک

ساقی اوٹھائے شیشہ و ساغر کو لا بیاض
ٹک اس غزل کو پڑہ تہ چاہین گلستان تلک

آیا نہ ایک گل بھی اون بوستان تلک
جسکی بہار پہونچی نہووے خزان تلک

کیفیت اپنی سحر مین لگون ہون تباہ کے ہاتھ
ورنہ نہ پہونچے ساغر لبے مے لبان تلک

رکھیئے قلم کو مدح مین الیسونکے سرنگون
سجدہ کرین ہین جنکو زمین و زمان تلک

کرتے ہین جنکے امر سے عالم مین زندگی
لیکر گئے جن وانس سے کرد بیان تلک

خادم کہین ہین وانکی منہہ آتسین دیکھکر
پہونچے ہی کوئی دن کو زمین آسمان تلک

ازبس ابا وانکی عدل سے معمور ہی جہان
پہونچا ہی کار خلق اس امن و امان تلک

جب سے ہوئی ہی گلشن دنیا مین یہ بہار
کچھ کام بلبلونکو نہین ہے فغان تلک

گلچین کی کیا مجال جو توڑے چمن مین پھول
صورت سے گل کی لرزی ہی باد خزان تلک

قوت سے اونکے عدل کی اب زیر آسمان
ناطاقتی ہی آفت ارضی کو یان تلک

موقوف تھا ظہور خدا تمبہ یان تلک
جون بن حروف معنی نہ آوین زبان تلک

جاگہ جو نقش کن کیلیے حق نے دی تمھین
رخصت خیال عرش نے پایا وہان تلک

جسجاکہ مرغ قدر تمھارا ہی بال زن
جبریل کا نہ وہم گیا اوس مکان تلک

محراب نقش پاکے تمھارے ہے جسجگہ
وہ سرزمین پہونچی ہی اس عز و شان تلک

ذرا ہو گر رسائی کا مانع تمھارا امر
پہونچے نہ نور مہر کبھو خاکدان تلک

شوکت کی بارگاہ تمھاری کا اب بیان
کیا ہو سکے ہی مجھسے کرون مین کہان تلک

انجم تگرگ دار زمین پر ٹپک پڑین | صدمہ جو ہو نچے اُس سے کبھی آسمان تلک
بس جسکے تم سی آقا ہون وہ بلا احتیاج | جائے کہو تو کس در وکس وار باں تلک
سد رمق مجھے ہو تمھاری جناب سے | محتاج تا نہ جاؤں کس دنا کسان تلک

قصیدہ در مدح حضرت امام موسی رضا علیہ السّلام

اگر عدم سے نہو ساتھ فکر روزی کا | تو آب دانہ کو لیکر گہر نہ ہو پیدا
نہین ہین طالب رزق آسمان سے کہ مجھ | یقین ہی کاسہ دارزن مین کچھ نہین ہوتا
نکل وطن سی ہی غربت مین اور کیفیت | کہ آب بجست ہے ،جب تک ہے تاک مین صہبا
ہنر کو مفلسی ہرگز ضرر نہین کہ نہین | خبار کو تہیدستی سے نقص جوہر کا
بلند ہمت اگر ہون نہ زیر چرخ ضعیف | ہلال عید ہو عالم کا کیونکہ روزہ کشا
فتادگی مین یہ عزت ہے ، دیکھ ای سرکش | کہ نیک و بد نے کیا نقش پا کو راہنما
ہوا ہون نرم جہانمین ہلاک غیرت شمع | کہ زیر تیغ سر عجز ادن نے خم نہ کیا
جہانکے باغ مین جون شاخ بی ثمر مینے | کسیکی دوستی سے نفع جز ضرر نہ لیا
یہ خون مین کب بر امید نخل دہر تلے | نہ خوش کیا مری ہمت نے قد کو خم نہ کیا
جفائے دہر کرے سنگدل کو نازک دل | بنے ہی شیشہ جہان مین گداز ہو خارا
مرے سخن کی مرے بعد ہو زیادہ قدر | گہر یتیم جو ہو دے تو ہو فزد دبہا

لہ یہ مصرع قلمی نسخہ مین یون ہی ؎ انجم تمام قطرۂ خون ہو ٹپک پڑین ،

نہین ہی کام مجھے شعر و شاعری سی دلے
یقین تو جان گیا ٹوٹ دل میرا دو ہین
دلے شکست یہی اس فقیر کو بھاوے
چمن مین دہر کے خوش ہو کے جو ہنسا دو ہین
غرض مین دیکھکے یہ تنگ چشمی گردون
کدھر کو جاؤن مین تا دل کرے مرا دا شد
دمی بہ بزم حریفان شگفتہ شو چون قد
یہ سنکے مژدہ جان بخش میکدہ کیطرف
نہ سنگ پا ہی یہان ای خدا نہین یہ حنا
شکست دیدہ ساقی سی دل ہی آشنا چو
جو درد دل کے مزے سے ہو آشنا بیدرد
گرہ مین غنچہ صفت زر کرے دنی گو جمع
کرے نہ چاک گریبان صبح پنجہ مہر
ہے سخت تنگ زمانہ سی دل مین حیران ہون
غرضکہ میکدہ آیا شغف سی اتنے مین
دلے نگاہ جو کرتا ہون میکدہ کیطرف
کہ مست چاک گریبان جام چشم پر آب

خرد نے مجکو نصائح سے بار ہا یہ کہا
جو خار چبھ کے میرے پانوٗن مین ذرا ٹوٹا
قدح طمع کا اگر توڑے سنگ استغنا
برنگ گل اگر گردون نے شادی مرگ کیا
شب گذشتہ اسی فکر بیچ مرتا تھا
دو ہین خیال مین قدسی کا یہ سخن گذرا
کہ جان ہمرہ ہے تو دارد در آستین مینا
چلا مین گھر سے نپٹ خوش ہو یہ غزل پڑھتا
بتان کرین ہین اسی پائمال کیون اتنا
کہ جاے اشک نکلتی ہین ریزہ مینا
عجب کہ ہر بن مو سے نہ دل کمے پیدا
دلے سخی ہی اوڑا دیگا اوسکو مثل صبا
جو شور عشق نہو وے بعالم بالا
کہ مہر سنگدلان کیونکہ یان گئی ہے سما
بتان کی چشم مین جون آگئے نشہ صہبا
گئے حواس مرے مجھسے دیکھتا ہون کیا
ہے آہ و نالہ مین نے گریہ در گلو مینا

یہ حال دیکھ کے دانا خرد کو پوچھا مین — جگہ طرب کی مین آیا ہون یا کہ جای عزا

دیا جواب خرد نے مجھی کہ اے نادان — خوشی ہی دہر مین یہ غم سے پوچھتا ہی کیا

نہین ہی امن کہین زیر آسمان ہرگز — بجز زمین خراسان کہ ہی وہ عرش آسا

زہی زمین کہ شاداب اسقدر جسمین — ہمیشہ سبز ہے کشت امید شاہ وگدا

شرف یہ کیون نہ دیا اوس زمین کو رب کریم — تو غور کر کہ قدم درمیان ہے کسکا

رضا ہے جسکی وہی ہی جو کچھ رضائے حق — رضائے حق بھی وہی ہی جو کچھ ہے اوسکی رضا

زہی وہ گنبد زرین کہ جسکا ہی یہ شکوہ — فلک نے دیکھ جسے دلمین پیچ کھاکے کہا

کہ کہنہ جان کے مجکو جناب قدس نے — نیا کیا ہی سرنو سے آسمان طلا

شعاع نور سے خورشید جسکی قبے کی — پلک جھپکنے سی یک ذرہ بھی نہین رہتا

دکھاؤن کسکو مین اس گنبد طلا کا عکس — کہ جس طریق ہی پانی مین اوسکی جلوہ نما

چراغ راہ خضر ہین اگرچہ یا شہ دین — نہووے نور کبھو تیرے شمع بینش کا

کہان سے پردہ ظلمات بیچ جاکر خضر — شراب عمر ابد سے یہ زندگی پاتا

گئی بنائے تعدی جہانسی تیری اب — بتان کو ناز و ادا مین رہا نہ ظلم و جفا

شہا سحر کا گریبان چاک کرے تو وقت — اسی ہی خوف سے کانپے ہی دست مہر سدا

ہے عرض حال غرض مجکو ورنہ مدح تری — بجاے ہر بن مو ہو زبان نہ ہووے ادا

نہین ہو گمان کسی لائق ولے ہی شرم تجھے — کہ دو جہان مین حامی کہون ہو نہین تجھسا

کیا ہی دہر نے عرصہ کو مجھپہ اتنا تنگ — کہ جان بلب ہون تیرے جی نہین نکلجاتا

نہ اتنی کی رگ پڑ ڈنکے سو کر تن میں جگہ — جو گھر کرے ہی مرے تن کے بیچ تیر بلا
ہیں آنکھیں رخنۂ دیوار سیل اشکوں سے — غبار غم مری چہرہ پہ اسقدر چھایا
یہ عرض حال ہی سودا کا جو سنا تو نے — تری رضا ہو جو کچھ آگے یا امام رضا

قصیدہ در منقبت امام عسکری علیہ السلام

عیب پوشی ہو لباس چرخ سے کیا ننگ ہے — ماں اسی آئینہ بہتر اس صفا سے زنگ ہے
ٹک پرے رکھنا قدم اس آستان سے گرد باد — خاکساری کو ہمارے سرکشی سے ننگ ہے
آہ کس منہ سے کہوں تجھکو کہ ٹک ادھر تو دیکھ — شکل سے میری سدا بیزار میرا رنگ ہے
محو حیرت کے تئیں ہے دوست اور دشمن سے کیا — آئینہ تصویر کا دور از غبار و سنگ ہے
صبحدم سو ا چمن میں مجھکو آیا تھا نظر — اندنوں شاید وہ کچھ شور جنون سے تنگ ہے
پاس گلبن بیدماغانہ سا کچھ بیٹھا ہوا — اک غزل پڑھتا تھا یہ مطلع کا جسکے ڈھنگ ہے
شمع کا سیر صدائے خندۂ گل ننگ ہے — ٹک پرے جا بول بلبل کو تو آسیر ہنگ ہے
اسمیں جرأت سے میں اوسکا قطع کر طول کلام — یہ کہا چرخ منقش کیا زمرد رنگ ہے
گو شکستہ خاطر سے کرتا ہی عوض اس قصر کو — سر اٹھا دیکھا تو ٹک تنا ہی بولا تنگ ہے
ناگہ اس اثنا میں اک شعر نے یہ اوس سے کہا — بندہ خانہ کیا تمھیں تشریف لانا ننگ ہے
ہر مکان میں مسند و ہر ایک جا فرش نکو — ہر طرف مطرب لیے ہر سو رباب و چنگ ہے
نوش کرنیکو کباب اور بیٹھنے کی خاطر شراب — دیکھنے کو رقص محبوبان خوش آہنگ ہے

یہ کہا سنکر جو ترغیب آپ کرتے ہین مجھے
اوسکو باور کیجیئے گا یہ خیال ننگ ہے

ناز پر دردہ جو استغنا کے ہین اونکے تئین
یک قدم راہ طلب طے کرنے سو فرسنگ ہے

دیکھنا راہ اجل اونکو تماشا رقص کا
درد دل سننا کسی کا اونکو عود و چنگ ہے

غم کسی دل سوختہ پر اونکو کھانا ہی کباب
نت اونھین خون جگر پینا مے گلرنگ ہے

خاک در ایک ایسی کے ہین وہ تیری مسند نے کیا
عرش کے دامن پہ گر بیٹھین تو اونکا ننگ ہے

قبلۂ دنیا و دین یعنی امام عسکری
جنکی میزان عدالت اتنی بی پاسنگ ہے

ایک پلہ مین ہو کاہ اور دوسرے پلے مین کوہ
کاہ کو باور تو کرنا کوہ سے ہمسنگ ہے

روے کار حشر سے پردہ کا اوٹھنا ہی محال
پردہ پوشی پر جو اوسکے حلم کا آہنگ ہے

چشم خوبان مین شراب آتی ہی لینے کو پناہ
گلرخان کی خط نہین آتش کی اوپر رنگ ہے

طرۂ محبوب مین ہو جسطرح عاشق کا دل
مرغ دور از وہم یون اوسکے میان چنگ ہے

کر قصیدہ کے تئین سودا دعائیہ پر ختم
قافیہ کو وسعت اب آگے نہایت تنگ ہے

مانگتے جو مانگتا ہی تو صلہ اوسکا یہان
نہ خراج روم مالیت نہ باج زنگ ہے

سر گل امید سے محروم تیرے دوست کا
ہو نہ جبتک گلشن دنیا مین آب رنگ ہے

لالہ سان ہو غرق آتش عدو سر تا قدم
پر شرر جسوقت تک دامان کوہ و سنگ ہے

قصیدہ در منقبت حضرت امام آخر الزمان

جون غنچہ آسمان نے مجھے بہر عرض حال
دی سو زبان دہن مین لیکن سبھی ہین لال

ہرگز کسی گرہ کے یہ جز خراش دل | مارا نہ آسمان نے کبھو ناخن ہلال
اجزاے کار بند ہی عالم کا اوسکے ہاتھ | جز چشم عاشقان کہ ہین جاری باتصال
ہمپر سدا رکھے مے گلرنگ کو حرام | خون بہار تیغ خزان پر کری حلال
ہر روز او ٹھ کے غنچہ گل کو کری ہی تنگ | ہر شب رکھے ہی خاطر بلبل کو پر ملال
ایدل غرض کسیکو نہ دیکھی جبین آسمان | شکوہ نکر تو اس سے کہ ناحق ہی یہ جدال
گردون سی کار بستہ کھلے کیونکہ ہی محال | ہرگز نہین ہی عقدہ کشا ناخن ہلال
پس کیا ضرور تھا جو کیا شکوہ سپہر | ایدل تو ہرزہ گوئی سی اپنی زبان سنبھال
خواہش ہی دو جہانکی اگر تو زبان سے | جز مدح شاہ [illegible] علی مت سخن نکال
مہدی ہادی وہ کہ گر اوسکا نہو حفظ | مرکز کو خاک کی تو توہی ہی یہ احتمال
کھلجاے سب زمین کی گرہ آب مین ابھی | لے شرق تا بغرب جنوب اور تا شمال
اوسکا قدم نہو وسے جہان کی جو درمیان | کب چار عنصرون مین رہے حد اعتدال
جو کچھ کہ کھون مین اوسکی سخاوت مین ہی بجا | یہ مطلع حضور مری بات پر ہی دال
جاہی اگر کوئی دو جہانکا متاع و مال | تیری گداے در سی کرے آکی دو سوال
مرضی مین گر چلے نہ تری ایکدم سپہر | دست قضا اٹھاوے اوسکو دیکھے گو شمال
شاہا ترے جو نشتر خنجر سے ایک دم | دشمن کے دلمین سہو سے گذرے اگر خیال
ہے کیا عجب کہ خوف سی ہر عضو کی رگین | جا مغز استخوان مین جھپین شمع کی مثال
شاہا ترا بیان شجاعت مین کیا کرون | ہیہات اس زبان کی تئین کب ہے یہ مجال

تیری ثنا و مدح کوئی مجھ سے ہو سکے ہی کیا تاب دہن مجھی کیا فضل و کیا کمال

اے شاہ دین پناہ شتابی سی کر ظہور تا دوست ہو دین شاد تو دشمن ہون پائمال

اکثر جو اختلاف ہین دین نبی کے بیچ اس مجملی کا تجزیہ ہی موقوف انفصال

سو دل کو آرزو ہی کہ جب تو کرے ظہور اسکی یہ مشت خاک ہو تیری صف نعال

تیری ہر ایک دوست کا مانند صبح عید صفحے مین روزگار کے روشن رہی جمال

جون شام سلخ ماہ محرم تمام عمر ظلمت ہی مین بسر کرین اعدای بد خصال

قصیدہ در مدح عالمگیر ثانی

رکھے ہمیشہ تری تیغ کار کفر تباہ بحق اشہد ان لا الہ الا اللہ

فلک پہ سبعہ سیارہ تا قیام جہان پھرا کرین ترے شرع شریف کے ہمراہ

سجود در سی تری بہرہ رہون اہل زمین رہے رکوع مین تا قامت سپہر دوتا

بجا ہی تجھکو سلیمان جلال گر کہیے کہ ہی وزیر کا تیرے خطاب آصف جاہ

علو مرتبہ تیرا نظر کرے جو کوئی رہے فلک ہی کو اوسکے برنگ نیم نگاہ

کرے جب آنیکا تو عزم پشت پر اوسکے رکاب اسکے اقبال بولے بسم اللہ

جہان پناہ ترے درگہ علا لیتا ہین کسیکو دیوی اذیت کوئی معاذ اللہ

جلے جو شام کو پروانہ بزم مین تیری تو صبح شمع کے آتا ہی سر پہ روز سیاہ

کرم بھی اتنا ہی تیرا ہی خلق کا اوپہ کرے وہ فوری سی خالق ہی جسکے ہی آگاہ

امید عفو ترا گر نہ بیچ ضامن ہو
کوئی نکر سکے ہرگز کسی طرح کا گناہ

کرے ہی عرض یہ سودا جناب قدس مین
زمانہ چاہی تھا مجکو رکھے بحال تباہ

تجھ آستان پہ لیے داب مدد کر طالع کے
ہوا ہے آن کے حاضر یہ بندۂ درگاہ

لیا اب جہان مین کوئی خوش نصیب مجھ سا
امید جسکی بر آئی ہو اپنی خاطر خواہ

کیا مین فرض کہ آنیسے زیر بال ہما
جنھین حصول ہو جمشید کی سی شوکت و جاہ

برا اونکو اوج سعادت سے میری کیا نسبت
وہ بہرہ ور تھی ظل ہما تکے مین تا بظل الٰہ

غرض اکردن ہون دعا یہ پر مین ختم سخن
ادب کی مرضی ہی طول کلام ہو کوتاہ

الٰہی تا ہو جہان تو ہو اور دنیا ہو
جہان خوبی ہی تو اور جہانیوں کے پناہ

قصیدہ در مدح محمد شاہ عالم

ہم اعتبار تجھسے مرا اے فلک جناب
رخشندگی ذرہ ہی از فیض آفتاب

یک تخم ہولن مین خاک نشین زمین شورہ
نشو و نما سے تجکو کرم کا ترے سحاب

ہے یہ جہان مین وہ در دولت سرا کہ یان
ناکام جسکا آن کے ہوتا ہی کامیاب

روشن دلون کو گر نہ ہو سجود در تیرا
رکھے نشان سجدہ جبین پر نہ ماہتاب

یہ عدل ہی ترا کہ قوی کو ضعیف پہ
کرنے سے اب تعدی کی اتنا ہی اجتناب

گنجشک کے چلے نہ وہ تیر آشیان ملک شہا
پر گیر ہی مین لگائیے جسکے پر عقاب

اوس رخش برق وش کی ترے وصف مین
یہ نے کیا ہی مطلع روشن یہ انتخاب

رانون مین اوسکو صورت سیماب اضطراب
چالاک تر خیال سے اور دم سے شتاب

گلگون بھی اوسکو کہئے تو ہے یہ سخن بجا
آتی ہے بو ادا سے جسکے عرق سے بوئے گلاب

طرّۂ عنان کشیدہ تو اوس رہگذر خرام
ہے آرزو صبا کو کہ بوسہ دے برر کاب

بخشی جو تجکو حق نے جوانی مین سلطنت
شیب زمانہ کو یہ ہوئی خواہش شباب

نزدیک شام کچھ یہ شفق پھولتی نہین
کرتا ہی چرخ پیر حنا باندھ کر خضاب

اس بارگہ کو کیون نہ فلک سے مرتبت کہون
جسکی بلند کاہکشان سے بھی ہو طناب

برج حمل کیطرح سے ہی اوسکے بیچ تخت
تو اوسمین یون شرف ہو جون گھر مین آفتاب

سنتا ہون اگر سے ہے ختم دعائیہ یہ سخن
ہے جانتا ہی ہون طول سخن مقتضائے داب

اوس تخت پر بصد اقبال بیٹھ کر
کرتا رہے تو شادی نوروز اجتناب

قصیدہ در مدح وزیر

تھے ہو رہے جو سحر آج مری آنکھ جھپک
دی اوس نے آکے خوشی کی در دل پر دستک

پوچھا مین کون ہے بولی کہ وہ مین ہون غافل
بیگانہ تر مین جسکے کبھو شائق کی پلک

ہے خوشی نام مرا ہون مین عزیز دلہا
زندگانی کی حلاوت ہی جہان مین مجھ تک

کھول آغوش دل اور لے مجھے جلدی نادان
پھر خدا جانے یہ دن کب تجھے دکھلائے فلک

سنکے یہ مژدۂ جانبخش جو مین کھولی آنکھ
شعلۂ نور کی سی مجکو نظر آئی جھلک

آنکھین ملکر کے جو دیکھون ہون تو اک دلبر شوخ
سر سے لے فرق جواہر مین وہ ہے پاؤن تلک

حسن ایسا کہ جیسے ماہ شب چاردہم — یک بیک دیکھ تو کچھ نید رہی رہجائے بھچک
زلفین یون چہرے پہ بکھری ہوئی مانگین تیرا — جسطرح ابر کی ٹکڑی پہ ہٹین دبا لک
ناگنی پیچ مین آ اوسکے نہ مانگے پانی — کھیل جائے وہ دہن کا لاجو دسے اوسکی لٹک
جبین ایسی کہ جگر ماہ کا ہو جائے داغ — اوسکی تشبیہ سے جب اوسکو تجاوز دے فلک
فتنہ اوس چشم کا ایسا کہ مژہ سے خونخوار — متصل جو پلکیتے پا کر دیا کرتے ہین جھپک
حسن سے کان کی آویزین یہ لطف کہ جون — مستعد قطرۂ شبنم کہ ٹپڑے گل سے ٹپک
مسی آلودہ لب اخگر تھی تہ خاکستر — کہ ہوا دے وہ سخن کہنے کو جاتی تھی دہک
عارض اوسکے گویا شیشے تھے مے گلگون کے — زنخ اون دونون مین یون جیسے نمکدان مین گزک
رنگ رخسار سے شرمندہ ہو کندن کی دمک — آگے غبغب کے خجالت زدہ سونے کی ڈلک
یا وہ مجون سبھی کی ہین ڈبیان ایسی — آوے ہیجان مین چھیڑے سے جنہین درج ملک
پیاری پیاری وہ نگین نظر دنین ایسی کہ نگاہ — یہی چاہے کہ کبھو پاس سے اوسکے نہ سرک
گرد اوسکی مین نہ تھی کہ گردن اوسکا وصف — تھی وہ اک آہوے دلکے لیے چیتے کی لپک
آوے جب بزم مین اوس ساق بلورین کا ذکر — جلوۂ شمع کا پامال حسد ہووے نمک
وقت نظارہ مری جب نگہِ دیدۂ غور — سر سے لے اوس قد رعنا کی گئی پانون تلک
فندق پا لگی کہنے کہ نہ دیکھا ہوگا — مہر کی بیخ سے پھولا گل او رنگ اب تک
قامت ایسا ہے کہ ہنگام خرام اوسکی اگر — آگے آجائے قیامت تو یہ لوٹے کہ سرک
بات اس لطف سے بہکی تھی دہن سے اوسکے — بادہ جون ساغر پر نم سے جاتا ہے چھلک

غرض اس شکل سے آئی جو نظر وہ کافر
کہا میں دلکی طرف دیکھ کے اللہ معک

ناگہ اوس شوخ نے مجھ سے یہ کہا اے سودا
ابتو شیشہ ہی اندوہ کا پتھر سے ٹپک

یہ بھی کوئی طرز ہی رہنے کا زمین پر نادان
یہ کوئی طور ہی جینے کا ترے زیر فلک

آدمی کے تئین کچھ گرمی صحبت ہی شرط
وہ بھی انسان ہی دنیا مین جو اتنا ہو خنک

گو ترا وضع زمانہ سے ہی دل افسردہ
پر ہم آئے ہین ترے گھر مین لا دھر تکیہ تنک

ایسے مہمان کی تو لازم ہی کہ خاطر ہو عزیز
بادہ بھر شیشے مین رکھ لا کے نمکدان گزک

بزم آراستہ بلوا کے کر ارباب نشاط
پاس لے بیٹھ ہین سکو جھکا آپ بھی جھک

آج وہ دن ہی کہ جس گھر مین تو دیکھے اوسین
کہین ہوتی ہی بھگت اور کہین ہی دلک

یان تلک شیخ و برہمن ہین طرب کے مصروف
دیر مین بجتی ہی مردنگ حرم مین ڈھولک

سنکے منہ سے یہ کہا اوس سے کہ ای مایہ ناز
خیر ہے بات سمجھ کر تو کہہ اتنا نہ بہک

بے سبب کیونکہ مین اندوہ کی لغت چھوڑ دون
کسطرح دوستی غم کردن دل سے منفک

وجہ کچھ ہووے تو کر مجھسے تو اوسکا اظہار
کچھ جہت ہو تو بیان کر کہ سنون مین بھی تنک

کر گئے دریافت یہ مجھسے کہا اوسنے کہ بگر
سمع مین تیرے یہ مژدہ نہین پہونچا ابتک

آج اوس شخص کی ہی سالگرہ کی شادی
کہ لعبوت ہی وہ انسان بسیرت ہی ملک

یعنی نواب سلیمان فرد نام آصف جاہ
عہد مین جسکے یہ غیور ہنر رگ دکو جک

کسیکی آگے کوئی ہاتھ لیجا رے کیا دخل
مٹھی باندھے ہوئے پاتا ہی تیرے لد کو دک

تجھسے ممنون نہ فقط رہے زمین پہ ہر یک
بار احسان سے تیرے ہی دوتا پشت فلک

چل سکی ہی نہ کسی امر مین تدبیر حکیم — مہر سی رای کے تیرے وہ نہ لی تا دستک

ختم کر اب تو دعائیہ پہ سودا یہ کلام — آمین کہنے کو گئی باب اجابت پہ ملک

یا الٰہی جو یہ تیرا ہے چراغ دولت — تا ابد اوس سی منور رہی قندیل فلک

تا قیامت رہی مسجود خلائق وہ جگہ — مسند جاہ کی تیری بچھے جسپر تو شک

جو تیرا دوست ہو اب آئینہ گیتی پر — اوسکی تمثال کبھی ہونے نپائے منفک

کاتب دست قضا شکل عدو کی تیری — صفحۂ ہستی سی جون حرف غلط کر دے حک

قصیدہ در مدح وزیر

کہے ہی کاتب دوران سی منشی تقدیر — سمجھ کے دفتر قسمت کیا کر اب تحریر

یہ روز و شب تو بنائیگا تا کجا اسطرح — کہ جام مہر مین آتش دمہ کو کاسۂ شیر

گمان وعدہ نہ کر اب تو بجز دنیا سے — گہر نکالے تو عریان حباب ہنے حریر

رہائی اسمین ہی تیری کہ کاغذ سابق — درست کرکے عطارد کو کر سکے اپنا مشیر

وہ سلطنت کہ نمونہ جسے خدائی کا — کہین ہین شرق سی تا غرب ہر صغیر و کبیر

سُنا نہین ہی کہ غازی دین عماد الملک — جو میر بخشی تھا انکا سو اب ہوا ہے وزیر

اگر طلب کرے کاغذ وہ تجھسی اپنا دان — تو کر سکیگا بھلا اوس وقت اوسکی کچھ تدبیر

دیا جواب یہ اون نی کہ میرے کاغذ مین — حضور اوسکی کسی وجہ کی جو ہو تقریر

یقین ہی خامۂ دست کرم سی اوسکے مجھے — سوا عفو مرے حق مین کچھ نہو تحریر

مری خطا بھی ہی کچھ چیز اوسکی ہمت پاس
ہر ایک لحظہ جو بخشا کری ہی گنج خطیر

غنی ہوا ہی یہ اوسکے کرم سے ہر محتاج
کہ فرق ہو نہین سکتا بہم امیر و فقیر

وہ دام زلف بتان سی کری ہی اوسی تنخواہ
جو مانگے فرقۂ عشاق سی کوئی جاگیر

جہان کی باغ مین نقاش تیری گلگون کے
جو چاہین شکل بنا دین تو کیا کرین تدبیر

کہا مصور باد بہار نے جسکو
اگر قیاس مین ٹھہرے تو کھینچیے تصویر

جو کھینچی یاد مین تجھ خلق کی چمن نقاش
تو بو شمام مین عالم کے دی گل تصویر

نہین ہی معجزۂ عیسیٰ سے کم تری تدبیر
کیا ہی زندہ سر نو سے جنّے عالمگیر

اگرچہ مین یہ قصیدہ کہا تو ہے لیکن
تری ثنا کی مصنف ہو یہ زبان تقصیر

کری ہے عرض یہ سودا ہمیشہ عالم کا
رہی تو کار کشا اے امیر ابن امیر

گرہ جو کام مین اعدا کے تیری ہی اوس مین
پڑی ہزار گرہ شکل دانۂ انجیر

قصیدہ در مدح وزیر

دیکھا جو دیر و کعبہ ہمسنگ رنگ ڈھنگ
کچھ ایک سا رکھین ہین ہم سنگ رنگ ڈھنگ

کری تجھ لبون سی لعل کو نسبت کہ اوسکی طرح
پہونچا سکے ہی کوئی ہم سنگ رنگ ڈھنگ

ساقی نے بھر کے جام زمرد کو یہ کہا
ہم بادہ آئین خوب ہے باہم سنگ رنگ ڈھنگ

سوسن مین کیا کہون در و دیوار باغ کا
رکھتا ہی یار بن غم دہم سنگ رنگ ڈھنگ

بس مجکو مغتنم ہی کہ میرے سخن کے بیچ
اتنا ہی دہر کا جو رکھے ڈھنگ رنگ ڈھنگ

مطلع یہ جا حضور پڑہون جو وقار کا
پیدا کرو نہین کوہ کے ہمسنگ نگ ڈہنگ

دریائے فیض کا ہی ترے ننگ نگ ڈہنگ
پاوین کہان ترا من گنگ نگ ڈہنگ

یہ عدل ہی ترا کہ زمانے مین اب نہین
فریاد کا بجز جرس رنگ رنگ ڈہنگ

قصیدہ در مدح وزیر

مرغ معنی کے اگر صید پر اتنا ہو خیال
عرش پر واز ہو تو کھل نسکین اوسکو بال

نہ بچے طائر مضمون نظر انداز مرا
فکر عالی کی ہی شاہین میری راہ نوال

آوے ہی شعر و سخن پر جو طبیعت میری
معنی پر وے سر سدم کو کرے ہین استقبال

کچھ مجھے تازہ مضامین کی نہین سعی و تلاش
پھرتی ہین ناطقہ میرے کی سدا وہ دنبال

ششت و شو و دن ہو نہین الفاظ کو حسن ادائی سے
در دہی آب گہر سامنے اوسکی وہ زلال

یہ زبان مجہ سی کی خامہ کو عطا کرنیسے
مین سمجھا ہون جو منشی ازل کا ہی مآل

کہہ رہا مدح مین ایسے کی جسے تا بہ ابد
پرورش کر نہین گذرے کہ دمہ کی مہ سال

یعنی نواب فلک رتبہ شجاع الدولہ
قائم اوسکا رہی تا حشر یونہی جاہ و جلال

تمنا ہے جبین بدر بھی ہوتا ہے ہلال
لیکہ یان سجدے کی مشتاق ہین ارباب کمال

کرم انسان پہ جو ہر ہی طبیعی تیرا
خواہ ہو نیک کوئی خواہ کوئی بداعمال

مفلسی سی نہ مکدر کوئی خاطر پائی
آب زر سی جو دہوئی تونے زبس گرد ملال

قول پر اونکی نہوتی تری ہمت جو دلیل
پوچھتا مین حکما سی ہے خلا کیونکہ محال

جسگھڑی دہر مین تیرا ہو کفِ جود بلند
اور اوسوقت کوئی تجھسے کرے آکے سوال

ہوے انبار طلا دست تلے سائل کے
کہ جیسے بچہ خورشید کا پہونچے یہ خیال

روز میدان قدم اپنا تو جہان گاڑے
کوہ کا سینہ پھٹے دیکھ ترا استقلال

شرق سے غرب تلک ہے عجب تیری تیزی کا
دھاک ہے تیغ جنوبی کی تری تا بشمال

اوسکی خونریزی کی کریون موج عدو گنگئے کہا
جون مہ نو سے محرم کے پلٹتا ہے سال

تیری شبرنگ کے جلوے کے تئین جو دیکھے
کہوے اوسکو کہنیا زرہ حسن وجمال

کون ایسا ہے مین تشبیہ تجھے دون جس سے
تو ہی آئینہ ہستی مین ہے اپنی تمثال

ختم کرتا ہے دعائیہ پہ سودا یہ کلام
دوستاں ہون شاد ترے اور ہون دشمن پامال

قصیدہ در مدح نواب شجاع الدولہ بہادر

اشجار کا بستان جہان کی ہے عجب ڈہنگ
جلتا ہے حنا اوس سے رخ گل پہ جو ہو رنگ

بیمہری ہی مین سیار گلستان کی کہون کیا
پھل لائے نہ انہین جو نخل وے کہ بارین ہین یہ سنگ

دنیا مین توقع نہین انسان کو کسو سے
جیسے کہ اسکو نہ رہا ہے جسے ہند کا اورنگ

کیا منہ مرا اور کیا لب لہجہ ہے کہ اوسکا
یون نام مفصل نہین آداب کا یہ ڈھنگ

الطاف و کرم کا جو شمار اوسکے کرو نہین
عاری ہین امواج کو گنگا بلب گنگ

دیکھا نہ یہ مین حوصلہ جز اوسکے بشر کا
وسعت بھی زمانے کی حضور اوسکے ہے کچھ تنگ

بازو کا اوسی زور شہ ہند کا کہئیے
ہیبت بجہان اوسکی بہر حبش و زنگ

عرصہ تری گھوڑی کے جو سرپٹ کا ہی آئین
پاۓ فرس باد سحر کرنے لگے لنگ

کچھ برق سی تڑپے ہی سدا ابر سیہ مین
تہا جو کہون سو نہین رکھتا ہی وہ شبرنگ

خاطر یہ خلائق کی ہی تجھکو کہ ستوے باغ
بے رخصت بلبل نکرے سیر کا آہنگ

دل تجھ سی ہو میلا کسی طوطی کا یہ کیا دخل
آئینہ تلک عہد مین تیرے نہ لگے زنگ

آتش رہی یون آب مین انصاف سے تیرے
آئینہ مین جس شکل ہو عکس رخ گلرنگ

بس جو کوئی تجھسا ہو ثنا اوسکی ہو مجھسے
ہرگز نہ اسے مانے کب مجھ مین یہ ڈہنگ

جس مرتبہ مین تجکو سمجھتا ہون مین ممدوح
یہ مدح تو وان عار ہی مداح سے ہی ننگ

سودا نہ چل اب آگے کہ یہ جا ادب ہے
کر قطع سخن کا تو دعائیہ پہ آہنگ

قبضے مین تری قوت شمشیر سے تیرے
ہے شام سی تا روم رہی روم سے تا زنگ

پرواز ہما جب ہو سوا اوج سعادت
شہباز کا طالع کی ترے ادسے رہے جنگ

قصیدہ در مدح نواب شجاع الدولہ بہادر

خون سے مرے دلمین نہین تشنہ ہی گو یا ترا ناز
شرم سے خو کی تری پہونچی ہی آتش بگداز

گردش دہر ان آنکھونکی بلا گردان ہی
بخت برگشتہ کا مژگان کی تصدق انداز

جنبش لب سخن آبروئے چشمۂ خضر
دم عیسی کے لیے موج تبسم دمساز

نذر ہنگام ادا ایک جہانکا دل و دین
نازکے وقت گریبان دو عالم بے نیاز

تیوری کی گانٹھ کا کب ہمسے کھلے ہی عقدہ
ہو دیگی کوئی گرہ دہر کی یان محرم راز

کینہ جوئی کا تو کیا ذکر ہے سبحان اللہ　　مہربانی کا تری جور فلک پا انداز

تو جو کہتا ہی نہین دلکو تری صبر و شکیب　　اس سخن سی تو ہی انصاف رہ دور دراز

عہد مین حسن کی تیری جو پیمبر ہو کوئی　　معجزات اوسکی مین ہو سبسے بڑا ہی اعجاز

کون وہ دن تھی کہ شب تب ترے نظارے کو　　تیری آئین مین پریشان نظر کیا تھا جواز

سو وہ صحبت ہے یہ بالعکس کہ پیش آئی ہی تو　　مجھ سی ہر روز نیاز اور سی ہر شب بے نیاز

نالہ و آہ سی میرے بجہان رات کو خواب　　بسکہ ہی چشم خلائق سے رہ دور و دراز

ایک طالع کی تو اپنی نہ کہون مین ورنہ　　اوٹھ کی جب دیکھیے تا دیدہ مہتاب ہے باز

امتحان میری وفا تا بہ کجا کھینچیگا　　صف عشاق مین سب جانتے ہین ای طناز

یون خم تیغ جفا سی ہون تری سر بسجود　　آگے محراب کے جسطرح سے ہو پیش نماز

کوئی سنتا نہین فریاد کو میری ورنہ　　آہ کی طرح مین ہو جاؤن سراپا آواز

دل کی گو کہہ نہین سکتا مین برانداز و گر　　کس لیے مین کہون کچھ تجھسی کہین کچھ غماز

مال و زر تھا سو دیا عشق مین تیرے برباد　　نقد جان اپنا نہین اپنی جو کردن اوسکو نیاز

کسطرح سی یہ ستم چاہیگا انصاف اوسکا　　استخوان کو ہو مرے جور ترا توتیا ساز

دہر مین داد رس خلق ہی اب جسکی جناب　　اور ابنائے جہان مین ہی سبھون سی ممتاز

یعنی موسوم بہ نواب شجاع الدولہ　　ذات اکبر جسکے زمانیکو ہی فخر یہ و ناز

زیر ران ہی وہ تری رخش سراجی گردون　　شور قلقل سی بہ از صیحہ کی جسکی آواز

جلد پر اوسکی صفا سی ہی یہ کچھ کیفیت　　دیکھ کر جسکے تئین جھکتا ہی صد آئینہ ساز

...ا خوش باد سحر پال سی اوسکے تحفہ — لیکے جاتی ہی سو زلف بتان بہر پیاز
...ش سی تا بدم اوسکے ہین گل خوبی سی — صد چمن جسکے طویلے کا نہو پا انداز
...ن سیکر دکو جو پھینکے تو رہے دریا پر — ٹوٹے ہرگز نہ حباب اوسکی بزیر تگ و تاز
...ن اس نظم سے تو یہ نہ سمجھیو ممدوح — کہ طمع پر تری مداح کی ہو عرض نیاز
...نعمت و اسپ گہر تیری نہ آگے کچھ چیز — نہ وہ ہین اپنی تجھ پاس کرون دست دراز
...ے تصدق جو مقرر ہیری خاطر اوسین — نمکین شیرین کو ہی ذائقہ سے میر ساز
...پوشش مجھے ملتا ہی وہ جامہ جسکا — دامن آلودہ کی گو حرص سی رہتا ہی باز
...و کچھ کام نہین تو مجھے جو چاہی رکھ — مین ہون بندہ ترا اور تو ہی مرا بندہ نواز
...مطلب اس سی یہ جو سنوا ہی ترا ہیر غلام — اور کیا ہو سکے جز یہ کہ دعا بعد نماز
...رے اعدا ہین نظرونمین ہمانیکی ذلیل — حق دو عالم مین رکھی تجکو سدا با اعزاز

قصیدہ در مدح نواب وزیر

...ولک اب یہ مہربان ہووے — جون نگر گا ابر دُر فشان ہووے
...عل کیا ہی کہ اوسکے جینے کا — کسی انسان پر گمان ہووے
...لق کو استقدر ہے استغنا — نہین ممکن کہ وہ بیان ہووے
...چرو آگے اگر پڑا ہو گہر — دور ٹھو کر سے گر روان ہووے
...ہے جو کچھ جس کنے ہی اوسکی عطا — آصف الدولہ اور جہان ہووے

دیکھ کر جسکو خلق بولے ہے | تو ہوا اور عمر جاودان ہووے
پرورش کسکو یون ضعیفون کی | تجھ سوا زیر آسمان ہووے
کین سے گردون کے عمر بھر رہے دور | جس پہ یکدم تو مہربان ہووے
دی ہے جو حق نے تجکو حشمت وجاہ | فہم وان تک رسا کہان ہووے
تجھ سا آفاق مین ہو جب ممدوح | اور سودا سا مدح خوان ہووے
نہین شایان کہ عرض مطلب کی | اوسکی ہر بار بر زبان ہووے
اب دعا وہ کرون ہون سنکے جسے | آمین آمین بحاضران ہووے
شادی و عیش و خرمی ہر روز | آگے تجھ دل سی تو امان ہووے

قصیدہ در مدح نواب آصف الدولہ بہادر

کیا قلم کو رقم سے ہے منظور | کہ صریر اوسکے سی ہے دلکو سرور
نور صبح بہار کاغذ پر | خط خط گلعذار کا دستور
زلف خوبان چین کی خوبی مین | کھینچے ہر سطر جسکے آب کو دور
ہے تبسم قلم کے منھ پر مشق | قلم اوتنی رقم سے ہے مسرور
کہ لکھا چاہتا ہے اوسکی مدح | خلق مین جسکا خلق ہے مشہور
یعنی نواب آصف الدولہ | ہو سلیمان ہو نجلے جس تلک مور
تو وہ دریائے فیض ہے جس سے | واہمہ کر سکے کبھو نہ عبور

بخشش ہے یہ کہ گوہر سے | جون صدف مشت خلق ہی معمور
لب اس نظم سے ترے آگے | کچھ خوشامد مجھے نہین منظور
لہ ہے لائق ثنا یہ جناب | مدح کرنی ہوئی مجھے بہی ضرور
ی ہی اعتقاد ہے یہ مدح | ورنہ رتبہ ترا ہے اتنا دور
وچا ہے خیال دان جائے | پہونچنے کا اوسے کہان مقدور
لشان خامہ آسمان کا غذ | ہو مرکب اگر شب دیجور
نے سامان یہ تیری سب انصاف | سو وین تحریر مین یہ کیا مقدور
ن سودا اگرے سخن بد عا | آمین سب بولین بندگان حضور
فضل سے حق کی تو بہ حشمت و جاہ | رہی تا حشر خرم و مسرور

قصیدہ در مدح نواب آصف الدولہ بہادر

سودا یہ جنون نے کیا خواب خور حرام | لائے گھر اوس طبیب کے ہی عقل جسکا نام
احوال اوسکا دیکھ کی کہنے لگا طبیب | اب فصد و مسہل اوسکے لیے ہی مفید تام
کہنے لگا سن اوسکو وہ دیوانہ در جواب | تجھ مین لہو کہان یہ ترا ہی خیال خام
جو کچھ کہ میرے تن مین ہو تھا سو کبھی سال | عامل نی خیر آباد کے بیکر کیا تمام
مسہل طلب کری ہی غذا کی زیادتی | مجکو سو ماہ عید بھی گذرا ہے صیام
کیا سود اس علاج سے کہہ اوسکے ماسوا | تا اپنی مین دوا کرون اک بے کی قرض دام

تب اودن نے یون کہا کہ تبا ڈمین علاج — اس درد سے تو پائے شفا ہو جو شاد کام

اوسکے حضور عرض یہ کر جسکے سایہ مین — مور ضعیف پیل سے لے اپنا انتقام

سُنتے ہی یہ تو یہ قصیدہ برائے نذر — لیکر اب اس جناب مین حاضر ہوا غلام

اے وہ کہ تیری عدل کی نسبت بخاص و عام — نوشیروان پہ عدل کا گویا ہی اتہام

دیتا ہی تیری عدل مین آماڈہ الزمان — زخم جگر کو سودۂ الماس التیام

مذکور علم کا مین کرون یا بیان خلق — یا مین تری شجاعت و ہمت سے اب کلام

ترا ہی بار علم سے ای صاحب وقار — کشتی خاکدان کا جو پانی پہ ہی قیام

آوی نسیم اگر چمن خلق سے تری — خوشبو جہانیونکا ابد تک رہے مشام

تیغ سخا بھی ایسی ہی جس سے بلاکٹ ل — باقی ہین گر طمع عمونکی بیک ساعت انہدام

کچھ کم نہین جہانمین سلیمان سے ترا جاہ — گو السنہ پہ آصف دوراہی تیرا انام

رتبہ ترا ہی زد جو کری قصد دھر کو دہم — پہونچے نہ ماندگی سے بیک کوتج دو مقام

ذرہ کرے ہی خاک کا اوسکی فلک نیاز — جس گلزمین پہ سیر مین کرتا ہی تو خرام

تجھ سی کی کوئی مدح و ثنا مجھسے ہوسکے — مین کیا ہون کیا زبان مری اور کیا مرا کلام

اس نظم سے غرض ہی مری عرض مدعا — مقصد مرا قلیل ہی پہونچے بہ انصرام

اتنی تری جناب مین اتنی ہی عرض ہے — کس کسکا ملتجی ہون کہا کر ترا غلام

انصاف ہی کہ ہو وہ عطا اس جناب کی — اولادکی مین سماجت و منت کرون مدام

دیہات جو ہین صرف مطبخ کر اوسمین سے — اس نقدی کی عوض ہو مجھے صحنک طعام

اے گنج بخش خلق مرا ہی جو مدعا | گزارا حضور تری کسقدر ہی کام
سودا الپس اب خموش کہ جا اوب ہے یہ | اس نظم کو تو کر بدعائیہ اختتام
تابندہ جب تلک بفلک ہیں مہر و ماہ | تا جلوہ گر رہین بجہان صبح اور شام
دنیا ہو اور تو ہو الٰہی بجز ہی | تیری نصیب جام مئ عیش ہو مدام

قصیدہ در مدح نواب سرافراز الدولہ بہادر

صباح عید ہو اور یہ سخن ہی شہرہ عام | حلال دختر رز بے نکاح و روزہ حرام
پھرا ہی آج بمقصود بادہ خواران چرخ | ہو اب بر کے زمین رند رو ساقی و جام
بعیش گاہ جہان خوش ہو خرمی نی آج | گئے بدل بمباحت مناحی کے احکام
معانقہ بجہان آج ہے پرستون کی | کوے ہی محتسب آکر با بنساط تمام
سرور ہی یہ جہان مین کہ شیخ و زاہد و رند | بہ طرہات و ظرافت بہم کرین ہین کلام
وہ اوسکے غنچہ گل سمجھے ہی جو زاہد کی | دھرا ہو سامنے مینائے بادۂ گلفام
ہر ایک گھر مین صدا ہی مغنی و مطرب | ز شام تا بسحر اور سحر سے لے تا شام
دلون مین سب کے خوشی نے جگہ کی ہی اتنی کہ آج | عدم سوا کہین اندوہ کو رہا نہ مقام
نظر مین گل کیطرح یکدگر ہین اہل زمین | زمین تمام چمن زیر چرخ نیلی فام
ہر ایک دست نگارین یا مین یون ہو دست حنا | شفق مین پنجہ خورشید جون قریب بشام
خوشی نے جوش کیا یا ہر ایک دل مین کہ اب | نہین قبا مین سماتا ہی خلق کا اندام

اوسکی عید مبارک کا ہی مگر یہ سبب | جس افتخار زمان کا حسن رضا خان نام
کہ جسکی ذات فیوضات سے کہاتی ہے | جہانمین صاحب فرزند مادر ایام
پہونچکے ہو درِ دولتسرا اِتلک اوسکے | وہ کامیاب جو ہو سرنوشت کا ناکام
جو وہ کیا نہ کرے دستگیری نجب | قدم کا ایکے اوس سرزمین پہ ہو نہ قیام
ہے خلق واسطی خلقت کے اوسکی گویا خلق | حیا و شرم ہوئی ختم اوسپہ حلم تمام

قصیدہ در مدح سرافراز الدولہ

نہ عدل و عمل کا تیری صفت ہو کچھ مجھسے | کہ رفعت و شان تیری برے دہی خوش فرجام
سوا اوصف کا تیرے مجھے نہ بہاوے کچھ | خدا ہمیشہ رکھے اوسکو باعز و اکرام
مرا ہمیشہ یہ مقصد بدل نہفتہ ہے | رہین بحلقۂ طاعت یہ بندگان و غلام
ہے اسقدر ترا آلودگی سے دامن پاک | کرین طواف حرم اوسکو باندھکر احرام
یقین ہی یہ کہ دمے تیکن کہ نزد خدا | نہین جو دوست ترا ہی وہ دشمن اسلام
عروج دولت دنیائی کار خیر اپنا | کیا ہی تجھپہ ہو عاشق باشتیاق تمام
اگر ہزار طلاق اوسکو دیوے تو لیکن | نجاوےگی تیرے درسے یہ تا بروز قیام
غرض کہ اسلیے تیری یہ مین نہین کی مدح | کہ چاہون تجھسے مین اسکی صلے مین درہم و دام
عوض مین اسکی صلے کی کرونمین تجھسے عرض | قبول ہو جو مرا حرف ای ذوی الاکرام
مجھے تو گوشۂ خاطر مین اپنی دے جاگہ | کہ تا بسر کرون لیل و نہار با آرام

کرے ہی ختم دعائیہ پہ سخن سودا | ادب سے دور ہی خدمت مین تیرے طول کلام
الٰہی باغ جہانمین ہو جب تلک تانا | شبیہ غنچہ صراحی ہی شکل گل سے جام
مے سرور تجھے دے ہر ایک عید کی دن | طرف سے ساقی کوثر کے ساغر گلفام

قصیدہ در مدح سرافراز الدولہ

عزیز عقل کو سودا کی تھی جدائی شاق | سواد اس کنے وہ پھر آیا ہی بسکہ تھا مشتاق
وہ پوچھتا ہی کیا تو نے کہہ تو کیا حاصل | باتفاق جنون کر کے ہار مجھسے نفاق
یہی نہ تجکو ملا نفع اوسکی صحبت سے | کہین ہین سب تجھے دیوانہ زیر کہنہ رواق
مگر تنا مین جنون کی وہ شعر لکھ لکھکر | برنگ نامہ کے اپنے سیہ کیے اوراق
ملی نہ دولت دین اس سے تجکو نہ دنیا | ہو آبرو کی زمین کو تو شہرہ آفاق
جواب دے ہی یہ سودا کہ وضع پر میری | سخن تری کا نہین ہی کسو طرح مصداق
مین از قبیل جواہر ہون باز زیر فلک | لیک سختی طالع میری ہے سنگ سماق
کہا یہ سنکر اوسی پیر عقل نے ملے یار | اگرنہ مانیکو اسطرح سے ہی کہ تجھسے نفاق
دلونکی درد کا سامع حسن رضا خان ہی | جہانمین اہل جہان جسکے ہو سوا اشفاق
چنانچہ کہتا ہی تعلیم پیر عقل یہ عرض | زبان پہ ہی کہ مرے سن یگانہ آفاق
دیا ہی قوت اعضا نے دلکو میرے جواب | سبب ضعیفی کی طاقت مری ہوئی ہی طاق
سو اب مین تیغ زبان سے لڑون ہون بخت کے ساتھ | ہوں فتحیاب بڑی کی جو ہووے تیری وفاق

سلامتی میں تو اپنی روا نہ رکھ مجھ پر   ذلیل و خوار ہوں میں چشم اہل نفاق

سو طالب اتنی میں حرمت کا اب نہیں جس سے   کرون معاش بسر اپنا میں بہ طمطراق

بنان دوال ہیں سازش کر ایک گوشہ میں   مدام مدح میں تیری لکھا کرون اوراق

ترا قیام حکومت رہے قیامت تک   مطیع خلق کو تیری سدا رکھے خلّاق

کروڑ عید کی شادی نصیب ہو تیری   ہمیشہ نذر تری دیوین ساکنان آفاق

بسر کرے جو ترا دوست ہو بعشرت و عیش   عدو ترا ہو زمانے کا مورد شلاق

قصیدہ در مدح احمد علی خان

برج حمل میں بیٹھ کے خاور کا تاجدار   کھینچے ہے اب خزان پہ صف لشکر بہار

کہتے ہیں یون زبانی پیک صبا یہ حکم   پہونچا حضور سے طرف باغ روزگار

مرکب جو شاخسار کے ہیں اونپہ اب شتاب   پہونچے سوار ہوکے جوانان برگ و بار

ہیں بخشی دو وزیر جو مریخ و ماہتاب   انکو یہ امر ہے کہ امیران نامدار

منہ کھول دو خزانہ گل اشرفی کی تم   پکڑو قلم کو ہاتھ رکھو پیادہ و سوار

کر دو یہ حکم پیر فلک کو کہ اے دبیر   ہووے محرر انکا تغافل اگر شعار

اہل قلم جو دفتر بخشی گری کے ہین   اونسے کہین برائے تقید یہ بار بار

گلگون لالہ گر کہیں بیداغ رہگیا   چیرینگے پیٹ ہر متصدی کا غنچہ وار

لینا ہے کام مجھکو جوانان باغ سے   بھر بھر سبد گلونکے تئیں دو زر عیار

پس ہلکار لالۂ خود رو سے یہ کہین ‏ ‏ رنگین شتاب مستک فیلان کوہسار

دگلے ہزار رنگ کے پہنا دین ابر کو ‏ ‏ موج ہوا تلک ہو زرہ پوش اکی بار

کہدین کہ چار نہر سے گلشن کی صحن باغ ‏ ‏ چار آئینہ کو سج کے رہین مستعد کار

باردو گولی پیر مغان میکدہ کے بیچ ‏ ‏ رکھین نہ اب سوائے کمر کیسہ زینہار

بندوقین بڑے شیشونکی بھر بھر کے مغبچے ‏ ‏ آ کر شتاب صحن چمن مین کرین گذار

جتنے ہین نے نواز جہانگین وہ اب کرین ‏ ‏ پیشہ وہ کرنا ے بجانے کا اختیار

ترکش لگا کے دینے کو تصحیۂ بہار ‏ ‏ گلگون پہ اپنے ترک ہزارا ہوا سوار

لازم ہی تجکو پی کی شراب طرب کا جام ‏ ‏ گر مرد ہی تو سیر گلستان کر ایک بار

یک گلزمین نہین کہ جہان آب تیر سے ‏ ‏ کرتا نہووے کھینچ کے شمشیر آبدار

غنچے سی یکدگر کٹے مرتے ہین یہ کہ موج ‏ ‏ گرداب ڈھال روکی ہی مارہی جب کٹار

بن خود ایکدم نہین رہتا سر حباب ‏ ‏ ڈالے رہی ہا منہہ پہ جھلم سنگ آبشار

اندام جوئبار پہ اب عکس تاک سے ‏ ‏ بکتر سجا ہی دیکھون ہون کیا ایل کیا نہار

گر بارچہ بھی ابر سیہ کا ہوا مین ہے ‏ ‏ گجنال کیطرح سے چنگھاڑ رہی ہی بار بار

تھا جسقدر کہ سبزۂ خوابیدہ یہ سدا ‏ ‏ سنکر زمین سے چونکا اوٹھا ہو کے بیقرار

آسودگان خواب عدم بھی ہین عنقریب ‏ ‏ اوٹھکر کے خاکدان سے کرین حشر آشکار

کرتے ہین طائران چمن اب یہ زمزمہ ‏ ‏ یارب ابکی سال قیامت ہی یا بہار

طاؤس نام وہ جو ہین اس فوج کی نقیب ‏ ‏ کرتے ہین یہ صدا کہ جوانان لالہ ار

باہم سے دستہ دستہ جدا ہو کھڑے رہو — جلدی سے باندھ کر کمر کینہ استوار

میدان صاف کرتی ہی جاروب باد تند — تا وقت کار دامن گل سی نہ اد بھی خار

صد برگ جعفری و گل اشرفی نے اب — کیسری جا بانی کر کے یہ باہم کیا قرار

سنکہہ صف تشون خزان آوے جسگھڑی — ہو کرا تماری کہیئے میدان مین کارزار

استادہ ہی جہان علف سبز خاک پہ — پانی کی جسطرف کو زمین پر چلے ہی دہار

ہر آن مین ترانہ بلبل کے واسطے — ہی اندنون یہ شعر تجلی کا ر وبکار

از سایہ ہای بید مولہ ہر طرف — دار و زمین کمان سیہ تو ز در کنار

ترک صبا کہی ہے مرا تیر باز گشت — ہو پشت پر حریف تو نکلے جگر کے پار

خالی سمجھ کے ہاتھ کو اپنے ہر اکدم — مانگی ہی برگ بید سے خنجر کو ہر چنار

دامن کو باندھ باندھ ہوے مستعد سرو — قمری ہر ایک کہتی ہی یون نعرہ مار مار

ایسا نہو کہ طعن کرین ہمکو بلبلان — لڑیو قدم کو گاڑ کے یاران طرحدار

نرگس کو باوجود ہی بیماری شدید — تسپر چمن مین آن کی وہ ناتوان زار

للکارتی ہی یہ کہ وہ بہتیان ہو جو کوئی — ٹالے تو باری آن کی میری عصا کا وار

کمر کہہ کے ہر درخت سے یون سنگترہ کا نخل — کہتا ہی گرچہ ہاتھ مین شیشہ ہی تیری یار

لیکن تو دیکھیو کہ خدا وہ گھڑی کرے — کتنوں کا سر مین توڑ دونگا پتھر ہی مار مار

گو لو نکی ہر درخت کو غصہ نے اندنون — کچھ آگ سی لگا دی ہی کیجو تم اعتبار

دل مین غرض ہر اک کے مین کیا بیان کرون — پایا ہی آتش غضب و کین نے یہ قرار

نکلین بجائے دانہ شرر کچھ عجب نہین
القصہ آج پیک صبا سے مین صبحدم
قتل خزان پہ مستعد اتنا کہ جس لیے
ایسا تو اس سے آج تلک کچھ نہین ہوا
یہ سنکے دیکھ دیکھ مری منھ کو یون کہا
دین نبی مین ہی تو ابھی باندھکر کمر
اور حرم کو خزانکی جو پوچھے تو پیش خلق
ٹک چشم منصفی سے تو اعمال اوسکے دیکھ
ناناکو جسکے پوچھو تو راکب براق کا
بدخواہ دولت انبی کا ہووے جو کوئی شخص
آخر وہ اس گھرانے کا بندہ ہی زرخریدہ
ایسا یہ خاندان ہی کہ نہ پشت سے فلک
رکھی جہانکے داغ غلامی جبین ماہ
اثبات تجھپہ جرم نہین اوسکا اب تلک
یکبار لعن گر کرے طوطی یزید پر
لیکن یہ دیکھو کوئی دنکو لقب کفش
سنکر غرض یہ پیک صبا سے مین یون کہا

دیکھے اگر انار کو بچہ مین لے فشار
پوچھا کہ سن تو کسلیے خاور کا تاجدار
کی جمع فوج قاہرہ اتنی کہ بیشمار
ہان امر سلطنت کا نرالا ہے اختیار
کہتا ہی اے عزیز تو کافر یا دیندار
گلدستہ کی طرح سے تو ہو جا شریک کار
بعد از یزید کے ہی خزان ہی گنہگار
کسکے لیے دو گلشن دولت ہی اب دوچار
دادا جو دیکھو مشرق و مغرب کا تھا مدار
اوسپر نہ صف کشی کرے خاور کا تاجدار
پس کیون نہ وہ کرے جسے اتنا ہو اقتدار
رکھتا ہی جسجگہ کی غلامی کا افتخار
ماہی کے دبین جسکی اطاعت ہی خار خار
اپنی تو اعتقاد ہے اتنی گنہگار
بے اختیار ہوکے کرے اوسپہ صد ہزار
گلشن سے اوسکو کھینچ نکالینگے کرکے خوار
ہے کون ٹک بتا تو مجھے وہ بزرگوار

کہنے لگا کہ تجھسے تعجب ہے یہ سخن — اتنا تو ہو کے عاقل و دانا و ہوشیار

یہ رمز اب تلک نہین سمجھا ہزار حیف — ہے یہ وہ جسکے خوان کرم کا تو ریزہ خوار

یعنی وہ سیف دولہ بہادر کہ جسکی تیغ — کرتی رہی سدا سر اعدا یہ کارزار

جب مین سنا زبان صبا سے یہ نام پاک — وہ دین پڑھا یہ مطلع رنگین و آبدار

دیوے نہ تیرے نام سے گلشن مین گر بہار — پھولونکو آب رنگ کا لینا ہو ناگوار

تیری سخا کی یاد سوا خاک پہ نہال — تبلاے باغبان تو ثمر دے نہ شاخسار

ناخن بغیر غنچون کی گانٹھین نہ کھل سکین — تیری سخا جو باد سحر کی نہ ہووے یار

میخانۂ جہان مین کرم سے ترے نہین — کوئی شکستہ حال بجز توبہ و خمار

برساترا سحاب کرم یان تئین کہ اب — ہوتا ہے ہر رنگ آتش یاقوت آبدار

جو کچھ کہا مین اسکو خوشامد نہ جانیو — یان ارث ہے شجاعت و سخی ہونیکا شعار

گلگون تیرے کی وصف مین کیا کیا بیان کرون — گرد اوسکی کھینچے جب گل رنگ حنا حصار

اس حصر مین کرے ہے وہ اسطرح شوخیان — تڑپے ہے جون نسیم چمن مین ہو بیقرار

رتبہ کو تیرے جاہ کی کیا مین بیان کرون — جسکے تئین نہ وہم فلک کر سکے حصار

قالی کا اوسکی فرش کا اتنا ہے عرض طول — صد فصل گل نہو سکین جسکے نمونہ دار

جتنا ہے سطح روے زمین اوسپہ گر اوسکو — جس فصل مین بچھاؤ تو ہے موسم بہار

جس آن تو قدم سے رکھے اوسپہ اے جشن — کھل جاوے دیکھتے ہی تجھے چشم روزگار

اور ہو دیگا بھی یونہی تو خاطر کو جمع رکھ — صدقے سے تیرے جشن کے ہتا ہے کردگار

کیسے ہیں دوستو نکی تری شکل ماہ و مہر — ہو سیم و زر ہر آن میں کیا لیں گے کیا بہار
ہاتھی کے ساتھ ساتھ یہ کہتا چلے عدد — مفلس ہون کچھ دلا مجھے نواب نامدار

قصیدہ در مدح احمد علیخان بہادر

ہمچشم کا ہو دل تو رہے دہر سے بتنگ — باور نہیں تو دیکھ کہ نالان سدا ہے زنگ
آمادہ مہر کین پہ سدا اوسکے دل کی لہر — ہے مستعد لطف و غضب اسکی ہر ترنگ
قطرے سے کرتے دانۂ گوہر اسے ہے دیر — یا برق کو ہے پہونچی ہے خرمن پہ کچھ درنگ
ٹک دیکھو چشم دل سے تو اسکے یہ کرتے ہیں — ہر اک بیان شکل بوقلمون ہے ہزار رنگ
اتنا حسد ہے عاشق و معشوق میں کہ نور — منہ پہ جو ہو چراغ کے تو جل مرے پتنگ
معدوم دستگیری کا شیوہ ہے اسقدر — نزدیک ہے نہ ہاتھ کو پکڑے حنا کا رنگ
ہوتا نہ آخر ناخلفوں میں جو اک خلعت — کھا جاتی زہر مادر ایام آکے تنگ
یعنی وہ سیف دولہ بہادر کہ جس ہوا — پائے کوئی نہ لطف و کرم کا کسی میں ڈھنگ
ہمت کی عظم و شان کو جسکے در یتیم — تولا د موج بحر تلک بخشتا ہے ننگ
نواب مدح حاضر و غائب اگر تری — بولی نہ جو زبان ہے وہ گویا دہن میں سنگ
جس دشت کی طرف ہو تری یکنگہ مہر — اے بوستان چشم مروت کے آب و رنگ
پائے غزالہ دام میں دان بند ہو اگر — ناخن سے اپنے کھول دے جا کر گرہ پلنگ
حکم صلاح سے ترے لے صالح زمان — عرصہ اب اسقدر وہ منہیات پہ ہے تنگ

ہے کشمکش شراب کو جب کیجیے نظر
جسوقت دیکھئے تو ہے خشکو نکی بیچ بنگ
شہباز بخت کے تئے اپنے تئین سدا
دیکھے ہماے اوج سعادت میان جنگ

قصیدہ در مدح احمد علیخان

ہے سخن سنج اک جوان متین
فخر صائب جو وہ کرے تحسین
رات جا کر مین اوسکی خدمت مین
اوسے دیکھا تو تھا نپٹ غمگین
مین جو پوچھا کہا سبب مت پوچھ
خبث کرنا کسو کا خوب نہین
نہ کچھ اس سے حصول دنیا کا
نہ کچھ اس سے بر آوے مطلب دین
لیکن اے یار تجھ سے کہتا ہون
بلکہ تو تجھپہ سب کرین نفرین
داغ ہون اُسنے اب زمانہ مین
بزم شعرا کے مین جو صدر نشین
یعنی سودا و میر و قایم و درد
لے ہدایت سے تا کلیم و حزین
کیا غرور و دماغ دکیا نخوت
کونسا کبر ہے جو اون مین نہین
مثل شیراز و کتاب اللہ
سمجھے ہر ایک اپنی جین جبین
ننگ جانین جو بزم کا اونکے
بو علی ہو صفت نعال نشین
اور صد منت و سماجت کے
جا دین گر یہ مشاعرے مین کہین
میر مجلس کی تاب و طاقت کیا
کرسے تکلیف شعر اونکے تئین
خلق کو انتظار کش کر کے
اگر وہ مصرع پڑھین جو آپ کہین

درد کس کسطرح ملاتے ہین — کر کے آواز منحنی و حزین
اور جو احمق اونکے سامع ہین — دمبدم اونکو یون کرے تحسین
جیسے سبحان من یرانی پر — لڑکے مکتب کے بکتے ہین آمین
کوئی جو پوچھتا ہے عالم مین — فخر کس چیز کا ہے اونکے تئین
شعر و تقطیع اونکے دیوان کی — جمع ہو وے تو جیسے نقش نگین
اسمین بھی دیکھیے تو آخر کار — یا تو اردو ہوا ہے یا تضمین
غرض اس خبث کی تئین سُنکر — ہو کے بے اختیار بولے وہین
کہا سودا کو ان بزرگون نے — مت گنون اوسکا ہی یہ کب آئین
اور جو ہو وے بھی تو لائق ہے — فخر کرنا یہی سبہ ہے اوسکے تئین
ہے وہ مداح ایک ایسے کا — مسند جاہ جسکی عرش برین
یعنی نواب سیف دولہ سدا — جسکی شمشیر و فرق دشمن دین
رفعتِ جود دست سے جسکے — دامن خلق کا ہے یہ آئین
پنجۂ آفتاب سے جس طرح — بہرہ ور ہو ہمیشہ روے زمین
گلشن دہر مین چہار طرف — ایک مفلس جو ڈھونڈھیے تو نہین
غنچہ کی بھی گرہ مین بند کیا — اوسکی بخشش نے مشت زر کے تئین
ہو تلک اے خامہ باریاب حضور — طرح نائب سے کسکو ہو تسکین
اس چمن مین غرض ترا محتاج — ہے تو نگر سے لیکے تا مسکین

لالہ ساں گر ہے پیالہ میرے ہاتھ ‌ ‌ کف نرگس پہ کاسۂ زریں
دست و پا اپنے گم کرے ہی عدو ‌ ‌ یاد کر تیرے تیغ و خنجر کین
نیند اوسکو نہ آوے تا نہ پڑہیں ‌ ‌ جائے افسانہ سورۂ یٰسین
غرض اس گفتگو سے اے نواب ‌ ‌ نہیں ہے اسپ و خلعت سنگین
کیا کرونگا میں تو سلامت رہ ‌ ‌ تیرے دروازہ کا ہوں خاک نشین
خوان نعمت سے تیری مجکو سدا ‌ ‌ صبح شیریں ملے ہی شب نمکین
سنگ تجھ آستان کا بعد از بوس ‌ ‌ خواب کرنیکو ہے مجھے بالین
اس سوا کچھ نہیں مجھے منظور ‌ ‌ ذکر تیرے سے ہو زبان شیریں
ہر زبر دست زیر دست تیرا ‌ ‌ رہے جب تک ہے آسمان و زمین
تا قبول دعا ہو سوداؔ کی ‌ ‌ تو بھی اپنی زبان سے کہہ آمین

قصیدہ در مدح بسنت علیخان

کل حرص نام شخصے سودا یہ جہرباں ہو ‌ ‌ بولا نصیب تیرے سب دولت جہان ہو
گو اشرفی روپے کی خواہش ہو تیرے دل میں ‌ ‌ ظاہر ترے پہ ہر جا گنجینۂ نہان ہو
لعل و گہر کی ہووے تجکو اگر تمنا ‌ ‌ مصرف کی بیچ تیرے اشیائے بحر و کان ہو
عمدہ تو اسقدر ہو سرکار بیچ تیرے ‌ ‌ مورد ملخ سے زیادہ خیل ملازمان ہو
جاہ و جلال یاں تک دیتے ہی تجھے زمانہ ‌ ‌ جب ہو تری سواری حلقہ فیل پیران ہو

گر ملک چاہتا ہو تو تخت زیچ تیرے
آگے تو کیا کہون مین دل چاہتا ہی تیرے
سنکر یہ حرف بولا سوداگر قدر رتبہ
یہ تو بڑے ہین اتنے آفاق مین کہ جنکو
لعل و گہر جو پوچھو پتھر ہین اور پانی
عمدہ تو وہ کوئی ہی نزدیک فہم جسکے
نام نکو سی بہتر دنیا مین کیا نشان ہی
ملکو نکے سرزمین سی حاصل یہی ہی آخر
ارض و سما کا ہونا قبضے کے بیچ اپنے
جو کچھ کہا ہی تونے یہ تجکو سب مبارک
دیکھے ہی جسکے جلوہ پاکیزہ طینتو نکی
جو مرتبہ جہان مین ہے بے نیازیو نکا
یہ وضع لا ابالی رکھتا ہی وہ کہ جسکا
بلبل کو گاہ سنکر انعام بوستان ہو
لاکھون دے جسجگہ مین وہ گرگ کو خریدے
جسقدر مرتبہ مین ہو بید باغی اوسکی
رخصت نہ دیکھ خاطر یان گوشۂ نگہ کو

ہندوستان سی لیکر تا اصفہان ہو
قبضے مین لے زمین سی تا حد آسمان ہو
کب اشرفی روپے کی نزد عاقلان ہو
کیسہ سی دور کیجے کام اپنا تب روان ہو
رتبہ نہ انکو پیش ارباب ہمتان ہو
اہل کمال آگے دنیا مین عز و شان ہو
وہ بھی کوئی نشان ہی جو فیل پران ہو
دو مشت خاک جسمین انگشت استخوان ہو
بے دعوی خدائی کیونکر مجھے گمان ہو
مین اور میرے سر پر سر السبت خان ہو
آنکھو نکو امن ہووے جنکے تئین امان ہو
سمجھے ہی وہ کوئی جو اوسکا مزاجدان ہو
اشعار مین غزل کے ممکن نہین بیان ہو
بھونکی بو سی گاہی گلشن مین سرگران ہو
بکتا ہو یک نگہ کو یوسف تو وان گران ہو
پرواز اعتنا کی قدرت کہان کہ وان ہو
عالم کا گو کہ اسمین بربادخانمان ہو

گر معدلت پہ آوے وہ گلشن جہان مین — آنکھو نمین باغبان کے بلبل کا آشیان ہو

مشت حباب جو سی مرغ ہوا نہ چھوٹے — شبنم کے دانو نمین سی دانہ کا گر زیان ہو

سنکر وہ شخص بولا ہم بھی ملینگے اوس سے — یا سود دل ہوا ہمین یا جان کا زیان ہو

یہ حرف اوسکی منھ سے نکلا تو سنکے سودا — کہنے لگا غلط ہے ارے یار یہ کہان ہو

گہ دل مین گاہ چمین گہ چشم مین بسی ہے — ملنا ہو تب معین اوسکا اگر مکان ہو

ہووے بھی گر معین اوسکا مکان تو کسکی — وان ڈھونڈنی کا نادان کسکے تئین گمان ہو

ایسا ہون ایک مین ہی جا کر حضور اوسکے — مطلع اگر پڑھون مین دل اوسکا شادمان ہو

صحن چمن مین گلگون گر تیرے زیر ران ہو — ہر گل پیادہ ہو کر وان طرقوا کنان ہو

خورشید دست سائل ہو جاوے آسمان پر — تیری علو ہمت جسوقت زرفشان ہو

لیکن نہ سمجھیو اے اس گفتگو سے ہرگز — منظور مجکو تیری ہمت کا امتحان ہو

کس واسطے کہ مجکو اتنا ہی چاہیے ہے — جامہ ہو ایک بر مین کھانیکو نیم نان ہو

سو تو زیادہ اس سی تیرا کرم ہی مجپر — کفران نعمت اوسکا قادر نہ یہ زبان ہو

تا مہر و مہ فلک پر یارب رہے درخشان — یہ آستان دولت مسجود دو جہان ہو

قصیدہ در مدح بسنت خان

تاثیر گردش آج کواکب کی صبح کو — کہتے تھے دو جہان کی خوبی کی رو برو

دل چاہتا ہی یون کہ بنایئے ایک باغ — وہ گل زمین زیر فلک کر کے جستجو

فیض دم مسیح کا جسکے ہوا ہو فخر | آب دسجلہ کا آب خضر کی ہو آبرو
لاوے نہ ادس زمین کی درختونکی ایک شاخ | غیر از بر امید خلایق ثمر کبھو
ہووے ازل سے تا بابد ہر چمن کی بیچ | سرسبز دانکی خاک سے صد تخم آرزو
پاتا فراغ خاطر آسودہ سے ہو گل | جمعیت دلی سے ٹرے غنچہ ہو بہو
بینائی د مشام کو عیسی کی تقویت | دیوے ہمیشہ دانکی گلستان کا رنگ و بو
بلبل ہو دانکی بلبل آمل سے ردو بدل | طوطی کرے ہمیشہ فصیحی سے گفتگو
یون منعکس صفاے عمارت مین ہو چمن | جو ایکہ دو مکان ہو سو معلوم ہو دو رو
ایسا ہو سطح کرسی پاوس گھر کی ایک حوض | کہ ترہو آب شرم سے دان جسکی رو برو
چادر تلے ہو آبکے یون سنگ آبشار | چین بر جبین نقاب تلے جون رخ نکو
جو جی کو ہر چمن کی روان یون ہو دسکا آب | جون روح دوڑتی ہو رگ جانکی سمت کو
کنکر ہر ایک جو مین جھکولو نسی آب کے | شفاف یان تلک ہے مین کھا کھا کی شست و شو
جلوہ دکھو بمین ہو جو رگ گل کی عکس کا | آوے نظر وہ جون رگ یاقوت ہو بہو
یون جلوہ گر ہو سر کا سایہ کہ جسطرح | کوئی سیاہ مست پڑا ہو کنار جو
موسم بہار فصل کا اتنا بہار رکھے | کیفیت بہار سے نرگس کے غنچہ کو
یون ہو کٹوری ادسمین کہ جون ہتکی ہاتھ سے | مستی مین چھوٹ کے جا ہے ساغر سبو
پی پی شراب سرخ جوانان سبزہ فام | دامن موسم بہار مین آدین جو سیر کو
باہم گلے مین ڈالکی باہین برنگ تاک | مستی سے دہ چلین بہج دو دیچ ہر ایک سو

انقصہ سنکے خوبی نے تاثیر سے کہا — جو مدعا ہو باغ سے کر اوسکی گفتگو

بولے کہ مدعا تو یہی ہے کہ تا ابد — اوسمین بسنت خان بہادر ہو اور تو

اس میکدہ مین فیض سی جسکے شکستہ حال — غیر از خمار و توبہ نہ دیکھا کوئی کبھو

مطلب کو اسطرح سی وہ پہونچے ہی خلق کے — تاثیر جون دوا کی پہونچتی ہو داد کو

کیسے سی گر نکالے تھا حاتم تہر تو کیا — عالم کی دلکی اوس سے نکلتی ہے آرزو

طرہ کی تیری نکہت سنبل مین دیکہو بو — پہونچے تھی ہمکو باد شمالی کبھو کبھو

پانی بہت چمن مین دیے اپنی تشنگی — چاہی کہ آب رفتہ ہی آوے بسوے جو

اپنا جنون نہ باد بہاری سی ہو برار — ہم آتشی مزاج وہ بسیار تند خو

جس دشت مین ہی اندنون سٹو کی تو دبا ٹر — دیکھا جو مین تو ہی وہ عجب ایک مقام ہو

اور اوس جگہ وہ یون نظر آیا کہ کیا کہون — نے طاقت شنود ہی نے تاب گفتگو

گذرا ہی سر سی پانون کی اوسکی ہر ایک تار — اور پانون سی گذر گیا اوسکا ہر ایک مو

ہمصحبتان بزم سی اوسکے اگر کوئی — وان جا کی پوچھتا ہی کبھو اوسکے حال کو

مانند شیشہ کے گلگون دہن کو کھول — چاہی کہ کچھ کہی تو ہلو کی ہے وہ لہو

احوال تو یہ کچھ ہی جو مینے کیا بیان — اسمین حواس اسکو جو آجائین ہین کبھو

اڑتا ہی جو کبھیرو تو کہتا ہی اوس سے یہ — جا کے بسنت خان بہادر کنے جو تو

بعد از سلام شوق یہ کہیو ہمارے دوست — ای بوستان دل کی تمنا کی رنگ و بو

جب سے تری قدم سی جدا ہو کے رہ گئے — نے دین کی رہی تلاش نہ دنیا کی جستجو

مانند برگ خشک کہ ہو نخل سے جدا
کرتے پھرے ہین دشت مین نالے ہر ایک سو

اب آرزو یہی ہی کہ آوے جو باد تند
جون شعلہ آگ اپنے تئین دین زپشت و رو

تقصیر عفو کی ہی ترے یا گناہ کی
انصاف یہ نہین مجھی مجرم جو سمجھے تو

تیری کرم نے مجکو بد آموز کر دیا
تھی ورنہ معصیت کی کب اپنی سیہ کو خو

تیرے ہی ذات سی متعلق ہی جرم عفو
آنکھو نہین دلمین چشم مین ہو جاے تو ہی تو

لیکن غلط یہ حرف کیا بندگی مین عرض
کسطرح سے محیط سمندر پہ ہو سبو

مولا یہ سچ کہون مین ہوئی مجھسی کیون خطا
مدت سے دلمین تھی مرے بخشش کی آرزو

لے دل تو بعد ختم غزل کر حضور مین
پاکیزگی سخا اوسکی طبیعت کی گفتگو

اے بہار باغ کو تا دے یہ نشست و شو
مقبول تجھ مشام کو ہووے نہ گل کی بو

پاکیزہ طینت اسقدر انسان نہ ہووے خلق
دھو دھو کرین خمیر جو آدم کی خاک کو

شرمندہ ہو جمال مین حور اسکی رد برو
جلدی مین وہ طبیعت محبوب تند خو

دریا دل اسقدر ہی کہ جگ مین تمام خلق
بحر سخا کی سمجھے ہی تجکو ہی آبرو

اس نظم سی غرض نہین مدح و ثنا ہمین
ہے تیری ذکر خیر کی اپنی زبان کو خو

تا زیر آسمان ہو زمانے مین صبح و شام
اپنی ہے یہ جناب الٰہی سے آرزو

روشن ہو تیری دوست کا تب چراغ عیش
بدخواہ کی نصیب نہو روز خوش کبھو

قصیدہ در مدح مہربان خان

جب کبھی مورد تحسین ہین اکثر اشعار — کہا اوستاد نے مجھ سے مرے سنکر اشعار

اے پسر چاہیے نصائح مین کرون ہون اونکو — کر کے تحویل دل اپنے تو کہا کر اشعار

ہین جو خاقانی و فردوسی و سعدی مشہور — کیا عجب ہے کہے اونکے جو برابر اشعار

اولا یہ کہ مجالس مین زبان دانون کے — تیرے آگے جو پڑھے کوئی سخنور اشعار

سخن ایسا نہو سرزد کہ دل اوسکا ہو دونیم — گو ہو وہ تیغ زبان کاٹے جوہر اشعار

دوسرے یہ جو تو چاہے کہ نہ مجھ سا ہو کوئی — شعر سے میرے کسیکے نہون برتر اشعار

شعر تحسین پہ بھی نادان کی نہ پڑھیو یکبار — پڑھیو داناکی تو تعریف مین پہ مکرر اشعار

سوم گر کہے تجھسے کوئی نادان کہ ہین — تیرے دیوان مین دوانین کی افسر اشعار

شعرا مین تو نہ پڑھیو جز امید اصلاح — ہوئین بالغرض ترے اوسسے بھی بہتر اشعار

چار مین بال تزن اون کو نہ سمجھیو یہ فلک — مرغ معنے سے ترے پاوین جو شہپر اشعار

نہین آفاق مین دلکش سخن بے تاثیر — گر اثر ہو تو کرین دل کو مسخر اشعار

حق کی امداد ہی مقبول سخن کا ہونا — یون تو کہتے ہین سبھی بہتر و بدتر اشعار

مہربان خان بہادر مین ہے کیا خوبی خلق — جسکے ہین بحر معنی کے شناور اشعار

اس کمال انکے پہ آگے وہ سخن سنج نکے — ڈرتے ڈرتے ہے زبان لائے ہین اکثر اشعار

کس نے باندان نہ کہون اوسکی ہین تاثیر کلام — عاشقونکی ہین رگ جان کو نشتر اشعار

شیوہ جور کرے ترک وہ بین گر او سکے ‏ ‏ سنتے عشاق سے معشوق ستمگر اشعار

قصیدہ شہر آشوب

اب سامنے میری جو کوئی پیر و جوان ہے
دعوی نکرے یہ کہ مرے منہ مین زبان ہے
مین حضرت سودا کو سنا بولتے یارو
اللہ رے اللہ یہ کیا نظم بیان ہے
اتنا مین کیا عرض کہ فرمائے حضرت
آرام سی کٹنے کی طرح کوئی بھی یان ہے
سنکر یہ لگے کہنے کہ خاموش ہی رہ جا
اس امر مین قاصر تو فرشتونکی زبان ہے
کیا کیا مین بتاؤن کہ زمانہ کی ہی کل
ہے وجہ معاش اپنی سو جسکا یہ بیان ہے
گھوڑا لے اگر نوکری کرتے ہین کسو کی
تنخواہ کا پھر عالم بالا پہ نشان ہے
گذرے ہی سدا یون علف و دانہ کی خاطر
شمشیر جو گھر مین تو سپر بنئے کی یان ہے
ثابت ہوے جو گلا تو نہین مرو دنین کچھ حال
تیر و نہین ہی پر گیری تو بی چلہ کمان ہے
کہتا ہی نفر غزہ کو صراف سے جا کر
بی بی نی تو کچھ کھایا ہی فاقہ سی میان ہے
یہ سنکے دیا کچھ تو ہوئی عید وگرنہ
شوال بھی پھر ماہ مبارک رمضان ہے
اس رنج سے جب چڑھگئی چھتیس مہینے
تنخواہ کا پھر بیٹھنا اس شکل سی یان ہے
لیتے ہین بایں رد تہی دہ تو دو ماہہ
ٹک دیکھ ہونس دھڑکی کی جنہین تاب و توان ہے
قاضی کی جو مسجد ہی گدھا باندھکی اوسمین
بیٹھا ہوا اس شکل سی ہر پیر و جوان ہے
ملا جو اذان دیوے تو منہ موند کے اوسکا
کہتے ہین کہ خاموش مسلمانی کہان ہے

بولا جو خطیب اک دن تو بارے ڈر کے بول ... ہاتھ آگیا واعظ تو بھیڑا او وہاں ہے
رینگے ہے گدھا آٹھ پہر گھر میں خدا کے ... نے ذکر نہ صلوٰۃ نہ سجدہ نہ اذان ہے
اور وہ جو ہیں کم زور دہان انکی مبٹھیں ... ریتی کی جو آگے کی یہ ہر ایک کان ہے
اوٹھا او بھکی دکھاتی ہیں انھیں چال وہ اپنا ... دربار اور اس عہد میں جو خورد و کلان ہے
یون بھی نہ ملا کچھ تو ہر اک پالکی آگے ... اس بیچ سے رسالہ کا رسالہ ہی روان ہے
کوئی سر پہ کئے خاک گریبان کسیکا چاک ... کوئی رو دے ہی منھ پیٹا کوئی نعرہ زنان ہے
ہندو و مسلمان کو پھر اوس پالکی اوپر ... ارتھی کا تو ہم ہی جنازہ کا گمان ہے
یہ مسخرگی دیکھ کے جا صاحب ارتھی ... کرتے ہیں جو وان عرض تجھے تا بہ زبان ہے
گر ہو جستجو جا کہ کسی عمدہ کے مصاحب ... اوسکی تو اذیت ہی بڑی آفت جان ہے
وہ جاگے جو راتون کو تو بیٹھے ہیں دو زانو ... کیسا ہی اگر اپنے تئین خواب گران ہے
بیوقت خورش اوسکی جو ہوتی تئین بھوکھ ... سو کیا کہون تجھسے کہ مصیبت کا بیان ہے
گھڑیال کی جیب پہ بیٹھے ہوے گنتے ہیں گھڑیان ... اور بیچ خلا رود و تئین جون اسپ دوان ہے
خمیازہ یہ خمیازہ ہی حیرت اوپر حیرت ... منھ صورت سوفار کمر شکل کمان ہے
علیغے یہ طبابت کے بھلا آدمی نوکر ... سو دس سو روپے کا جو کسی عمدہ کے یان ہے
صحبت سے ایسے اگر آقا کے تئین چھینک ... آدمی تو وہ اوسکو بخشوت نگران ہے
اور باحضر اوپر جو ذرہ نواب کو دیکھے ... کھانا تو یہ کھاتی ہیں پر اوسکو خفقان ہے
منظور خ ین ہے خربزہ اور خربزہ پر دودھ ... ہیر دودھ یہ مچھلی تس اوپر گاؤ زبان ہے

یہ بھی تو نہین ہے کہ اسی سے ہو تسلی | اس سب پہ تفنن کے لیے بیسنی نان ہے
اسمین جو کہین ورد اوٹھا بیٹھین ذکر | پھر تو علی سینا ہے تو وہ حیران ہے
رکھتے ہین غرض مرگ سے لڑنیکو سپاہی | گو تو کہی سمجھو یہ طبابت کی کہان ہے
سوداگری کیجے تو ہے اسمین یہ مشقت | دکھن مین بکے وہ جو خریدے سنہان ہے
ہر صبح یہ خطرہ ہے کہ طے کیجیے منزل | ہر شام یہ دل وسوسۂ سود و زیان ہے
لیجا جو کسی عمدہ کی سرکار مین دے جنس | یہ درد جو سنیے تو عجب طرفہ بیان ہے
قیمت جو چکاتی ہین سو اس طرح کہ ثالث | سمجھے ہے فروشندہ یہ دزدیکا گمان ہے
جب حال مشخص ہوا مرضی کے موافق | پھر پیسونکی جاگیر کی عامل پہ نشان ہے
پروانہ لکھا کر گئے عامل کنے جس وقت | کہتا ہے وہ پیسا ابھی مجھ پاس کہان ہے
اودھر سے پھر آئے تو کہا جنس ہی لیجا | دیوان بیوتات یہ کہتے ہین گران ہے
آخر کو جو دیکھو تو نہ پیسے ہین نہ وہ جنس | ہر اک متصدی سے میان اور ترمیان ہے
ناچار ہو پھر جمع ہوئے قلعہ کے آگے | جو پالکی نکلے ہے تو فریاد و فغان ہے
دہیل کی جا کر جو کہین کیجیے کھیتی | اور رنیکہ بھی موافق ہے بڑی تو تو سمان ہے
ہین خشکی و تری کی تفکر مین شب و روز | نہ امن ہے دل کے تئین نے جیکو امان ہے
گر خان و خوانین کی لکولی وکالت | اوسکا تو بیان کیا کرون تجھسے کہ عیان ہے
ہر گھر مین وہ جا ہے کہ مین خوار ہا چھوٹون | ہر کوچہ مین جون آب چکا یوہ دہان ہے
دیوان کی بخشی کی بیوتات کے حاضر | مانند کنھیا کے جہان دیکھو تہان ہے

ہر بات پلٹتا ہی رہے صبح سے تا شام
ببیل کے تیوری کیطرح منہ مین زبان ہے

لاوے جو کچہری سے وہ دامونکا سیاہا
للچاوے موکل کو یہ کیا خوب مکان ہے

سو ماہی یہ بیٹھی ہی ڈولے پانسو ہی خرچ
اور زر کے اجارے کی بھی اردو مین کان ہے

تباوے غرض پیسے اوڑا کر ہوا ردی پوش
گھر جا کے پکارے جو کوئی لالہ کہان ہے

جسوقت سُنا یہ وہین آواز بدل کر
آپ ہی کہا گھر مین سے کشنچند کے یان ہے

پھر ہو جو موکل سے کہین راہ مین بیٹھا
استاد کا جاگیر کے یہ اوس سے بیان ہے

عرضی یہ ہوئی میم سیاہے یہ ہوا جیم
پروانہ مین تمیز ہون تصدق مری جان ہے

کاہی کی غرض عرضی دکاہی کا سیاہا
کیدھر کا وہ پروانہ وہ جاگیر کہان ہے

انصاف جو کیجے تو نہین اوسکی بھی تقصیر
سب ماحصل ان باتونکا اک بارچہ نامہ ہے

شاعر جو سُنے جاتی ہین مستغنی الاحوال
دیکھے جو کوئی فکر و تردد کو تو یان ہے

مشتاق ملاقات اونھونکا کس و ناکس
مانا اونھین اونسے جو فلان ابن فلان ہے

گر عید کا مسجد مین پڑھے جا کے دوگانہ
نیت قطعہ تہنیت خان زمان ہے

تاریخ تولد کی رہے آٹھ پہر فکر
گر رحم مین بیگم کے سُنے نطفہ خان ہے

استقاط حمل ہو تو کہین مرثیہ ایسا
پھر کوئی نہ پوچھے میان مسکین کہان ہے

ملائی اگر کیجے تو تُلّا کی ہے یہ قدر
ہر دن وہ دو روپے اوسکو جو کوئی مثنوی خوان ہے

اور حاضر آخوند کا اب کیا مین تباؤ لنا
یکگاہ دال عدس نم جو کی دو نان ہے

دن کو تو بچارا وہ پڑھایا کرے لڑکے
شب خرچ لکھے گھر کا اگر ہندسہ دان ہے

تسپر یہ ستم ہے کہ نہالی تلے اوسکے | لڑکوں کی شرارت سے سدا خار نہان ہے
بھاگے یہ عمل کر جو وہ شیطان کا لشکر | دیوالی کو لے ہاتھ تو تا تب ہین دوان ہے
اب کیجئے انصاف کہ جسکی ہو یہ اوقات | آرام جو چاہی وہ کری وقت کہان ہے
جس روز سی کاتب کا لکھا حال ہین تب سے | ہر صفحہ کاغذ پہ قلم آتشک افشان ہے
وہ بیت ٹکی سیکڑے لکھنی کو ہے محتاج | خوبی مین خط اب جسکا بہ از خط بتان ہے
یہ بھی ہین تکلف ہی سی کہتا ہون وگرنہ | آفاق مین ان چیزونکی اب قدر کہان ہے
اچھا ہو جو موتی کا زمانہ ہین نئے سر | خطاط کی اوتنی ہی رہی قدر کہان ہے
ہدیہ ہو سوا پانچ ٹکے گدڑی مین آکر | یاقوت پکارے جو پکارے تو قرآن ہے
دمڑی کو کتابت لکھین دھیلے کو قبالہ | بیٹھے ہوئے وان میر علی چوک جہان ہے
چاہی جو کوئی شیخ بنے بہر فراغت | چھٹتی ہی وہ شعرا کی مطعون زبان ہے
دیتا ہی دم نخرے سے کوئی شملے کو نسبت | گنبد سے کوئی پگڑی کو تشبیہ کنان ہے
اور اوسکو جو دیکھی کوئی وہ بہر عشرت | اس فکر و تردد ہی مین ہر ایک نہان ہے
پوچھے ہی مریدون سی یہ ہر صبح کو اوٹھکر | ہے آج کدھر عرس کی شب روز کہان ہے
تحقیق ہوا عرس تو کر داڑھی کو کنگھی | لے خیل مریدان گئے وہ بزم جہان ہے
ڈھولک جو لگی بجنے تو وان سبکو ہوا وجد | کوئی کودی کوئی روئے کوئی نعرہ زنان ہے
بے تال ہوئے شیخ جو ٹک وجد مین آکر | سرگوشیون مین پھر بد اسلوبی کا بیان ہے
گر تال سی پڑتا ہی قدم تو بھی ہنس ہنس | کہتے ہین کوئی حال ہی یہ رقص زنان ہے

اور ما حصل اس رنج و مشقت کا جو پوچھو
ڈالا ہو داں دال نخود تلیئہ نان ہے

سب پیشہ یہ تج کر جو کوئی ہو متوکل
جورو دو تو سمجھتی ہی نکھٹو یہ میان ہے

اور بیٹی کے دلکو ہی خرافت کا تیقن
بیٹے کو جنون ہونیکا باباکے گمان ہے

پھر حوم کے جب لڑکے لگی بھوک سے مرنے
ہر خان و خوانین کے ہمراہ دوان ہے

جب راہ خدا ایسے نکالے کوئی نواب
یا اونکی اسفارش مین ادہر رقعہ خان ہے

مضمون یہی رقعے کا کہ کچھ دیجے اسکو
مداح اماموں کا ہی اور مرثیہ خوان ہے

بالفرض اگر آپ ہوئے ہفت ہزاری
یہ شکل بھی مت سمجھیو تو راحت جان ہے

ٹک دیکھنا منصور علیخان جی کا احوال
چھاتی پہ کڑک بجلی ہی اور شیر دہان ہے

آرام سی کٹنے کا سنا تو نے کچھ احوال
جمعیت خاطر کوئی صورت ہو کہان ہے

دنیا مین تو آسودگی رکھتی ہی فقط نام
عقبیٰ مین یہ کہتا ہی کوئی اوسکا نشان ہے

سوا وسیہ تیقن کسیکے دلکو نہین ہے
یہ بات بھی گوینده ہی کا محض گمان ہے

یان فکر معیشت ہی تو وان وعدۂ محشر
آسودگی حرفیست نہ یہان ہے نہ وہان ہے

در ہجو اسپ

ہے چرخ جسپے ابلق ایام پر سوار
رکھتا نہین ہی دست عنان کا بیک قرار

جنکے طویلے بیچ کئی دن کی بات ہے
ہرگز عراقی و عربی کا نہ تھا شمار

اب دیکھتا ہون مین کہ زمانہ کے ہاتھ سے
موچی سی کفش پا کو گٹھاتے ہین وہ ادبار

تنہا وہی نہ دہر سے عالم خراب ہے — خست سے اکثر وننے اوٹھایا ہی ننگ و عار
ہینگے چنانچہ ایک ہمارے بھی مہربان — پاتے سزا جو اونکا کوئی نام سے نہار
نوکر ہین سو رسپے کی دیانت کی راہ سے — گھوڑا رکھین ہین ایک سو اتنا خراب و خوار
نہ دانہ وہ نگاہ نہ تیار و نہ سئیس — رکھتا ہو جیسے اسپ گلی طفل شیرخوار
ناطاقتی کا اوسکی کہانتک کرون بیان — فاقوں کا اوسکے اب مین کہانتک کرون شمار
مانند نقش نعل زمین سے بجز فنا — ہرگز نہ اوٹھ سکے وہ اگر بیٹھے ایکبار
اس مرتبہ کو بھوک سے پہونچا ہی اوسکا حال — کرتا ہی اکب اوسکا جو بازار مین گذار
قصاب پوچھتا ہی مجھے کب کروگے یاد — امیدوار ہم بھی ہین کہتے ہین یون چمار
جسدن سے اس قصائی کی کھونٹی بندھا ہے وہ — گذرے ہی اس نمط اوسے ہر لیل و ہر نہار
ہر رات اخترونکی تئین دانہ بوجھکر — دیکھے ہی آسمان کیطرف ہوکے بیقرار
تنکا اگر پڑا کہین دیکھے ہی گھانس کا — جو کی کو آنکھ موند کے دیتا ہے وہ بسیار
خط شعاع کو وہ سمجھے دستۂ گیاہ — ہردم زمین پہ آپ کو پٹکے ہی بار بار
پیدا ہوئی ہی تسپہ اگن باد اسقدر — ہرگز دروغ اسکو تو مت جان زینہار
گذرے ہی وہ جدہر سے کبھو اوسطرف نسیم — باد سموم ہو وے وہین گر کرے گذار
دیکھی ہی جب وہ توبڑہ تھان کیطرف — کھودے ہے اپنے سم سے کنوئین ٹاپین بار بار
ہے اسقدر ضعیف کہ اوڑ جاوے باد سے — مینخین گر اوسکی تھان کی ہو وین نہ استوار
سمجھا نہ جاوے یہ کہ وہ ابلق ہی یا سرنگ — خارشت سے زبسکہ ہے مجروح بیشمار

یہ حال اوسکا دیکھ غرض یوں کہی ہے خلق
لیجا دین جو دریا میں یا ہو کہیں یہ گم
تہانہ اوسکے غم سے ہے دل تنگ زین کا
القصہ ایکدن مجھے کچھ کام تہا ضرور
رہتی تھی گھر کے پاس تصارا وہ آشنا
خدمت مین اونکی مین نے کیا جا یہ التماس
فرمایا جب اونھون نے کہ اے مہربان سن
لیکن کسیکے چڑھنے کے لائق نہین یہ اسپ
صورت کا جسکا دیکھنا ہیگا گدہے کو ننگ
ہے پیر اسقدر کہ جو بتلاے اوسکا سن
لیکن مجھے زر دے تو ارتیج یا دہاے
مانند اسپ خانہ شطرنج اپنے پانو ان
اکڑ ان گیا تہا اگر یہ گھوڑا برات مین
سبزے سی خط سیاہ دستے ہوا سفید
پہونچا غرض عروس کی گھر تک وہ نوجوان

جنگل سی موز پکڑ تو چھوڑا اوسکو کردگار
ان تین بات سے کوئی جلدی ہوا آشکار
خوگیر کا بھی سینہ جو دیکھا تو ہے فگار
آیا یہ دلہین جائیے گھوڑے پہ ہو سوار
مشہور تہا جنہون کنے وہ اسپ نابکار
گھوڑا مجھے سواری کو اپنا دو مستعار
ایسے ہزار گھوڑے کرون تمپہ مین نثار
واقعی ہے اسکو نجانو گے انکسار
سیرت سے جسکے نت ہے سگ خشمگین کو عار
پہلے وہ نکلی ایک بیابان کرے شمار
شیطان دہی یہ نکلا تھا جنت سے ہو سوار
جز دست غیر کے نہین چلتا ہے زینہار
دولھا جو بیاہنے کو چلا اوسپہ ہو سوار
تھا سر سا جو قد وہ ہوا شاخ باردار
شیخوخت درجہ سی کرا وسطرف گذار

قصیدہ در تعریف مسجد نو

با عندلیب گلشن ایمان برابر ست
گل بانگ مرغ خامہ ام اللہ اکبر ست

دارم من از لباس حرف صوف در ردا
ہر سو کہ او روان شود اسلام رہبر ست

بہ صفحہ پائے خامہ من کج نمی فتد
کز رشتہ محبت حق تار مسطر ست

بین السطور را کہ بہر صفحہ نقش زد
از چاک جیب صبح سعادت منور ست

حرف زبان کلک من از کثرت جلا کہ
نحو لیست ہر ورق چو بر آئینہ جوہر ست

ہر گہ رسد چو شاہد معنی بخاطرم
مے بینمش کہ جامۂ احرام در بر ست

چشم اگر بسبزۂ خط بتان فتد
لے آہوئے حرم بنظر نوک نشتر ست

باز وے شاہباز خیالم کہ در ہوا ست
بر مرغ رو بقبلہ نشین سایہ گستر ست

از استماع نظم کلامم درین مقام
ہر بند جبّہ در بر و عمامہ بر سر ست

زاہد چنانست تشنۂ حرفم بقول کس
چون گوش روزہ دار بر اللہ اکبر ست

تا بشنود بمدرسہ بانگ و صلوٰۃ را
شد در پئے معالجہ گر برہمن کر است

خواہان سبحہ بسکہ بود خلق دانہ اش
از در شاہوار بقیمت گران تر ست

در فکر بوریاست گدا از پئے نماز
مصروف بر عمارت مسجد تونگر ست

ہر سنگ در ز عکس کواکب بوقت شب
در چشم روزگار ز ترصیع بہتر ست

یا رب چہ مسجد لیست کہ گرد حریم او
ارواح اولیای مکمل کبوتر ست

فرمانروا مسیح بمعمار آن بناست — دل را فضای او که چنین روح پرورست
آید صدا ز گنبدش از جنبش نسیم — بنگر که شان رفعتم از عرش برترست
دل در تعجب ست که گلدسته های او — هم در بهار و هم بخزان تازه و ترست
وصف کتابه اش چه نویسیم که در نظر — چون سرنوشت صاحب ایمان منورست
حاجت دران حرم بفروغ چراغ نیست — شب تا سحر تجلی حق شمع منبرست
بر سطح او مقابل محراب حوض نیست — چشم پر آب جانب ابروی دلبرست
دیدم چو عکس قبهٔ زرین او در آب — پنداشتم که مهر بکوثر شناورست
کرسی روز مرتبهٔ انبیا بلند ست — صحنش به وسعت کرم حق برابرست
جاروب صحن شکل خطوط شعاعی — جاروب کش بصورت سلطان خاورست
جاهی باین لطافت و خوبی بکنج اوست — آبش چنان قریب که با لب برابرست
مردم بگرد او همه وقت از پی وضو — چون صورت صف مژهٔ دیدهٔ ترست
نقاشی عمارت آن سجده گاه خلق — در تازگی ز باغ جنان هم فزون ترست
نقاش او که رنگ طراز ست چون بهار — گلشن بهر گلی که ز دیوار تا درست
نوعی کشیده کردهٔ موج نسیم صبح — بر عارض نگار چو زلف معطرست
بیرون ز حد وصف بود دستکاریش — هر دم بکلک صنعت او صنع دیگرست
از بس دران احاطهٔ صفا را بکار برد — مطلع بوصف او ز گهر هم صفا ترست
یک سمت نقش لاله و یکسو صنوبرست — از عکس یکدگر بقرائن برابرست

ایجا کسے کہ پیش نماز ست وصف او — در گوش ہوش از ہمہ اوصاف برترست

ہر کس کہ بود منکر قرآن شنید و گفت — لاشک کلام حق بزبان پیمبرست

گویند عرشیان کہ صدائے موذنش — در گوش باز نغمۂ داؤد خوشترست

خوش بلبل ست او کہ سحر گہ ترانہ اش — در باغ دین بمدح خدا و پیمبرست

خوش لہجہ طوطی ست خطیبش کہ نغمہ او — بہر ضیافت صلحا چو شیر و شکرست

واعظ چہ واعظ ست کہ تاثیر حرف او — سد رہ صعوبت فردائے محشرست

لاریب ہیچ خانہ بود خانۂ خدا — کانجا گدا و شاہ بیک سجدہ ہمسرست

سودا اگر کسے بقسم گوید این سخن — در رتبہ آن سگان زحرم پایہ کمترست

شخصے کہ واقف ست زشان بزرگیش — او را کجا از زبان کس این حرف باورست

قصہ

مرا دل نام پر اوسکے ہے شیدا — کیا ہے جسنے حسن و عشق پیدا

وہی ہی آب و رنگ اپنے چمن کا — وہی معنی ہے طوطی کے سخن کا

چمن مین ذکر سے اوسکے ہی تفریح — گلون کو دانۂ شبنم ہے تسبیح

یہ جلوہ حسن کا ہی گل مین اوس سے — اثر ہے نالۂ بلبل مین اوس سے

دلونکا عاشقون کے محرم راز — ادا و ناز کا خوبان کے دمساز

کہین نور چراغ خانہ ہے وہ — کہین سوز دل پروانہ ہے وہ

کسو کے دلمین پاتا ہون اوسی درد | کسی سینے مین تاثیر دم سرد
اوسی کا جلوہ حسن زلف مہ رو | اوسی کے نافۂ آہو مین ہے بو
کسی جاگہ مین عیسیٰ کا ہووے دم | کسی جا ہو سموم آکر پر از سم
چراغ دیر کعبہ سے نہین دور | یہ دونون روشن از یک عالم نور
ہر اک جادہ باندازِ دگر ہے | گھر مین آب پتھر مین شرر ہے
نظر بھر دیکھ گر ہی تجکو فہمید | ہر اک ذرّہ مین چمکے ہے وہ خورشید
غرض وہ کیا کہے اوس سے جدا ہو | نہین وہ شی جو اوسکے ماسوا ہو
خدایا دے تو اپنے عشق کا درد | عنایت کر دل گرم و دم سرد
محبت کا دے اپنے داغ دلپر | بغیر از شمع ہے تاریک یہ گھر
خم دل مین شراب درد بھر دے | پیالی چشم کی لبریز کر دے
تعشق مین کر اپنے اسقدر غرق | نہ مجھ سی کفر و دین مین ہو سکے فرق
عطا میری تئین کر یا الٰہی | جنون کی مملکت کی بادشاہی
کہ ملک عقل کو مین دیکے برباد | کرون جا کوہ اور صحرا کو آباد
رہے روشن مری یون شمع ہستی | کرون ہر آن جون پروانہ مستی
مجھے کر عشق کے خنجر سے دمساز | تڑپنے کی حلاوت سے نہ رکھ باز
زبان سے وہ سخن کر دی سرانجام | رہے محشر تلک جس سے مرا نام
بسان شمع یہ دل آب کر دے | گداز تن سے لذت یاب کر دے

چمن مین عشق کے یارب ہمیشہ
یہی میرا رہے تا زیست پیشہ

کرے یون بلبل نالہ دل زار
کہ جون طوطی ہو خون آلودہ منقار

مجھے آتش کی دے یہ طاقت و تاب
کہ ہو جاوے سمندر اشک سے آب

تمنا ہی یہ ہر اک چشم رووے
کہ سنگ آبشار اب سینہ ہووے

روان رکھ تو مرے خامہ کو دن رات
لکھون تا حمد مین بعد از مناجات

تری حمد اے چمن آرا کہان ہو
اگر جون سرو سرتاپا زبان ہو

ثنا سننے کو تیری گل ہوا گوش
دہن مین سو زبان غنچہ کی خاموش

جہان اس باغ مین آب روان ہے
تو موج اوسکی تری رطب اللسان ہے

ثمر جب سے دیا تین شاخ کے ہات
زبان ہی شکر کی خاطر ہر اک بات

چمن کو دیکھ مرغان خوش آہنگ
کرین ہین وصف تیرا سب ہر رنگ

بھنورا تک دیکھ تجھ صنعت گری کو
نظر کر نسترن اور جعفری کو

سدا پھر پھر کے ہر اک پھول کی گرد
کیا کرتا ہی تیرے نام کا ورد

ترے بار کرم سی شاخ ہے خم
بھرے ہے بلبل بستان ترا دم

چراغ شام کو ہر دم تری لو
نسیم صبح ہے تیری تگ و دو

نہ تنہا خلق کی نسرین و سنبل
بنائی خلقت انسان بہ از گل

بتان کا حسن ہے تیرا ثنا گو
خط پشت لب اونکا اور ابرو

رباعی مدح کی تیری ہے اے پاک
سمجھتا ہے اسے عارف کا ادراک

عطا کی جب سے مشت خاک کو جان | فراوان ہے دم آب و لب نان
ترے احسان بیان کیا ہمسے ہو دین | رہے بیدار تو بندے جو سو دین
رکھے ہی تجھسے شیخ و برہمن راہ | تری کیا ذات ہے اللہ اللہ
غرض کیا کیا کرم ہم پر ہے تیرا | شفیع حشر پیغمبر ہے تیرا
پہونچ ساقی کہ اب دلکو نہین صبر | تری دوری مجھے اسوقت ہی جبر
لگی ہی کرنے آ کر سوے گلشن | چراغ گل نسیم صبح روشن
گھمڈ آیا ہے ابر از غرب تا شرق | مجھے بے کشتی تو ہرگز نہ کر غرق
تغافل کو نہ اب فرمائیو کام | لپک لیکر بغل مین شیشۂ و جام
تماشا ہی عجب گلشن مین موجود | چراغان صبح سے تا شام بے دود
رکھے ہی سبز زیر نیلگون کاخ | بگرد لالۂ نعمان کی شاخ
جھکا دے منہ مین ساقی شیشۂ مے | مغنی پھونکدے بہر خدا نے
کہ آ پہونچا ہے وقت بادہ نوشی | نہین مطرب یہ ہنگام خموشی
کہے ہے دیکھکر ابر اس ہوا کو | جو اب میکشان مین دون خدا کو
یہ مستی کو گھٹا کے ٹک نظر کر | یہ آتی ہے پری دوش ہوا پر
زبس باد بہاری مین نشا ہے | پڑا کیا بے خبر تاک اینڈتا ہے
گل مخمل پہ بیداری ہے نایاب | جہان دیکھو تو ہے آلودۂ خواب
کھلے داؤدی کے غنچہ چمن مین | تو کٹ لائے ہین مستی سی دہن مین

اوٹھا سکتے نہین سر ہے یہ بجس جھکی ہی جاے ہی کچھ چشم نرگس

جھکا دیتا نہین بار ثمر شاخ نشے سے جھوم جھوم آتی ہی ہر شاخ

ہوا سے شاخ گل یون جھومتی ہے کہ اگر وہ لب جو چومتی ہے

بھری ہی ہر بوٹی مستی سے دنرات چمن مین کیا ثمر کیا شاخ کیا پات

طمع پہ یار گر تیری نظر ہے تو آ میٹھی مین ہر غنچہ کے زر ہے

پیالہ کر از آب آتش آمیز بسان دیدۂ عشاق لبریز

نہین رکھتا چراغ عیش بنیاد نظر آتا ہے زیر دامن باد

جو کرتا ہے تلون دہر کا گل کہان ساغر کدھر شیشہ کجا مل

خدا جانے زمانے کا ہو کیا طور ہوا ہے آن مین کچھ اور سے اور

قسم ہے تجکو اپنے زلف و رو کی قسم ہے تجکو گل کی رنگ و بو کی

تجھے اپنے دہان تنگ کی سون تجھے غنچہ کی آب و رنگ کی سون

تجھے اپنی ملاحت کی قسم ہے مرے دل کی جراحت کی قسم ہے

تجھے جھوٹی قسم اپنے کی سوگند بکرنے دمبدم اپنے کی سوگند

تجھے ہے اپنی بدمستی کی سوگند تجھے اپنی زبردستی کی سوگند

تجھے شیشہ ڈھلکنے کی قسم ہے تجھے ساغر چھلکنے کی قسم ہے

تجھے ہر بار کی رنجش کی سوگند مرے ہر دم کی آمیزش کی سوگند

قسم ہے نالہ کرنے کی تجھے یار قسم ہے نشۂ مے کی تجھے یار

قسم ہے تجھکو میری چشم تر کی | قسم ہے میری آہ بے اثر کی

قسم ہے میری فریاد و فغان کی | قسم ہے عندلیب بوستان کی

تجھے سوگند بسمل کی طپش کی | تجھے سوگند اس دل کی خلش کی

مری الحاح و زاری کی قسم ہے | مری بے اختیاری کی قسم ہے

تجھے ان ساری قسمونکی قسم ہے | پہونچ جلدی کہ فرصت کوئی دم ہے

تغافل کو نہ اب فرمائیے کام | مرا بن آتش تر خشک ہے کام

مجھے دیوے اگر تو بادۂ ناب | کرین مجلس مین تیرا شکر احباب

کرون اس تشنگی مین اوسکو جب نوش | گہر سے پر ہو سب کا دامن گوش

مجھے گویا کرے ہی نشہ کا اوج | کلید قفل لب یان مے کی ہی موج

حکایت ہی کہ اک عابد با آفاق | عبادت کرنے مین حق کی وہ طاق

خدا کی یاد مین رہتے تھے دن رات | نماز و روزہ مین گذرتی تھی اوقات

بجز تسبیح رہتے تھے وہ بے کل | مصلے پر سے اوٹھتے تھے نہ اک پل

مریدونکی ہوئین پر نور عینین | کیا جب اونکی سرمہ خاک نعلین

بلا شک اوسکا جنت مین ہو ماوا | اوٹھاوے جو انھون کا آفتابا

غرض کیا کہئے اُنکی ذات عالی | نہ رہتی تھی کراماتون سے خالی

جہان وہ گاڑ دیتے اپنی مسواک | لگے تھی ناشپاتی سیب اور تاک

ہوئے عازم وہ کعبہ کے سفر کے | کہ ہون تا معتکف خالق کی در کے

ملے اک روز وہ سودا سے ناگاہ — کہا مجکو ہے قصد کعبۃ اللہ
مسلمان ہو جو ہے اوسکو یہ لازم — کہ تا مقدور اودھر کا ہووے عازم
نجات اپنی اگر تجکو نظر ہے — تو آمرزش کا موجب یہ سفر ہے
یہ بہتر ہے کہ چل ہمراہ میرے — جرائم عفو وان سب ہونگے تیرے
کہانتک اے دیوانے زیر افلاک — رہیگا میکدے کی در کی تو خاک
کریگا بادہ خواری باف. دنے — رکھیگا مغبچون سے ربط تا کے
موذن کی صدا سُننے سر رکھ ذوق — کہ ہو وہ لحن داؤدی کے مافوق
رکھیگا تو سخن میرا جو منظور — پیئے گا جام شربت از کف حور
اگر یہ بات میری تین نہ مانے — کریگا یاد کہتا تھا فلانے
غرض اسکی کہان تک کیجے شرح — کیا ہے ہمسفر سودا کو ہر طرح
نہین یہ بات خالی از کرامات — لیا ایسے کو ہمرہ کرکے دو بات
پھر اوسکے بعد سامان سفر کر — کیا دونون نے مالک قصد اودھر
یہ فرمایا کہ مرکب پر کرو زین — کہ ہے وقت سفر بیجے رہ دیکھ
جو اسباب سفر تہ کرکے تیار — اوسے ڈالو بہ پشت باربردار
کہا سودا سے ہم تم مین ہے یاری — کہ زین مرکب بہ پیش دلبس سواری
وہ بولا یون سواری کا مری فکر — نہ کیجے آپ حضرت اسکا کیا ذکر
چلا کو پانؤن مین بہر زیارت — حرم کو سر سے چلنا ہے سعادت

بہت فرما رہے اوسکو بت کرار — نمانا اون نے جب تب ہوکے ناچار
سوار اپنے ہوئے مرکب پہ یہ جب — مرید اونکی ہوئے گرد آن کے سب
اوٹھا ہر اک کے عہدے کو ہوئے ساتھ — عصا کوئی کوئی لے مورچھل ہاتھ
کوئی لے پیکدان اور کوئی رومال — کوئی حضرت کے آگے کوئی دنبال
مصلا کوئی سر پر رکھ کے اوسدم — چلا صلوات پڑھتا شاد و خرم
بوضع خویش اوس مجمع کے اندر — برہنہ پا و سر ہودا قلندر
غرض دو چار کین تھین منزلین طے — کہ شیطان نے کئے قزاق درپے
رہی جب پانچوین منزل کئی کوس — وہ پہونچے کرتے حضرت کا قدمبوس
نصیبونکا مین آگے کیا کہون پھیر — مریدونکے سمیت اونکو لیا گھیر
کیا غارت اونھین ایسا ہی اکبار — نہ چھوڑا ایک کی تسبیح کا تار
تھی اونکی یا تو وہ کچھ عظم اور شان — رہی یا ایک پیراہن کو حیران
کرون کیا آگے اب غارت کی تصریح — نہ تھی جز دانہ ہائے اشک تسبیح
پیادہ کسطرح یہ کاٹتے راہ — عصا گر رہ گیا پاس انکے سو آہ
نظر کر بعد غارت راہ کا رنج — لگے کرنے دل اپنے مین ششن و پنج
نہ زاد راہ پاس انکے نہ مرکب — اب انسے عزم کعبے کا بندھے کب
توکل پر چلین کعبے یہ کیا ذکر — انھین اسباب کی اپنی پڑی فکر
کبھو عمامہ کے جانیکا مذکور — کبھو تھا نکر پیراہن سے دل چور

سلیمانی کی گہ یاد آتی تسبیح   ہوئی جاتی تھی جسکے غم سے تشریح

کبھو کہتے مصلّا تھا چکن کا   کہ جسپر تھا چکن کا رد کن کا

کبھو کہتے کہ یارو کیا عصا تھا   بڑے حضرت کی میری ہاتھ کا تھا

کہا کیا پٹکا تھا میری کمر کا   سفر در پیش آیا یہ کدھر کا

عقیق سرخ کا جو ناسدان تھا   اگر بکتا تو قیمت مین گران تھا

کبھو کہتے تھے ہو مغموم از حد   نجانین کونسی تھی ساعت بد

کہ میرے پاس جو کچھ تھا سو کھویا   اور اپنے ساتھ یارون کو ڈبویا

گئے ٹٹ جب اسطرح اسباب سارا   تو ہوا ایسے سفر کا کیونکہ یارا

مرید ذکی نہ تھی یہ سنکے زنہار   جز آمنا و صدقنا کی گفتار

کیا اس غم نے انکو بسکہ دلریش   کہا سودا سے اے یار وفا کیش

تری اب اس امر مین کیا ہی تدبیر   ہمین آئی نظر کچھ اور تقدیر

ارادہ تھا کہ واں جا کر مرین ہم   نجا ہی گر خدا تو کیا کرین ہم

جواب انکو دیا سودا نے سنکر   جو فرماتے ہو تم ہووے گا بہتر

پر اب اس حال سی گھر کیونکہ جاوین   بھلا وان جا کی منہ کسکو دکھاوین

چلو گے گھر کو تم اپنے کس اسلوب   ہے اس سے قصد ادھر کا کہین خوب

کہا حضرت نے سنکر تم ہو گمراہ   نہین مسلے مسائل سے کچھ آگاہ

حرم کا فرض ہے مقدور پر طوف   گیا یان مال آگے جان کا خوف

مرید از بس تھے گھر چلنے کے مائل
کہا سودا سے باہم ہو کے یکدل

سخن حضرت ہمارے کا ہے معقول
یہین سر حج اونھون کا ہوگا مقبول

کہا سودا نے سنکر تم ہو مختار
سخن میرا نہ خاطر پہ کرو بار

غرض جب بات پھرنے ہی کا پہ ٹھہری
نماز ظہر پڑھ وقت سپہری

ہوئے تھی صبح جس منزل سے راہی
پھر آئے شام واں ہو کر تباہی

گئی کچھ شب تو فرمایا کہ احباب
میسر تو نہو دے گا خورد خواب

حکایت

حلب مین تھا پسر اک شیشہ گر کا
نہایت لاڈلا مادر پدر کا

پدر کا وہ دل و جان و جگر تھا
پدر عاشق وہ معشوق پدر تھا

بنایا حق نے سب سے دور اوسکو
پری پہونچے نہ ہرگز حور اوسکو

غرض حسن و وجاہت مین تھا مشہور
دل و سیر خلق کا جون شیشہ تھا چور

پدر سے سیکھتا تھا شیشہ سازی
نہ تھا کچھ کام اوسے یا عشق بازی

قضا کا کیا کہون آگے ہین نیرنگ
کہ مارا اوسپہ ناگہ عشق نے خنگ

ہوا مائل وہ اک زرگر پسر پر
دیا آئینہ دل اک نظر پر

بہار اوسکی خزان کرنے لگی زرد
نسیم آسا لگا بھرنے دم سرد

کبھو آنکھون مین اپنے اشک بھر لائے
کبھو ہنسکر وہ آپی آپ رہجائے

رہے وہ صبح سے تا شام بیخواب
کہ جیسے چودھوین شب کا ہی مہتاب

نگہ کرتا تھا حیرت سے بہر سو
حباب آنکھین تھین گویا بر لب جو

نکرتی تھی اوسے تفتیش کچھ سود
ہوئی یان تک یہ حالت اوسپہ فزود

کہ یک شب پھاڑکر اپنا گریبان
برنگ گل وہ گلرو تا بدامان

چلا اسطرح گھر سے بے سر و پا
کہ جاتا ہون کدھر جاکر کرون کیا

ولے وہ شب تھی ایسی تیرہ و تار
کہ ہو روز سیہ کو جس سے زنہار

بیان کیا کیجئے اوس رات کا طول
فلک گویا سحر کرنا گیا بھول

کٹی جب اسطرح سے وہ شب تار
ہوئی عالم مین صبح اوسدم نمودار

پدر بالین تک اوسکے جو آیا
تو بستر خالی اوسکا اوس سے پایا

پھرا گھر گھر مین وہ حیران خاموش
گرا بستر پہ اوسکے ہوکے بیہوش

ہوئی اوس حال سے مادر جو آگاہ
کہا بھر کر دل ناشاد سے آہ

گھر آجان دل محزون مادر
نکر قتل پدر اور خون مادر

جو ہمسایہ تھے اوسکے ہمدم و یار
ہوئے اس ماجرے سے سب خبردار

کہا ڈیوڑھی پہ یون ہر ایک نے آ
کہ مادر جزع سے اب فائدہ کیا

خدا کے واسطے ٹک دلکو دی صبر
جدائی اوس کی ہمپر بھی تو ہی جبر

کریگا جستجو ہم مین سے ہر یک
لے آوینگے اوسی ہر طرح تجھ تک

اسی ہی گفتگو مین تھے وہ باہم
کہ آکر ہوش مین با چشم پرنم

پدر اوسکا لگا کہنے کہ یارو — مجھے بھی ساتھ تم بہر خدا لو
لگے کوچون مین کرنے گشت ہرسو — پھرے ہے جسطرح آب چکا بو
کہ ناگہ اک نسیم آئی اودھر سے — جہان بیٹھا تھا وہ آوارہ گھر سے
گئی یوسف کی جب یعقوب تک بو — پدر نے ڈھونڈھکر پایا پسر کو
جب اس صورت سے پایا وان یہ مہوش — پدر تو دیکھتے ہی گر گیا غش
اوسے سمجھا رہے تھے ملکے سب یار — کہ اسمین باپ اوسکا ہوگیے ہشیار
لگا کہنے کہ سن لے اے مریجانا — مین تیرے روم روم اوپر سے قربان
کہیگا تو جو کچھ وہی کرون گا — رضا مین تیری جیونگا مرون گا
پر اب بہر خدا چل گھر کو یان سے — مجھے بیزار مت کر میری جان سے
وے جس روز سے وہ گھر مین آیا — کسو نے خوش اوسے اکدم نہ پایا
جب آیا تنگ وہ گھر سے اک روز — چلا وہ گھر سے بھرتا آہ جانسوز
گذر اوسکا کبھو جنگل کبھو شہر — دل اوسکے آگئی جسطرح کی لہر
جو دیکھی والدین اوسکے نے یہ شکل — حرام اونپر ہوا کیا شرب کیا اکل
تھکے جب سو طرح کی کرکے تدبیر — کیا ناچار اوس وحشی کو زنجیر
پر اوسکو تھا نہ کچھ زنجیر سے غم — بیاد دوست اپنے شاد و خرم
جب اون نے یہ بلا سر اپنے پر لی — دل زرگر پسر مین تب جگہ کی
کرشمہ تھا یہ الفت کے اثر کا — کہ دل پگھلا دیا زرگر پسر کا

اسی حالت مین یہ اکدن گیا سو / بخواب آیا نظر وہ آئینہ رو

کہ یون کہتا ہے وہ اوس سے بصد درد / دل گرم اپنے سے بھر کر دم سرد

وہی اے دوست میرا مدعا ہو / مرے حق مین جو کچھ تیری رضا ہو

مرے زنجیر پا مین جو کڑی ہے / محبت ہی نے تیری یہ گھڑی ہے

جو مین چونکا غرض وہ دیکھکر خواب / چلا گھر سے نکل ہو سخت بیتاب

اوسے وان جذب کامل کھینچ لایا / چلا خس کہربا کے ساتھ آیا

سنی زنجیر کی جب ان نے آواز / کھلا ہے دیدہ اوسکے پردۂ راز

لگا کہنے کہ میری جان عاشق / مین سر تا پا ترے قربان عاشق

اب اوٹھکر یان سحر تو چل گھر کو میرے / کرون شانہ مین بالون بیچ تیرے

بجا لاؤن ترا سب طرح فرمان / ترے جاؤن سدا قربان قربان

یہ باتین دوست کی جسدم پڑین گوش / تو بولا ہوش مین آکر وہ مدہوش

ترا گھر اس سوا ہے کونسا گھر / ترے گھر سے ہون مین کس آن باہر

جہان بیٹھا ہون مین سو گھر ہی تیرا / یہ ہر حلقہ قدم مین در ہے تیرا

مرے سر تا قدم تو مو بمو ہے / مین آپ ہی کو سمجھتا ہون کہ تو ہے

دیا حق نے جو کام اونکا سرانجام / اور آپس کے سخن پہونچے باتمام

ملے باہم گلے بعد اوسکے ردگر / بہے دو بحر آتش ایک ہوکر

رہا از بسکہ عشق اوسکے مین محکم / ہوئے اک روح دو قالب وہ باہم

جو کوئی آپ کو اسطرح کھودے
خدا کا وہ خدا تب اوسکا ہووے

ہوا ز رگر پسر جون اوسمین موجود
محبت یون ہو تو ہو عید معبود

محبت حق کی جسمین یون درآئی
کرے ہے بندگی مین یون خدائی

جو حق کے عشق مین ثابت قدم ہو
مکان دیر بھی اوسکو حرم ہو

جو آگے اوسکے ہو دیوار یا در
نہ سمجھے حق سے خالی ہے یہ اب گھر

خدا کب عشق کو ایسے کے مانے
جو اوسکو ہر جگہ حاضر نہ جانے

خط

خانصاحب مشفق والانشان
مظہر لطف وانیس و مہربان

بعد اظہار تمنا کے دلی
درجواب نامہ لکھتا ہون جلی

بر سر تحریر خط ہے دل یہ اب
مو بمو کیجے رقم احوال سب

آپ کا پڑھکر خط بہجت نمط
کچھ ہوئی تسکین نہ اس دلکو فقط

شکل نرگس ہے یہ چشم انتظار
رہ گئی وا دیکھ کر بے اختیار

ہے خیال اس دلمین یا تک آپکا
ابتدا کو ہو نہ جسکا انتہا

کیا لکھون بیتابی درد فراق
دیکھنے کا ہے تمہارے اشتیاق

تاب دوری کی نہین ہے دلکو تاب
یون جلون ہون دن کو جیسے آفتاب

آپ سے صاحب نہین کچھ دور ہین
گردش افلاک سے مجبور ہین

شمع ساں سررشتۂ الفت تمام
سب یہ روشن ہے کہ ہے تمسے مدام

کچھ نہ پوچھو ماہی بے آب ہوں
تشنۂ دیدار ہوں بیخواب ہوں

تم بن اب با چشم نظارہ کناں
روز و شب حیران ہوں آئینہ ساں

یاد میں شب کو بیاض صبح کی
واشد سر پنجۂ تقدیر ہوں

رو کے کہتی ہے قلم اب مجکو تھام
ختم کرتا ہے یہ لکھکر والسلام

خط

پہلے پہونچے مری طرف سے سلام
کہ یہی ہے طریقہ اسلام

پھر جو ہے اشتیاق ملنے کا
وہ قلم کی زبان سے کب ہو ادا

رسم دنیا میں ہے یہ مدت سے
کہ جہاں واسطے ہے الفت کے

دل کو دلکی خبر پہونچتی ہے
چھپ سکے کیونکہ دوستی سی شے

لیکن اب دلکی بیقراری ہے
وصل کے دن کی انتظاری ہے

اب قدم رنجہ کیجئے جلدی
کہ نہیں تاب صبر کی باقی

حد سے افزوں ہے اشتیاق مجھے
نہیں اب طاقت فراق مجھے

در ہجو کوتوال

کیا ہوا یارو وہ نسق ہیہات   لیمون کے چور کاٹے بھتا ہاتھ

باندھا جائے تھا چور پگڑی کا   مارا جاوے تھا چور گگڑی کا

شہر مین کیا رہی تھا امن وامان   کیسی کرتی تھی خلق خوش گذران

تھا نہ رشوت سے کوتوال کو کام   شہر مین تھا نہ چوٹٹے کا نام

اب جہان دیکھو وان جھمکّا ہی   چور ہی ٹھگ ہے اور اُچکّا ہے

کس طرح شہر کا ہو یہ حال   شیدی فولاد اب جو ہے کتوال

چور کب اوسکا زور مانے ہے   کالا بال اپنا اوسکو جانے ہے

اُنسے رشوت لیے یہ بیٹھا ہے   اُسکے دل مین یہ چور بیٹھا ہے

اپنے دروازی آگے رکھ نٹ کھٹ   کیے ہین اُن نے گھر کے گھر چوپٹ

شام سے صبح تک یہی ہی شور   دوڑیو گٹھری لیچلا ہے چور

صبح شبنم جو گل پہ ہوتی ہی   بچہ کو غنچہ کے وہ روتی ہے

چور دروازے پر یہ بنگالے   ہوگی کب تک بجا خبرداری

بے خطر ڈر سے اب کوئی نہ رہا   اہل میخانہ مین بھی ہے ہوہا

خلق جب دیکھکر کے یہ بیدرد   کرتے ہین کوتوال سے فریاد

بولے ہی وہ کہ مین بھی ہون ناچار   گرم ہے چوٹٹون کا اب بازار

موسم گرما

کیون ہوا اسقدر ہی عالم سوز
آتشی رنگ یہ ہوا نوروز

گرم ہے یہ بہار کا موسم
شاخ گل پھلجھڑی سے نہین کم

مرغ آبی چمن مین اب جو ہے
منہ کھلا ہی رکھے ہے جون بط مے

طوطی کی گر سُنے کوئی آواز
نوحے گویا پڑھے ہے سوز و گداز

طائر دن تک ہی یہ ہوا کا اثر
پر قمری ہے مشت خاکستر

جوش ہے یہ بہار مین اس سال
لب جو پر ہے عکس کا تبخال

ہے عرق اس سے بھی گلونکے تئین
گرچہ پنکھا نسیم چھوڑتی نہین

گرم گل کا نہین فقط گلگون
ہے جلو مین صبا کے سیکڑون لون

رنگ گل اسطرح درخشان ہے
ہر خیابان اک چراغان ہے

ہے حرارت گلون کو اب یان تک
نہین شبنم یہ نکلی ہے چیچک

پانی کو بلبلین پھرین بھٹکی
طفل غنچون کو لگ گئی چٹکی

شاخ ہر گل کی ہو گئی گلریز
جل گیا آہ سبزۂ نوخیز

یہ نہ لالہ کی پانی جھڑتی ہے
آگ جامے سے نکلی پڑتی ہے

گیا تالاب مین ہر ایک کنول
کنول کاغذی کی طرح سے جل

بوند کو دل صدف کا ترسے ہے
ابر نیسان سے آگ برسے ہے

ہے پسینے سے میخ رو نکا یہ حال ۔ باد گویا ہے آب در غربال

ہو وے جس سال یہ بہار کا رنگ ۔ آگئے گرمی کے کیا کہون مین ڈھنگ

شفق آفتاب شام و سحر ۔ آگ دے ہے جہا نکو یکسر

پنکھے سے تو تسلی اب معلوم ۔ دم عیسیٰ بھی ہو تو ہو وے سموم

پی کے تبریدیون کیے رنجور ۔ شمع کو نفع کیا کرے کافور

سایہ کی تیرگی پہ کر تو نگاہ ۔ قرب سے دھوپ کے ہو رہی سیاہ

مہر سے اندنون مین آگئے بجان ۔ گل خورشید تک ہے رو گردان

سو سمندر کا صرف کرکے جو آب ۔ صحن یک خانہ کیجئے چھڑکاب

کیا عجب ہے نہو وے اتنا نم ۔ خاک رہجاوے اڑنے سے یکدم

خلق کا تشنگی سے ہے یہ حال ۔ طفل کو مشک دو جوان کو پکھال

تو بھی نیت اونکی بھرتی نہین ۔ پیاسے مرتے ہین پیاس مرتی نہین

شکل نرگس ہی سب کو حیرانی ۔ نرخرے تک بھرا ہو گو پانی

یہی سوچ ہے دلمین تشنۂ آب ۔ بحر کو منھ لگا دے مثل حباب

رنگ یا قوت کا زبانی ہے ۔ آب آتش کی زندگانی ہے

بسکہ گرمی کی آن مانی ہے ۔ شرم سے آگ پانی پانی ہے

گرمی پڑتی ہے یا خدا کا قہر ۔ کیا کہون تجھسے مین کہ شہر بشہر

چیلین کیا انڈے چھوڑ بھاگی ہین ۔ پر فرشتونکے جلنے لاگی ہین

غرض ایسی ہے دہوپ پڑتی سخت — جن وانسان و وحش وطیر و درخت

ہاتھ اوٹھا کر کہین ہین مثل چنار — وقنا ربنا عذاب النار

غیرتہ خانہ جاے امن نہین — اب کچھ آرام ہے تو زیر زمین

موسم سرما

سردی ابکی برس ہے اتنی شدید — صبح نکلے ہے کانپتا خورشید

چرخ کی اطلسی قبا پہ ہمیش — نہین یہ کہکشان ہے داغ کیش

جتنا عالم تھا کاشمیر ہوا — بلکہ کہئے کہ زمہریر ہوا

اندنون چرخ پر نہین ہے مہر — گودین کانگڑی رکھے ہی سپہر

کہرہ پڑنیکو کہتے ہین سب یار — ٹھنڈے سے ہی جہانکے دل مین غبار

لیک دیکھا جو غور کرکے مین آپ — نکلے ہی منہ سے آسمان کے بھاپ

پانی پر جس جگہ کہ کائی ہے — سبز وہ شال کی رضائی ہے

جیسے جاڑے سے پڑگیا پالا — سرد ہے داغ عشق جون لالا

اکڑے جاتے ہین دیکھ سنبل کو — گٹھڑی ہو جائے گل کی غنچہ مین بو

دیکھ گل پر صبا نسیب برد — پھرتی پھرتی ہی ہر طرف دم سرد

گرپڑے برگ تاک جھڑکے تمام — بلبلین مر رہین اکڑ کے تمام

صرصر صبح جان کھوتی ہے — تیر سی دل کے پار ہوتی ہے

آگ بھی ٹھنڈ سے ٹھٹھرتی ہے
کو دون کے بیچ چھپتی پھرتی ہے

دین ہین برباد ٹھنڈ سے یکدست
جو کوئی ہے سو آفتاب پرست

کفر کی مے سی مست ہے جو ہے
غرض آتش پرست ہے جو ہے

گر کسی مہروش کو دیکھے ہے
شیخ بھی اپنی آنکھین سیکے ہے

ہے گرفتار حال ہے جو شخص
نہین مل سکتے گرم ہو دو شخص

کوئی اب جا سے ہل نہین سکتا
گھر سے باہر نکل نہین سکتا

پھر جو کوئی ندان نکلے ہے
ٹھنڈ کے مارے جان نکلے ہے

اہل حرفہ کو کیجیئے جو نگاہ
کاروبار انکا ہو گیا ہے تباہ

پیٹ کے سر کیے ہے بھٹیارا
ہاے اب کیا کرون مین بیچارا

غرض ایسی ہی کچھ بڑی ہی ٹھنڈ
مٹ گیا زمہریر کا بھی گھمنڈ

سودا آخر ہے سردی کا مذکور
شعر بھی گر خنک ہون رکھ معذور

آگے جاتا نہین ہے اب بولا
ہو گئی ہے زبان بھی اولا

در ہجو

ہے عجیب و غریب زیر سما
اک یہان صورت آشنا اپنا

کہیئے اس کے تئین قسم کھاکر
دشمن انبیاء پیغمبر

نہین دین نبی کا اسمین اصول
اور دنیا کے ہین چلن مین اکول

شاہ قانع اگر دلی ہو فقیر — اسکو مانے کبھو نہ یہ بے پیر

دہر نے یہ بڑی حماقت کی — اپنے گھر اسکی لا ضیافت کی

لا کر ایسا ہی ایک دسترخوان — طول و عرض اوسکا کیا کرون بیان

شرق سے تا بغرب بچھوایا — اوسپہ تنہا اسیکو بٹھلایا

اوسپہ نعمات حق جہانتک تھے — یان سے آگے وہ اسکے وانتک تھے

اسمین کچھ اوس سے ہو گئی ان بن — اسکو اٹھوا دیا پکڑ گردن

ہاتھ بھی یہ نہ ڈالنے پایا — چاٹتا ہونٹھ اپنے گھر آیا

پھر گیا اوس سے تو زمانہ شوم — کھانے کا پکنا اسکے گھر معلوم

گھر مین اب جسکے دیگچہ کھڑکے — در پر اوسکے یہ بیٹھے یون اڑکے

گور سے پھر جو رستم اوٹھکر آئے — میت اسکی اوٹھائے یا نہ اوٹھائے

ہر کسی بنیے کی دکان پہ جا — اپنی باتون مین اوسکو لے ہی لگا

کام ہر وجہ اپنا کر لیوے — کلّے بندر کیطرح بھر لیوے

جو اسے میہمان بلاوے ہے — آفت اپنے وہ گھر پہ لاوے ہے

کھانا آوے تو اسطرح ٹوٹے — جیسے کوئی کسیکا گھر لوٹے

بانٹے نعمت تو اسطرح بدذات — جیسے جھاڑے کوئی پیڑ کے پات

جاوے بازار کو اگر وہ لئیم — خلق سمجھے کہ پہونچی فوج غنیم

نان پز بنیے کنجڑے حلوائی — کہین آفت کدھر سے یہ آئی

در ہجو

ٹک میان فوقی کی گھر تک ای صبا
کہہ سلام شوق تو جا کر مرا
بعد ازان کہیو کہ اتنا بھی غرور
شاعری کے فن مین کرنا کیا ضرور

پاس اس عاجز کے بھی ہر آن ہی
دیکھ لو یہ گو ہے یہ میدان ہے
کیا قصیدہ کیا غزل کیا قطعہ بند
جو ردیف و قافیہ کیجے پسند

آپ کہہ کر مجکو بہی فرمائیے
جسکو جی چاہے اوسے دکھلائیے
گھر مین شیخی کرنی کچھ کہتی ہی مول
کلھیا مین گڑ پھوڑنیسے کیا حصول

گر دروغ اسمین کہا ہو مہربان
کاٹیے تیغ قلم سے یہ زبان
اب تلک حاضر ہی وہ جنگی غزل
مبتذل بی معنے بے ڈھنگی غزل

شعر کہنے کا یہی ہوتا ہے ڈھنگ
شعر کو بدنام مت کر اے دبنگ

حکایت

سلف کے زمانے کا تاریخ دان
یہ لکھتا ہی احوال دارفتگان
کہ ملک عجم کا تھا اک بادشاہ
خداوند دیہیم و تخت و کلاہ

قضا کار وہ والی نامدار
ہوا درد قولنج سے بیقرار
طلب کی اطبا کی تجویز سے
طبیعت کی تسکین ہر چیز سے

پر اوسکو ہوتا تھا کچھ سودمند ‏ ‏ ہر اک لحظہ تھا درد اوسکا دوچند

دوا سے نہ دیکھی جو شہ نے فلاح ‏ ‏ کی ارکان دولت سے اپنے صلاح

کہ دست دعا کیجئے گر طلب ‏ ‏ بہ نسبت دوا کے مناسب ہے اب

گئے ملکے سب اک قلندر کے پاس ‏ ‏ کیا واقعہ اوس سے سب التماس

کہا دست دعوت کرون مین دراز ‏ ‏ اگر بادشاہت کرے وہ نیاز

سنا شاہ نے جب گدا کا سوال ‏ ‏ یہ کچھ کر کے دل بیچ اپنے خیال

جب جان ہی ہاتھ سے جائیگی ‏ ‏ تو کس کام پھر سلطنت آئیگی

غرض لکھ کے اقرار اک فرد پر ‏ ‏ دیا بھیج اوس مرد کامل کے گھر

رکھا اوسکو اور کر کے اون نے وضو ‏ ‏ دعا انکے حق مین کی ہو قبلہ رو

نہ گذرا تھا اس بات کو ایکدم ‏ ‏ جو زائل ہوا رنج و درد شکم

بہر حال تب شہ نے پائی شفا ‏ ‏ کہا کر لے وعدے کو اپنے وفا

کہا مرد درویش نے اے عزیز ‏ ‏ اسے چاہیے شخص پر بے تمیز

یہ دنیا جہان جائے یکچند ہے ‏ ‏ عبث دل ترا اسجگہ بند ہے

سنے در پیش اک عمدہ تجکو سفر ‏ ‏ رکھ احوال تک وان کا مدنظر

کہ یان تو جو کچھ پیش آجائیگی ‏ ‏ بہرحال وہ دن مین کٹ جائیگی

اگر ہے گدا یان وگر بادشاہ ‏ ‏ ہے ودون کا زیر زمین خوابگاہ

مسلم ہوا جبکہ ہونا ہلاک ‏ ‏ چہ بر تخت مردن چہ بر روے خاک

دنیا کی طلب مین دین کھو کر بیٹھے — ہو کر گمراہ
کرنا ہی نہ تھا جو کام سو کر بیٹھے — ای عقل تباہ
ہے عارضی خانہ جسم خاکی سودا — بے شبہہ و شک
سو مالک ہی اسکے آپ ہو کر بیٹھے — سبحان اللہ

بوقت صبح مری بلبل طبیعت سے — ہر ایک مرغ چمن [illegible] لگا کہنے
تری ہی جنس کا گلشن مین [illegible] — ترے ترانہ کو نوع دگر لگا کہنے
کہا یہ ہمنے تری دوستی ہی اوسکی تئین — یہ کسکے حق مین تو ای بیخبر لگا کہنے
جو گلستان جہان مین ہی آسمان [illegible] — تو اُسکے حق مین یہ بال و پر لگا کہنے
دیا جواب جو مینے بھی بد کہا تو کہا — اب اُسکا نالہ جہان بے اثر لگا کہنے
[illegible] سکر [illegible] کہتا ہو — ہر ایک بد و کر شام و سحر لگا کہنے
کہا یہ سنکے مری بلبل طبیعت نے — برا مجھے اگر وہ سربسر لگا کہنے
ترانہ [illegible] عقل — [illegible] حق مین گر لگا کہنے
یہ مجھکو خوب ہی کہ وہ میری ہی ترانہ کو — بچشم فہم اگر کر نظر لگا کہنے
دگر نہین اوسے بہرہ ترانہ سنجی سے — ترانہ سنج اُسے بد بیشتر لگا کہنے
اگر گہر کو کسی [illegible] نہا — تو عالم اُسکے تئین بد گہر لگا کہنے
خزف خزف ہی گہر ہی گہر مجھے کیا کام — خزف کو اپنے بجو کوئی گہر لگا کہنے
ہنر سے بے ہنری کو جو کوئی دی نسبت — اُسکو اہل ہنر بے ہنر لگا کہنے

غرضکہ مین تو وہ طائر ہون یارہ جسنے ‌ مرے ترانہ کو دل شہر تر لگا کھیلے
ہزار طرح کا پیدا مرے تئین سُن سُن ‌ جہان کے باغ مین بلبل کا گھر لگا کھلے

شاہ و درویش

یون سنا ہی کہ خسرو اک عصر ‌ ایک درویش کے گیا تھا گھر
دیکھا درویش کو جو خسرو نے ‌ آیا اس حال مین وہ اسکو نظر
رو کئے آخرت کو بیٹھا تھا ‌ پشت دنیا سے دون طرف دیگر
دست مطلب کو کھینچ عالم سے ‌ پا دراز اپنے بوریا اوپر
بادشہ نے کیا جب اوسکو سلام ‌ سر سری سا ہوا وہ دست بسر
اور بعد از تامل بسیار ‌ کی اشارت کہ جا کے بیٹھ اودھر
دیکھ کر یہ سلوک سلطان نے ‌ ہو کے چین ابرو و از غصہ گر
کہا درویش سے کہ اے احمق ‌ کچھ بھی تجکو شعور ہے بے خبر
مجھ سے خسرو کی تئین نہ کی تعظیم ‌ باج دیتا ہے جسکو اسکندر
جب سنا یہ گدا نے خسرو سے ‌ کہا اے بادشاہ زور آور
نہ مرے پاس ملک ہے نے مال ‌ چھین لینے کا جسکے ہووے ڈر
پس مین کسواسطے کرون تعظیم ‌ تجھ مین کیا ہے کمال فضل و ہنر
غرض اتنا گدا کی باتون سے ‌ گیا اوس بادشہ کے دل مین اثر

پھینک کر سر سے تاج شاہی کو
گر پڑا او جھکے اُسکے قدمو نپر

چھوڑ کر بادشاہت دنیا
باندھی عقبیٰ کی سلطنت پہ کمر

قطعہ

باغ دلّی ہین جو اک روز ہوا میر گذار
نہ وہ گل ہی نظر آیا نہ وہ گلشن نہ بہار

نخل بے بار ٹپری سو کھے پڑی ہین دو شین
خاک اُڑتی ہی ہر اک طرف پڑے ہین خس خار

سکر آتا تھا جہان غنچہ رو گل ہنستا تھا
اشک شبنم کی بھی قطرہ کا نہین وان آثار

جس جگہ جلوہ نما رہتے تھے سرو و شمشاد
مشت پر قمری کی اُس جا نظر آئے اکبار

دیکھتا کیا ہون مگر سوکھی سی اک شاخ او پہ
عندلیبا ایک ہے بی بال و پر و دل افگار

بدم سرد و بصد حسرت و صد سوز جگر
دیکھکے سو ے چمن کہتی ہی با نالۂ و زار

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

قطعہ

نوید زیر فلک یون ہوئی ہی شہرۂ عالم
ہلال عید ہوا اور گیا یہ ماہ صیام

ڈہل بجا کر سنا دی کا دی اُنھونکو خبر
جہان کے بیچ یہ مشہور ہی جنھون کا نام

نشاط و جشن و طرب خرمی امن امان
خوشی و خوشدلی و عیش و عشرت آرام

مُباح عید جانے حاضر ہے تہنیت کے لیے
اُس آستانہ کہ ہیگا وہ سجدہ گاہ انام

وہ بارگاہ ہے ایسے جناب کی جسکا
کہاں ورے آپکو نہ پشت سے سپہر غلام

عزیز دولت و دین بادشاہ عالمگیر
ضعیف کفر سدا جس سے اور قوی اسلام

زہے وہ خسرو ہندوستان کہ ہیں جسکے
بلند مرتبہ سلاطین عصر سے خدام

جہان پناہ میں از عرض تہنیت سوا
یہ چاہتا ہوں دعائیہ یہ ہو ختم کلام

اس آستان فلک مرتبت پہ تا بہ ابد
رہیں کنیز شب قدر روز عید غلام

قطعہ

یہ روز عید ہے آفاق میں ہے رسم قدیم
موالی چاہیے مولا کو نذر دین زر و سیم

بقدر رتبہ کے حاضر ہوئے ہیں لیکر نذر
جو تیرے دامن دولت کے سایہ میں ہیں مقیم

کوئی توسل لی آیا ہے اور کوئی یاقوت
سخن وہ نذر کیا میں کہ بہ ز دُر یتیم

گر اس جناب معلی میں پاے عز قبول
نہیے سعادت طالع مری نہ ہو تکلم بیم

اگرچہ کیا ہو نہیں اور کیا ہے میری نذر ایجا
یہ بات سمجھے ہے وہ شخص جو کوئی ہے فہیم

نشاط خوشدلی و عیش تجکو لیکر نذر
ہلال عید نے قد خم کیا پئے تسلیم

دعا کرے ہے یہ سُوا کہ منشی تقدیر
کرے شمار قلمرو میں تیری ہفت اقلیم

کرو عید کی دے خلق تہنیت تجکو
رہے ہمیشہ ریاست کا تیری سرد بہیم

قطعہ

ہر ایک عید مہ خور نے سیم و زر لیکر
تجھے ز راہ ادب دور سے دکھائی نذر

علوم رتبہ تیرے نے ہاتھ سے اپنے
کبھو نہ اونکی کف دست سے اوٹھائی نذر
کوئی تو نقد لے آیا تھا اور کوئی جنس
جہانیون مین جسے جو میسر آئی نذر
اگرچہ لعل و گہر تک سبھون نے گذرانے
پراس جناب کے شایان شان نہ پائی نذر
مگر حضور مین اس عید کو تری خاطر
شفا سلامتی تا بحشر لائی نذر

قطعہ

سحر تصنیف سودا سے مغنی
یہ پڑھتا تھا بیک آہنگ پر درد
سُنے تھا جو اُسے سو وجد مین تھا
درو دیوار سے سیکر زن دمرد
بسان گل کسو نے جیب کی چاک
کری تھا جون صبا سر پر کوئی گرد
گئے یان سے وہ محبوبان رعنا
گل نورستہ آگے جنکے تھا گرد
لگا مت دلکو بلبل اس چمن سے
نظر جو آج سبز آوے سو کل زرد
تماشے سے غرض اس بیوفا کے
جنھون نے موند لین آنکھین وہ ہین مرد

قطعہ

کہا کلام یہ سودا سے ایک عاقل نے
کسو سے ربط کوئی زیر آسمان نکرے
کیا جو تجربہ اُن دوستونکو بد پایا
بدی کا جن پہ کسیطرح دل گمان نکرے
چکھا اُنھونکی جدائی یارہ دوستی کا شہد
وہ تلخ کام کبھو زہر دشمنان نکرے

بغیر بخل و حسد چاہیے کوئی مذکور | اُنھون کے مہر و مروت کی ذرمیان نکرے
مین اُنسے ملکے نہ دان اختیار عزت کی | دو چار اُنھون سے خدا مجکو در جہان نکرے
تجھے بھی راہ نصیحت کے مین یہ کہتا ہون | کہ تو بھی کبھو ربط با منافقان نکرے
وہ آشنا ہین جہان مین کہ امتحان کے بعد | زبان نہین کہ وہ لعن ان پہ ہر زبان نکرے
یہ سُنکے اُس سے کہا مسکراکے سودا نے | شکایت اتنی کسو کی کوئی بیان نکرے
بھلے بُرے کے تجھے امتحان سے ہی کیا کام | یہ شکر کر کہ کوئی تجکو امتحان نکرے

قطعہ

مین ایک فارسی دان سے کہا کہ اب مجکو | ہوئی ہے بندش اشعار فرس نہ ذہن نشین
جو آپ کیجیے اصلاح شعر کی میرے | نہ پائے غلطی تو محاورہ مین کہین
کہا یہ بعد تامل کے دون جواب تجھے | جو میری بات کا اے یار تجکو ہووے یقین
جو چاہے یہ کہ کہے ہند کا زباندان شعر | تو بہتر اُو سکے لیے ریختہ کا ہے آئین
وگرنہ کہکے وہ کیون شعر فارسی ناحق | ہمیشہ فارسی دان کا ہے ہدف نفرین
کوئی زبان ہو لازم ہے خوبی مضمون | زبان فرس پہ کچھ منحصر سخن تو نہین

ہجو

فدویا بولے ہے مین ہون اُستاد | مین کیا فن شاعری ایجاد

آ گیے شیدا جو تھے مرا شاگرد — گوش دل سے سُنے مرا ارشاد
رفتہ رفتہ سُنا یہ شیدا نے — کہا اُسنے کہ خانمان برباد
معنی کے گھر کو تو نے ویران کر — پھینک دی اُسکی کھود کر بنیاد
کسطرح سے مین ہون تیرا شاگرد — بیت سعدی کی یہ مجھے ہے یاد

کس نیاید بزیر سایہ بوم
ورہما از جہان شود معدوم

ہان میرا کہا خدا سے ڈرہ — اپنا شاگرد تو کسیکو نہ کر
بولی تیری جو کوئی بولے گا — تیری بولی کا ہوگا اُسمین اثر
مارکر جب کوئی گرا دے اُسے — ورثا لوتھ اُسکی کھاٹ پر دھر
چلین کاندھے پہ دھر تو بیٹین گے — یہی کہہ کہہ کے اپنا سینہ و سر

کس نیاید بزیر سایہ بوم
ورہما از جہان شود معدوم

جسجگہ بیٹھکر وہ سبز قدم — مارے ہے اپنی شاعری کا دم
جو سخنور رہین صاحب اطفال — وسکین اُن سے چلتی ہین پیہم
موجب اسکا جو اُنسے پوچھون ہون — کہتے ہین مجھ سے یون وہ کھا کی قسم
ہے یہ ایسا کہ جسکی شومی دیکھ — یہ بند یہ لکھ گئے ہین اہل کرم

کس نیاید بزیر سایہ بوم

درہما از جہان شود معدوم

تیری جس باغ تک صدا جاوے — پھر کوئی خار و خس نہ وان پاوے
تجکو اس گل زمین سے جلد کوئی — کچھ تصدق دے راہ بتلاوے
شومی قسمت سے اپنی تجھ تک — کوئی ناکس ہی آوے تو آوے

کس نیاید بزیر سایہ بوم
ورہما از جہان شود معدوم

واسوخت

یا الٰہی کہون اب کسکے مین اپنا احوال — زلف خوبان کی مرے دلکو ہوئی ہی جنجال
یارب اس پیچ سے تو اس دل شیدا کو نکال — کاش اب موت ہو یا دور ہو یہ سر سے وبال
تجھ سوا غیر سے مین کیونکہ کہون دلکا حال — تیری ہی ذات سے میرا بھی ہمدم ہی سوال

ساز آباد خدایا دل ویرانے را
یا مدہ مہر بتان ہیچ مسلمانے را

کیون دلا مین نہ ہر اک آن تجھی کہتا تھا — بیوفاؤن سے نہ مل مان تجھی کہتا تھا
درد فرقت نہین آسان تجھی کہتا تھا — اسقدر مست ہو تو نادان تجھی کہتا تھا
دیکھ تو ہوگا پشیمان تجھے کہتا تھا — کیون تو لیتا ہی مری جان تجھی کہتا تھا

انچہ کردی تو دلا باخود و با جان من

کس نہ کرد ست چنین کار گہے با دشمن

تجکو اس شوخ سے تہا نہ پڑا ہے پالا مفت مین مجکو بھی لیجا کی بلا مین ڈالا
سلکے آنکھو نسے دوانے تو مرا گھر گھالا کیون رے دل کہہ تو بھلا مینے ترا کیا ڈہالا
کیون ہوا ہے تو مری جان کا لینے والا ہاے رے ہاے مین دشمن کو بغل مین پالا

این زمان چارہ نداریم وچہ تدبیر کنیم
کردۂ خود بکہ گوئیم وچہ تقریر کنیم

کیا کرے دل بھی پڑا ہے یہ محبت کا فسون کب تلک دسی مین اسکا وش بیجا کو کرون
اس غم و درد و بلا بیچ کہان تک مین مرون آتش غم سے طرح شمع کے رو رو کی جلون
اب نہین تاب زبان کو جو مین خاموش کرون کیونکہ احوال دل اس شوخ سی جا کر یہ کہون

شرح این آتش جانسوز نگفتن تا کے
سوختم سوختم این راز نہفتن تا کے

یار تجہ زلف کے سودا مین پریشان ہے دل تیری دیدار کا جون آئینہ حیران ہے دل
داغ ہجران سے تری رشک چراغان ہے دل گاہ پروانہ گہی شمع شبستان ہے دل
اسقدر اپنے کئی سے یہ پریشان ہے دل کیا کہون تجھسی بہت بی سر سامان ہے دل

حال دل خستہ، شوقت چہ شنیدن دارد
بنخود ست آن قدر آئینہ کہ دیدن دارد

یہ کہو کس سے تمھاری نئی لاگی ہے لگن کیا ہوا کسکو ٹھگا کسکا لیا تمنے من

ہو گئی اور تنگ ہی مین کچھ اب پھیرتن — کیا ہوئے تمنے جو ہم ساتھ کئی تھے وہ بچن
دل مرا ٹوٹ گیا تجھسے اب ای عہد شکن — حیف صد حیف کہ قدر اسکی نہ تین جانی بچن

دل کہ طومار وفا بود من محزون را
پارہ کردند ندانستہ بتان مضمون را

اسقدر چشم مروت کو اُٹھا مت اکبار — کچھ تو آ دل مین سمجھ اپنے کر انصاف ای یار
خوبرویون مین تجھے کن نی بنایا سجدار — ورنہ خوبان مین نہ کرتا تھا کوئی تجکو شمار
بلکہ پھرتا تھا تو ہر ایک کے گھر سو سو بار — اپنی مجلس مین نہ دیتا تھا کوئی تجکو بار

این زمان جائے تو در دیدہ مردم شدہ است
روئے زیبائے تو از دیدۂ من گم شدہ است

پہلے ہی دلکو مری تمنے لیا کس عنوان — اب جھڑکتے ہو مجھی دیکھ کے بھوین تان
یہی معلوم کیا ہی غرض اس تان کا جان — دلکو تم لیکے لیا چاہتے ہو میری جان
لیجیے یہ بھی دل اپنے مین نہ رکھیئے ارمان — لیکن ہونا نہین کچھ تمسے لیا بینے جان

تو نہ آنی کہ غم عاشق زارت باشد
گر شود خاک بران خاک گذارت باشد

شیشۂ دلکو مرد سنگ ستم سے پھوڑا — دلنی میرے بھی منھ اب تیری طرف سے موڑا
تم جو کچھ ساتھ کیا میرے نہین وہ تھوڑا — مجکو بھاتا نہین ہر دم کا ترا انکتوڑا
خوبرویونکا جہان بیچ نہین کچھ توڑا — شعر وحشی کا دل اپنے پہ یہ مین لکھ چھوڑا

میدہم جائے دگر دل بدل آرائے دگر
چشم خود فرش کنم زیر کف پائے دگر

تمسے امید یہی تھی کہ یہ بیداد کرد — دل ہمارے کو گھٹا غیر کا دل شاد کرو
جرم کیا ہم سے ہوا پہلے تم ارشاد کرد — تب ہمیں بندگی اپنی سے تم آزاد کرد
خاکساری مری ناحق تو نہ برباد کرد — کچھ تو اس اگلی بھی الفت کو میاں یاد کرو

یاد باد آنکہ سر کوے توام منزل بود
بر زبان بود ترا انچہ مرا در دل بود

کاش کے تجھسے مری مہر کے رشتے ٹوٹین — تب تو ای یار جلی دلکے پھپھولے پھوٹین
غیر سی ملکے کبھو ہمکو نہ پوچھو جھوٹین — ہم ترستی ہی رہین غیر مزے یون لوٹین
کب تلک نسہر کی گھونٹو نکو بھلا ہم گھوٹین — مار بھی ڈالو بلا سی تو بلا سے چھوٹین

آنقدر زندگی خویش مرا دشوار ست
گر تو ناحق بکشی حق تو بر من یار ست

دل مرا سر بہ نمط سنگ ستم سی ہے چور — تو بھی آنکھون تری یار نہین ہون منظور
اے میان دیکھ نہ بھادیگا خدا کو یہ غرور — کیا کرون ہائے زمین سخت فلک ہیگا دور
ہاتھ تیری سی کدھر جاؤن پڑا ہون مجبور — دیکھ بیتاب مجھی حسن پہ مت ہو مغرور

آنکہ رخسار ترا رنگ گل و نسرین داد
صبر و آرام تواند بمن مسکین داد

اسقدر کس لیے بیزار ہی مجھ زار سے تو — مت چھپا منہ کو سجن اپنے خریدار سے تو
چشم پوشی تو نہ کر عاشق بیمار سے تو — مجکو محروم نہ رکھ لذت دیدار سے تو
سن لے یہ بات میاں اے گرفتار سے تو — دیکھ ادہر بھی کبھی ایک نظر پیار سے تو
نگہے جانب سوداگہ دگاہے باقیست
بلکہ از لطف باو نیم نگاہے باقیست

ہجو

رکھے ہی مولوی دختر کہ دین دل نیاز او — فضیلت نور باشی کی کثیر کار ساز او
مطول کو کری ہی مختصر زلف دراز او — اشارات نگاہ چشم ہی جادو طراز او
بدقت میتوان فہمید معنیہاے ناز او
کہ شرح حکمت العینیست مژگان دراز او
بجاہے کہیو گر علامہ دقت اوسکو اے یارو — رسالہ علم مین غمزے کی جن نے ایسا لکھا ہو
اگر اک ورق اسکا ہاتھ مین جا بوعلی کو دو — کہین رکھ ناک پر عینک مطالعہ کر کے وہ اسکو
بدقت میتوان فہمید معنیہاے ناز او
کہ شرح حکمت العین است مژگان دراز او
سُنا جاتا ہے فن شعر مین بھی اتنی ہی قابل — سبق اُس سے پڑہاین اسوقت ہون گر نیر ابدال
اگر وہ درس دیوے ہم سے نادان کو تو کیا حاصل — سمجھنا مطلع ابرو کا اُسکے سخت ہی مشکل

بدقت میتوان فہمید معنیہاے ناز او
کہ شرح حکمت العینست مژگان دراز او

غرض مین کیا کہون سوا اکے ہی فضل کمال اوکے — نہین ٹرپھ سکتی شعر ہو وی ہرگز وہ معزون کر
خدا جانے وہ ناموزون ہی یا آنکی ہی یہ دختر — ادا کرتی ہی یا انسی انھین یا جانتی ہی خر

بدقت میتوان فہمید معنیہاے ناز او
کہ شرح حکمت العینست مژگان دراز او

مخمس

خسروا تجھسا کوئی دوران ہم پہونچا ئے تو — یا بے تخت سلطنت ایسا ہمین کھلاتو
تجھ زر دولت پہ پرن ہی بو سلیمان آئے تو — اے قباے بادشاہی راست آید بر بالاے تو
زینت تاج نگین از گوہر والاے تو

دیکھ تجھ شاہ بلند اختر کو بولین نیک و بد — آسمان جا ہا ہی تیرا طلوع تا ابد
ذات سے ہی تیرے نورانی نسب تیری کی جد — آفتاب صبح را ہر دم فروغے میدہد
از کلاہ خسروی رخسارہ سیماے تو

علم کی بحث مین ابیات جو کی تونے ہمات — اس ہی ر کھ سکتا ہی کب منقول معقول انحراف
حاشیہ تصنیف کا تیری نہ لکھین برخلاف — در علوم شرع و حکمت با ہزاران اختلاف
نکتۂ ہرگاہے نشد فوت از دل داناے تو

تھی سکندر کے زمانہ سے زبس صحبت برآر | سیم و زر جاہ و حشم مال و منال و اقتدار
جو غرض چاہا دل اُسکی نے دیا وہ بیشمار | آنچہ اسکندر طلب کردا و نداد ش روزگار

جرعۂ بود از زلال جام جان افزائے تو

مخمس

چکارہ گران اُٹھو و نکا تھا مین بیچارا | کہ بھٹکون دشت مین یا کوہ پر پھرُن مارا
نہ غشق لیلی و شیرین سے ہے ہمہ نین آوارا | صبا بلطف بگو آن غزال رعنا را

کہ سر بکوہ و بیابان تو دادہ ما را

اثر یہ نالے کا اپنے ہی اعتقادای گل | جو تو سُنے تو برآوے مری مرادای گل
وہ لے نصیب جو تونے کیا نہ یاد اے گل | غرور حسن اجازت مگر نہ داد اے گل

کہ پرسشی نہ کنی عندلیب شیدا را

مجھے تو زور رہی ساقی کی یاد ابھائی | کہ پہلے جام کی مے خاک پر چھڑکوائی
مین پوچھا کیون تو کہا سن لے مجھسے سودائی | چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی

بیاد آر محبان بادہ پیما را

فریب مجکو ندے اپنے خط و خال ادہر | کہ دیکھکر مین زمانے کو منھ کیا ہی ادہر
جو چاہی تو کہ گرفتار رہون مین تیری پر | بلطف و خلق توان کرد صید اہل نظر

بدام و دانہ نگیرند مرغ دانا را

نصیب کرے کے سعادت کا تیری برین در   جو دیوین جام جم اور کیقباد کا تجھی تخت
گذشتکان کیطرف سے نہ رکھ تو دلکو تخت   بفیض صحبت احباب بے آشنائے بخت

بیاد آر محبان دشت پیما را

الٰہی ربط محبت کرے خدائی نیست   بتان کے تا نہ کرے خلق کو جدائی نیست
گر گئی ہستی کو اُنکی تو بیوفائی نیست   ندانم از چہ سبب ننگ آشنائی نیست

سہی قدان سیہ چشم ماہ سیما را

مخمس

نہ بلبل ہون کہ اس گلشن مین سیر گل مجھی بہائے   نہ طوطی ہون کہ دل میرا فضائے باغ لیجائے
مین ہون طاؤس آتشبازی سی ہی ہے آئے   نہ با صحرا سرے دارم نہ با گلزار سودائے

بہر جا میروم از خویش می بالا تماشائے

تسلی اس سبو سے نہین ہوتی مجھی کیون ہین   گرانی اسقدر پاؤن پہ سر ہی سقدر سنگین
چل اُٹھا اب یا نسے ساقی ہوس کم ہی چمن رنگین   چہ گل چینید داغ آرزو از تشنہ رنگین

من و صد بزم مخموری و دل یک غنچہ مینائے

ہے لاکھون طرح کی انکا دل سلسلہ جاری   کٹی ہر دو نالے ہی رکتی عمرا سجگہ ساری
ہمنے ہم مین جو دیکھا یہ ہے سبب ضبط کی خواری   عنان گیر غبارکس مبادا فسون خودداری

وگرنہ ساحل ما نیز دارد جوش دریائے

جہان کوئی تری کوچے کے جانیکا ہوا مائل
اقامت جون غبار راہ پھر ہمکو ہوئی مشکل
غرض آلودہ کب چھوڑے کسیکو نسبت کامل
دم ہر ذرہ ہمنیر نیست بہر وحشت غافل
مرا بیدار سازد ہر کہ بر راہست از نقش پائے

جگر پر شمع کے ہی داغ پروانے کا جان تن
گریبان چاک نت گل ہی سدا بلبل کے رشیون
جو تیرا بھی کسیدن عزم ہی تو کیجیے مسکن
یہ بیدردی درین محفل چہ لازم متہم بودن
گداز گریہ جوش جنون نے نالہ و آہے

قضا کی سنگ نے اس میکدہ مین نقش یہ مارا
کہ پیمانیسے لی ہی تا سبو کی خاک آوارا
بجز خون کیونکہ ہو شیشہ مین پیان گرنیکی یارا
نبود امید از جام سلامت غنچہ پارا
ہم از جوش شکست رنگ پر کردیم مینائے

نمک سو خراش سینہ اپنی چاہتے تھے ہم
سلوس امید باطل کی بھی معنی کھل گئی اسدم
گناہ بندہ دیکھی ہی خداوندی بچشم کم
ندامت پا ایم ای یاس آتش زن بعقبا ہم
کہ امروز زیان کاران نمی ارزد بفردائے

فلک نے یہ سخن مجھسے کہا جسدم بشد دید ست زرد
مین فقر د سلطنت بخشون اگر تو بھی جو ذرہ کد
کہان مین یان ہی نسبت پا آن دونو نسے بد
زساماں دو عالم آرزو مستغنی ام دارد
شبستان خط جام و حضور شمع مینائے

ہجوم آرزوئے مستی جب تلک ہے جوش بار من
مخالف وضع یکرنگی سے دیکھیگا تو یہ گلشن
جو آنکھیں ہون تو ہر قطرے سی شبنم کی ہی یہ روشن
درین گلشن میسر نیست ترک احولی کردن

کہ در ہر برگ گل آئینہ دارد حسن رعنائے

کیا مین فرض ہین یہ تبہ مین ہم تو بیش و کم زاہد　　نگاہ دیدۂ تحقیق تو او را شک ہم زاہد
ہوے بیڑی سو داسی تیری ایکدم زاہد　　من بیدل حریف سعی بیجا نیستم زاہد

تو و قطع منازلہا من و یک لغزش پائے

مخمس

وہ کونسی گھڑی تھی جب اپن اگن لگائی　　تن چھوڑتی نہین ہے یک شب تپ جدائی
اور وصل مانگتا ہے جی مجھسے منہ دکھائی　　من شمع جانگدازم تو صبح دلکشائی

سوزم گرت نہ بینم میرم چو رخ نمائی

دوری ہے تیری مجکو اے آفتاب عالم　　روتے ہی روتے گذرین راتین مثال شبنم
جسدم تو منہ دکھاوے تو ہون فنا مین اسدم　　نزدیک این چنینیم و دور آنچنانکہ گفتم

نے تاب وصل دارم نے طاقت جدائی

مخمس

شیخ تو نابود ہووے یا ترا پندار نیست　　تبکدہ ویران ہو یا برہمن یکبار نیست
کام کیا ہے مجکو گر ہون راہب دیندار نیست　　کافر عشقم مسلمانی مرا در کار نیست

ہر رگ من تار گشتہ حاجت زنار نیست

یہی مرض الموت تھا قسمت مین میری یا نصیب — حاصل اس تدبیر سے کیا کر نہین سکتا حبیب
ایکدم کو جی نکل جاوے گا گھر گھر ہی قریب — از سر بالین من برخیز اے نادان طبیب
درد مند عشق را دارو بجز دیدار نیست

عاشقونکے رونیکی کچھ اور ہی ہوتی ہے دھن — دیکھ ہم روتے ہین بخت دل اگر چھپتا ہے چمن
مین تجھے کہتا نہ تھا ظالم کہ آکر بات سن — ابر را با دیدۂ گریان من نسبت مکن
نسبت بارندگی دارد ولے خونبار نیست

اسقدر گھبرا کے جینے سے نہ کر انکار عشق — کوئی بھی جیتا سنا ہے تین کہین بیمار عشق
آج چھوڑے یہ اگر تیرے تئین آزار عشق — شاد باش اے دل کہ فردا بر سر بازار عشق
مژدۂ قتل است گرچہ وعدۂ دیدار نیست

ہون جو کچھ سو ہون اپنے واسطے ہون نیک و بد — کیا غرض ہے تجکو ہر اک سے رکھون ہر وقت کد
ایسے کچھ کہتا نہین مین گرچہ از رو حسد — خلق میگوید کہ خسرو بت پرستی میکند
آرے آرے میکنم با خلق و عالم کار نیست

مخمس ۱

جب تلک بندگی شیخ مین تھا حلقہ بگوش — تب تلک مجھسے رہا شاہد معنی روپوش
آخر کار ہوئی جرعۂ مے کو کر نوش[1] — سرخوش از کوی خرابات گذر کردم دوش

[1] قلمی نسخہ مین یہ مصرع یون ہے، آخر الامر دیا ایک جرعۂ مے کر گئے نوش۔

بطلبگاری ترسا بچۂ بادہ فروش

پھر تو یہ دل تو لے تھی دیپہ جنونکے مارے　　پھاڑ کر پھینکدون مین کپڑی بدن کے سارے
خیر گذری کہ لے آئی کشش دل بارے　　پیشتم آمد بسر کوچہ پری رخسارے

کافرے عشوہ گرے زلف چو زنار بدوش

بسکہ اس دل کو تھی اس آفت دین کی درخواست　　اپنے احوال پہ مین رہ نسکا بے کم و کاست
ہو کے بیصبر مین جا سامنے اسکی اک رات　　گفتم این کوی چہ کو میست ترا خانہ کجاست

اے مہ نو خم ابروے ترا حلقہ بگوش

کھینچ لایا ہی ادھر عشق مجھے مار کمند　　شیخ و زاہد کی مین کافر ہون جو مانون اک پند
سنکے یہ عرض مری ہو متامل یک چند　　گفت تسبیح بخاک افگن و زنار ببند

سنگ بر شیشۂ تقوی زن و پیمانہ بنوش

الفت دین کو دل اپنے سے تو اب کرکے پرے　　سے مرے امر کو جا گہ تو یہ جی ہی درے
شوق جسدم ترا تجھ مین سی تجھے دور کرے　　بعد ازین پیش من آ تا تو بگویم خبرے

راہ بنمایم اگر بر سخنم داری گوش

دے پٹک سر سی یہ عمامہ پڑا اسپہ غضب　　پہونچا اس بوجھ سی تو منزل مقصود کو کب
ساغر جو رہ سی رکھ دور ہوس اپنے لب　　بگذر از صومعہ و راہ بمیخانہ طلب

خرقہ بیرون فگن و کسوت رندانہ بپوش

جب سنی اس سی یہ مینے سخنان دلکش　　مجکو تاثیر معانی سی لگا آنے غش

پھر سنبھال آپکو جسوقت چلا وہ بیہوش — دل ز کف دادم و بیہوش و دیدم پیشش
تا رسیدم بمقامے کہ نہ دل ماند و نہ ہوش

کفر و اسلام کا دیکھا وہ مکان میں سجود — پایا مغز اُسکا جون ہی عالم ہستی میں نمود
اپنی نظر وہین حبابِ سجانہ رہا میں موجود — محو گشت از ورق کون و مکان نقش وجود
نہ ملک ماند و نہ آدم نہ طیور و نہ وحوش

پر وہان چشم کی حائل نہ بلند اور نہ پست — ایک میدان ہی فقط وان نظر آیا کف دست
کی جو میری نگہ چشم نے آہو کی جست — دیدم از دور گروہے ہمہ دیوانہ و مست
بے دف و بادہ و نے آمدہ در جوش و خروش

ایک سے ایک فزون نشۂ وحدت سے چور — ایک سے ایک فزون خرد و ہوش و شعور
اور اسباب طرب کئی سوا ان کیا مذکور — بے نی و مطرب و ساقی ہمہ در عیش و سرور
بے مے و جام صراحی ہمہ در نوشا نوش

جب مجھی وان نظر اسطرح کا آیا عالم — صورت آئینہ حیرت سے ہوا مین اُسدم
کچھ نہ سمجھا یہ ملک ہین کہ نہ نوع آدم — چونکہ سر رشتہ در یافت بر فت از دستم
خواستم تا خبرے پرسم از و گفت خموش

پھر لگا کہنے یہ بہتر ہے کہ رکھ مجکو معاف — پر جو ہے در پئے تحقیق تو سن صاف صاف
یہ نہین صومعہ تو ما سے جہان لاف و گزاف — نیست این کعبہ کہ بے پا و سر آید بطواف
نیست مسجد کہ در و بے ادب آئی بخروش

گر یہ مسکن تجھی آیا ہے تیرا یار پسند   دین و دنیا سے چھوڑا خواہش دلکا پیوند
دلکو شیخی و مشیخت کا نہ رکھ یان پابند   این خرابات مغانست و درو مستانند
از دم صبح ازل تا بقیامت مدہوش

نہ تو یان دیر و حرم کی سی مکانین تنگی   خانقاہ و مدرسہ کیطرح نہ صحبت جنگی
دلمین سودا تو خیالات نکر جون بنگی   گر ترا ہست درین کوچہ سر یکرنگی
دین و دنیا بیکے جرعہ چو عصمت بفروش

مخمس

ملو ہر کس بضاعت پر تو ملک عشق کا راہی   نہ خونی اشک نے لخت جگر نہ رنگ ہے کاہی
خودی اور کبر نے رکھا ہی تجکو دو از آگاہی   بطاعت کوش گر عشق بلا انگیز میخواہی
متاعے جمع کن شاید کہ غارتگر شود پیدا

شباب اپنی کی ہستی سی جو کھویا اختیار از دست   تو وقت شیب کچھ نادان کھو تو زنہار از دست
ندیا اتنا بھلی ہے تو دامن ہمت کو تو از دست   پہ پیری سعی کن گر دجوانی رفت کار از دست
زر گم گشتہ در آتش ز خاکستر شود پیدا

نہ ہوگا کبھو ای بیخبر راہ طلب ہر گز   نہ چھوڑی گی ارادہ کی نظر راہ طلب ہر گز
فنا مین بن ہاتھ کو رہتا ہون بسر راہ طلب ہر گز   ز رفتن وا نخواہم ماند در راہِ طلب ہر گز
چو شمع از خار ہائے پائے من از سر شود پیدا

پرو یا رشتۂ جانسی جو تو نے دیدۂ سوزن گریبان موج دریا کا سیا آیا تجھے یہ فن
جو دم مار یگا کہین نزد عاقل ہی تو ہو گو دن غبار خاطر داناست اظہار ہنر کردن
صفا بر خیز داز آئینہ چون جوہر شود پیدا

بھگوتا کیون ہے ناصح آستین اپنی تو او دامن تجھے آنسون آنکھون سی غلط ہی یہ تو وہم و ظن
سراپا اپنی مستی سی مکدر گرچہ ہے یہ تن برنگ ابر پنہانست دریا در غبار من
اگر خاک مرا ابنر یہ چشم تر شود پیدا

سخن کی فن مین رسوا فخر کا بھی ہی اک عالم کیا ہی انتحیار اگلی بھی اُستادون نے بیش و کم
تعرض کرتے ہین نادان ہی بس اس مقطع کو ہر دم علی شعرم بایران می برد شہرت ازان ترسم
کہ صائب خون بگرید آب در دفتر شود پیدا

مخمس

بود ایامی کہ تو قیر جنون من داشتم یکی بشہر از سنگ طفلان زخم بر تن داشتم
مدتی در دشت ہمچون کوہ مسکن داشتم از ثبات عشق دائم پا بدامن داشتم
گر چہ داغ لالہ در آتش نشیمن داشتم

پاس ناموس محبت ہی مین ہی عاشق کو سود گو جراحت ہو مری تیغ عشق کی ہر دم فزود
اپنے بالین پر نہ مین جراح کا چاہون رود کی ہزار محرمے چاک جگر خواہم نمود
من کہ زخمش را نہان از چشم سوزن داشتم

کل خمار آلودہ مین گھر سی جو نکلا صبحدم — قتل پر راضی تھا در وجود مغ بشب دکم
یک بیک پہونچا تجھی جام لب میگون بہم — بزلال خضر اکنون صد تغافل میزنم
منکہ چشم از تشنگی بر آب آہن داشتم

کون میری طرح عشرت سی ہوا ہی کامیاب — کسنے اس خوبی سی بیٹھا حباب مین پی شراب
ساقی گلفام کی چہری سی اوٹھتے ہی نقاب — روشنی از بزم من در یوزہ میکرد آفتاب
در چراغ عیش تا از بادہ روغن داشتم

عشق رنگ رو پہ میری جب لگا کرنے نمود — جو ہوی مانع مجھے سمجھا نہین نی ہی یہ سود
دوستی سی لالہ رویان کی ہوا آخر یہ سود — ہمچو ماہی غیر داغم پوشش دیگر نہ بود
تا کفن آیدہمین یکجا مہ بر تن داشتم

مین نہ ہون باغونکا فصل گل مین جون مقیم — سینہ ہی میرا چمن ہی آہ سرد اوسمین نسیم
سیر اسکی تو ہی مجرم اے میری ندیم — داغ را جز بر کنار زخم ننہادہ کلیم
سیر گلگشت تو من در خانہ گلشن داشتم

مخمس

ترنگ نشۂ می باغ مین جبدم تجھی لائی — چمن مین یون گذر تیرا ہوا جیسے بہار آئی
یہ عالم آگیا حیرت مین تیری دیکھ رعنائی — کہ نرگس کی پلک تیری تماشی نے نہ جھپکائی
تو وہ گل ہی کہ جس گل کا ہر اک گل ہی تماشائی

پر اتنی بات میری فہم نی مجکو نہ بتلائی ۔ کہ بلبل عہد مین تجہی کی ہوئے گل کی شیدائی
کہا سنکر ہوئی معلوم مجکو تیری دانائی ۔ تمیز خوب و زشت اے مہربان کب عشق نے پائی
محبت مین سبھی یکسان ہین جس سے جسکی بن آئی

جو پایا شمع کا پروانہ مائل گل کا بلبل کو ۔ تو سوچ اسباب کو دیگر جگہ دلمین تامل کو
کہا کب حق نی نسبت مین مجہی پر عشق کی مل کو ۔ کرے وہ جزو پر عاشق کہو کس واسطے کل کو
کسیکو گل ہی خوش آیا کسیکو شمع ہی بھائی

بچشم عشق بہتر لعل سے خوناب کا قطرہ ۔ بر از یاقوت ہی خون دل بیتاب کا قطرہ
ہر اک دل واسطے ہر ایک کے سیماب کا قطرہ ۔ گہر سے چشم ماہی مین فزون ہے آب کا قطرہ
سمندر کو فزود آتش گل گلزار سے بھائی

محبت جب دکان عشق مین آتی ہے ہمت سے ۔ گہر کے مول لیتی ہے خزف کو نقد دل دیکر
اگر تو عاشق صادق ہے کیجو یہ سخن باور ۔ محبت ہے وہ مشاطہ کہ جن نے شکل زشت اکثر
بر از یوسف بنا کر چشم مین خوبان کی دکھلائی

دل فرہاد و مجنون لیلی و شیرین پہ شیدا تھا ۔ حسین ان دونون مین تھی کون یہ کسپر ہویدا تھا
دلے یکسان تھا حال انکا اُنھون پر یہ تو پیدا تھا ۔ جمال یار دونونکو دونین جون سویدا تھا
محبت مین نہ خوب و زشت مین کی نکتہ پیرائی

تمیز نیک و بد ان کب تھی الفت کی جہان مین تھی ۔ خرد بیہوش تھی جسدم مقام عشق مین نے تھی
نہ تھی وہ چیز جو تفریق کی دونونکی در پے تھی ۔ سنا ہی ربط محمود و ایاز آخر وہ کیا شے تھی

کہ جن نے گردن آگے عبد کو مولا کی جھکوائی

مخمس

فصل ہے گل کی ہیں جلوے میں یہ بستان گل و صبح
وقت نظارہ ہے گبر و مسلمان گل و صبح
آہ مجکو نظر آوین بچہ عنوان گل و صبح
خون نے خود ہے تو نکالاتے ہین پہچان گل و صبح
دیکھنے کو مجھے مانع ہین طبیبان گل و صبح

باغبان عیش سطر کا ہے گلستان مین رواج
آوے یان جو کوئی وہ کرنیکو تفریح مزاج
مگر اک مرغ ہین نالان سو اثر کے محتاج
کسکی تاثیر دم سر چمن مین ہے کہ آج
غیر خاکستر و اخگر کے نہین وان گل و صبح

ڈر ہے سیر چمن تھی جو کوئی اے ظالم
پیتے ہین خون جگر وہ عوض مے ظالم
ہیئت اپنی تو یہ ہی تجھسی کوئی شے ظالم
جلوہ باغ ترے عہد مین یون ہی ظالم
یک کفن مین ہے گویا گنج شہیدان گل و صبح

حسن دیکھا ہی اک ایسا کہ نہ دیدو نہ شنید
ہی گل و صبح کا جلوہ لب شب تار پدید
گرچہ یہ بات ہی فہمید خلائق سے بعید
دیکھے ہا ہین دو زلف اُسکی رخ سرخ و سفید
جن نے دیکھے نہون یار و شبستان گل و صبح

کچھ بہار آگے خزان سے بھی ہوئی رسو اتر
دیکھتا کوئی نہین سوے چمن بھر کے نظر
موجب اسکا بھی کچھ ہو دیگا اسے باد دگر
جب سے دستار سفید اُسکے تنجی چہرے پر

جلوہ نظر و نمین نہین دیتی ہین خندان گل و صبح

آج شادی ہی اگر دہر مین کل ماتم ہے
خوشی راحت سے عبث رنج سی بیجا غم ہی
پردہ سمجھے ہی جو تحقیق سے کچھ محرم ہے
باغ دنیا مین سدا شادی و غم توام ہی
روئے شبنم پہ چمن ہو وین جو خندان گل و صبح

ہرزہ گردی ہی فقط ہو نہ اگر شیشہ و جام
کرنی گلگشت چمن بی مے و ساقی کس کام
ہو میسر جو یہ سامان تو ہی پھر عیش تمام
پینے سو سی کہا ہو نیکو ناحق بدنام
دیکھنے باغ مین کیون جاے ہی نادان گل و صبح

مین کہون تجھسی جو گوش سی دلکے تو اگر
عیش دنیا نہین موقوف دیوانے اسیر
کہ چمن ہو دین پر از گل تہ دامان سحر
یہ جہان بادہ گلنار بلورین ساغر
اپنے نزدیک تو ہی جلوہ کنان وان گل و صبح

مخمس

یارب یہ کٹی ہی عجب طرح صبح و شام
حسرت ہی مین گذرتی ہی میرے تئین مدام
مطلب مجکو غم سی نہ کچھ خرمی سی کام
گریان بشکل شیشہ و خندان بطرز جام
اس میکدہ کے بیچ عبث آفریدہ ہون

کیون مجھسے بد دماغ عبث آسمان ہے تن
گر سو طرح کی حسرتین اس دل کے بیچ ہین
اظہار میں انکا مجھسے ہو کیا معنے اسکی ہین
تو آپ ہی زبان زد عالم ہی ورنہ مین
اک حرف آرزو و سو بلب نارسیدہ ہون

سنتا نہین ہی درد رعیت کا بادشاہ | قاضی تو حسن دوست بتان کو ہی اسے راہ
اور کوتوال شہر کی رشوت پہ ہی نگاہ | کوئی جو پوچھتا ہو کسی کا ہی کر داد خواہ

جون گل ہزار جا سے گریبان دریدہ ہون

ہو سکتے ہین جفا کی تنک روکہین حریف | مت پوچھ اپنے جور کا میرے تئین حریف
کب ہو سکی ہی ظلم اسکا بجز آستین حریف | تیغ نگاہ چشم کا تیرے نہین حریف

ظالم مین قطرہ قطرہ خون چکیدہ ہون

جتنے ہین اس زمانہ کے محبوب دلربا | اُنسے بھی مین کسی سی نہین صورت آشنا
اب ہون غرض مین طرفہ مصیبت مین مبتلا | کس سے کرون مین عوض دل جا کے ای خدا

دل دادہ زلف رخ دلبر ندیدہ ام

آیا نہ رحم تجکو مرے حال پر کبھو | پوچھا نہ تو نے آکے مرے چشم سے لہو
دیویگا کیا جواب خدا کی تو روبرو | کرتا ہی جا کی گل کی تسلی چمن مین تو

خون جگر سے مین بھی تو دامن کشیدہ ہون

بسمل صفت نہین مجھے آرام ایک پل | ہے مرگ میرے دم سی نہایت ہی متصل
ملتا اگر ہی مجھسے تو ظالم شتاب مل | غافل ہی کیون ترا مری فرقت سے گوش دل

اے بیخبر مین نالۂ حلق بریدہ ہون

پوچھا نہ یون کبھو کہ ترا رنگ کیون ہی زرد | کہتا نہ تو کبھو یہ مجھے بھر کے آہ سرد
تو کون ہی کہ ملتا ہی چہرے سے اپنے گرد | مین کیا کہون کہ کون ہون سوا لقول درد

جو کچھ کہ ہون سو ہون غرض آفت رسیدہ ہون

مخمس

کوئی اگر کسیکو اذیت دیا کرے
فکر اُسکی ہر طرح وہ مکافات کیا کرے
تیرا ستم رسیدہ یہ رو رو دکہا کرے
بدلا تری ستم کا کوئی تجھسے کیا کرے
اپنا ہی تو فریفتہ ہووے خدا کرے

عالم مین دوستی کی ہوا ہو جو کچھ تصور
شمشیر تجھ کمر مین ہی اور ہم تری حضور
جرم وفا پہ کہتے ہو گر سر کو تن سی دور
قاتل ہماری نعش کو تشہیر ہے ضرور
آیندہ تا کوئی نہ کسی سے وفا کرے

عاشق سی دور ہی جو کبھی یہ خدا سے ڈر
کرنیسے خون بیگنہان کے تو درگذر
تجھسیر یہ قتل آنجو مرا نقش کا بجر
اتنا لکھائیو مرے لوح مزار پر
یان تک نہ ذبحیات کو کوئی جفا کرے

کچ بحث سی تو ہو نہین سکتا ہی دو بدو
انصاف کی علیحدہ ہوتی ہی گفتگو
پوچھون مین ایکبات جو جی سیے نہ گذری تو
گر ہو شراب و خلوت و معشوق خوبرو
زاہد بتے تجھے قسم ہے جو تو ہو تو کیا کرے

لگتا نہین ہی صحن چمن لالہ گون مجھے
آیا نظر ٹپکتے نہ گلشن مین خون مجھے
اے باغبان سُنی ہی تری سہر کی سو ن مجھے
بلبل کو خون گل مین ٹیا یا کرون مجھے

نالے کی گر چمن مین تو رخصت دیا کرے

ہر چند کرتے آئے ہین معشوق خودسری
کرتے چلے گئے ہین وہ عشاق سے پری
پر تو نے اپنے عہد مین ہم ساتھ ایسی کی
عالم کے بیچ پھر نہ رہی رسم عاشقی

گر نیم لب کوئی ترے شکوے سے وا کرے

آ دیکھ میری گریۂ بے اختیار کو
لخت جگر نے داغ کیا لالہ زار کو
اتنا اثر ہے اب بھی مری چشم زار کو
تعلیم گریہ دون اگر ابر بہار کو

جز لخت دل صدف مین نہ گوہر بندھا کرے

گلشن مین کیا بہار ہے کہتا ہے باغبان
صد برگ جیسے پھولے ہے ویسے ہی ارغوان
فرصت چمن کی سیر کی لیکن ہمین کہان
فکر معاش و عشق بتان یاد رفتگان

اس زندگی مین اب کوئی کیا کیا کیا کرے

مخمس

نہ کہہ عاشقو نہین مروت کہان ہے
سدا ایک سی انکی الفت کہان ہے
تجھے ویسے لوگو نسے صحبت کہان ہے
ترے پاس عاشق کی عزت کہان ہے

تجھے بے مروت مروت کہان ہے

مجھے آرزو ہے زمانے مین اپنی
کہون تیرے آگے کہانی مین اپنی
سناؤن تجھے جان فشانی مین اپنی
بیان کیا کرون ناتوانی مین اپنی

مجھے بات کہنے کی طاقت کہان ہے

کہے ہی مجھے کھینچکر تیغ ہر دن
نہین رہتے میرا گلا تم کیے بن
سمجھنا نہین اسقدر نیک باطن
مین شکوہ کرون جور ظالم سی لیکن
مجھے آہ و نالہ سے فرصت کہان ہے

گرے شمع کے میری تربت پہ آنسو
کیا طوف آکر پتنگون نے ہر سو
مجھے حشر مین منھ دکھاویگا پھر تو
مری خاک پر لوگ کہتے ہین گل کو
تری دلربائی کی غیرت کہان ہے

کی اُس شوخ نے جب سے سیر گلستان
تھکنی بلبلو نسے نہ فریاد و افغان
بجا ہی یہ سودا نہو کیون وہ نالان
جو اُسکی کمر مین نے دیکھی ہے تابان
رگ گل مین ویسی نزاکت کہان ہے

مخمس

اُس شوخ سی اس دل کے بچانیکو کیا کہیے
ناحق کی اذیت دُکھ پانیکو کیا کہیے
احوال مرا یانتک پہونچانیکو کیا کہیے
یون مفت مین اس جی کے دو انیکو کیا کہیے
کیا کام کیا دل نے دیوانیکو کیا کہیے

اس دسوہ مین کہتا تھا وہ تجھکو لبھاتا ہی
کیون اُس لب شیرین کی باتو پہ تو جاتا ہے
گو زہر ہو میٹھا لیکن کوئی کھاتا ہے
یون دیدہ و دانستہ کوئی جیکو گنواتا ہی

کیا کام کیا دل نے دیوانے کو کیا کہئے

نے زر کہ اُسے دیجے نہ زور کی ہی طاقت | نہ عجز سے کچھ حاصل کام آوے نہ کچھ منت
کسطرح سی کاٹون ہین کٹتی نہین یہ زحمت | کیا ذکر کرون اسکا لاحول ولا قوت

کیا کام کیا دل نے دیوانیکو کیا کہئے

آنکھ اسکی طرف اپنی جب میل نہ کرتی تھی | ٹکڑے وہ نہ مری دلکو دامن کو نہ بھرتی تھی
قینچی کیطرح ہرگز یہ زبان نہ کترتی تھی | جب تک نہ تھین یہ باتین کیا خوب گذرتی تھی

کیا کام کیا دلنے دیوانے کو کیا کہئے

مت پوچھ مری دلکا سر پہ مری ٹلنا | منھ کر کے سیہ گھر سی ہر صبح نکل چلنا
جب رات کی ہوتی ہی پھر شمع نمط گلنا | ہر روز کا وہ مرنا ہر رات کا یہ جلنا

کیا کام کیا دل نے دیوانیکو کیا کہئے

تقدیر کی لکھے کو امکان نہین دھونا | تقصیر نہین دلکی قسمت کا لکھا ہونا
ہر چند یہ مسلم ہی اب جی کو تئین کھونا | لیکن مجھے آتا ہی پھر پھر کے یہی رونا

کیا کام کیا دل نے دیوانیکو کیا کہئے

اس جلنے سے بہتر ہی اب ات پہ دل دھریئے | جل بجھیئے کہین جا کر یا ڈوب کہین مریئے
کسطور کٹین راتین کسطرح سے دن بھریئے | کچھ بن نہین آتی ہی حیران ہون کیا کیجئے

کیا کام کیا دل نے دیوانیکو کیا کہئے

گلشن مین زمانیکی یون عمر کٹی ساری | ہر ایک طرف پھرنا کرتے ہوئے میخواری

آزادگی میری بھی تسپر یہ ہی بھاری　　انصاف کرو یارو مین اور گرفتاری
کیا کام کیا دل نے دیوانیکو کیا کہئے

جو مجھپہ گذرتی ہی مقدور نہین سہنا　　خون جگر آنکھونسی دامان تلک بہنا
جو بات کوئی پوچھی منھ دیکھکی تک رہنا　　دینا نہ جواب اُسکو کہنا تو یہی کہنا
کیا کام کیا دل نے دیوانیکو کیا کہئے

مخمس

کہتا ہی نیک و بد سی بصد شور یون سحاب　　عاصی ہی کہ اب پئے جو کوئی شراب
اسوقت مین کہان ہی تو ای خانمان خراب　　ٹک مُند گئی ہی چشم فلک ہو گئی نخواب
کیا جانیئے کہ پل مین یہ موسم رہے یا نہین
فرصت کو دم کی جان غنیمت ای بیخبر　　کیا جانیئے کہ فصل کہان اور ہم کدھر
ساقی شتاب آتش می لیکے جام بھر　　ٹک دیکھ ہی چمن کی ہوا سرد اسقدر
پوشاک بوی گل کی کم از صد قبا نہین

مخمس

وہ مہر وہ وفا وہ عنایات ہو گئی　　وہ مہربان گئی وہ مدارات ہو گئی
صحبت تو رفتہ رفتہ یہ ہیہات ہو گئی　　جھڑکی تو مدتون سی مساوات ہو گئی

گالی کبھو نہ دی تھی سو اب بات ہو گئی

کہنا یہ آن آن مری گھر سے تو نکل
دشنام دینی شرط تحمل خواہ بے محل
حرمت مین سب طرح سی غرض آ چکا خلل
باقی ہر بار کھانی اب آ گئی سو آج کل
سُن لو گے تم اسے بھی اگر بات ہو گئی

رسوائے خلق خوار جہان اب مین ہو چکا
بے شرم و بے حیا مجھے آفاق نے کہا
ہرگز نہین ہی پند و نصیحت سی فائدہ
اب تو مین چھوڑنیکا نہین اسکو ناصحا
ہونی تھی جو کچھ تھی قبلہ حاجات ہو گئی

رکھنا بچشم خلق مجھے خوار تا کجا
رہنا ہمیشہ در پئے آزار تا کجا
نت اُٹھکے یہ جور و ظلم جفا کار تا کجا
بس اب ستم سے درگذر ای یار تا کجا
آہ ال دل مری کی مکافات ہو گئی

مسجد مین واعظونکی تہین لگ گئی ہین یہ
زاہد نے ٹھونکا تسبیح کو پگڑی اُتار کر
قاضی نے محکمہ مین مچایا ہی شور و شر
گردش سی اُس نگاہ کی لے محتسب خبر
دنیا تمام بزم خرابات ہو گئی

شکوہ جو میرزہ گی کا تیرا ای میان کرون
پیدا بجا سے ہر بن مو صد زبان کرون
زیادہ وضع کے تیرے جاکہ کہان کرون
لمنا ترا ہر ایک سے مین کیا بیان کرون
عالم سے مجکو ترک ملاقات ہو گئی

ملنے کو تو ہر ایک سے جھوٹی قسم نہ کھا
کل ہی جو میرے ساتھ وہ بازار تک گیا

ہر ایک نے سُنا کے مجھے شعر یہ پڑھا
یار و وہ شرم سے جو نہ بولا تو کیا ہوا
نظروں مین سو طرح کی حکایات ہو گئی

فریاد کرکے حسب گردن وادین طلب
اس پر دہ مین طلب وہ کرے تجکو ہے غضب
حاضر ہو دوست بھی تو معلوم ہووے تب
سو اکسو کو وہ تو ستاوے نہ بے سبب
کیا جانئے کہ تجسے بھی کیا بات ہو گئی

مخمس

یان تک نکھا ہے میان محبوب شوخ و شنگ
خوبونکی خاندان کو ڈبو دیوے جسکی ڈھنگ
تہانہ منہ جہان مین کتا نکا ہوئے اتنگ
شب دیکھکر معاملہ تجسے مرا تپنگ
پھرنے سے گرد شمع کے شب تار رہ گئے

فرہاد و قیس کی ہے مجھے عہد کی خبر
کیا کیا تھی عہد رجائے محبت کے بکد گر
مجھ خوش نصیب کا ہی قدم سبز اسقدر
تیری گلی مین کرنے مرحال پر نظر
جانیسے مرغ بھی سوے گلزار رہ گئے

عاشق کے سر پہ جور تو ہوتا ہی بیش و کم
لیکن ادھر تو دیکھ جفا کار پر ستم
ترنی تو عشق ہی کو اٹھا کر دیا عدم
معشوق کو بھی جب سنا کہتے ہیں صنم
بت لوجنے سے بت کے پرستار رہ گئے

اک خلق کو غرور نے تیرے کیا ہلاک
کتنے ہی مجسے کرگئے گریبان کو اپنے چاک

کہتے ہین تجھ گلی مین بآواز دردناک آئینہ سان نہ کیونکہ ملین اپنے مُنہ کو خاک
رو دینے سے ہین یہ طرحدار رہ گئے

جانب مین اپنی کرتے ہین جتنا کہ ہم خیال باتے کسو ہی طرح نہین صوت ملال
ہان اسکی تو نہ کہی کہ ہم بعد ماہ و سال تیرے جو منہ لگے تو کیا عرض اُنکا حال
دیکھا نہ پیش رفت تو مین مار رہ گئے

چاہا جو ایک وقت تمھین دیکھنے کو جی آئے تمھاری بزم مین اپنے لبونکو سی
چُپکے سُنی جو غیر سے تم بات جیت کی رہنے کو گھر مین شب کے جگہ تمنے دی تو دی
رخصت ہو ورنہ جا سر بازار رہ گئے

ملنے کی اپنی شکل تو ہے یہ جو کچھ کہی اس پر بھی خوش نہین ہو اگر خوب یون سہی
سو آرزو تھی دلمین تو یہ بھی نہین رہی پر غم ہے یہ تمھین نہوئی ہم سے آگہی
ہرچند کر کے تم سے ہم اظہار رہ گئے

بے خوش رہ اپنے یارو نسے اب ہم تو رم چلے دے سینہ پر فراق سے داغ الم چلے
رکھ دلپہ دست صبر باندوہ و غم چلے دے سینہ پر فراق سے داغ الم چلے
جا نیکے جو کوئی تھے سزاوار رہ گئے

مخمس

ایک تاریخ جو دیکھی تو پڑھا کیا کیا کچھ کہا کہون ہین کہ مورخ نے لکھا کیا کیا کچھ

وہ تو وہ زیر فلک اب ہو چکا کیا کیا کچھ — ہمسے اب آگے زمانے مین ہوا کیا کیا کچھ
تو بھی ہم ناخلفون نے آکے کیا کیا کیا کچھ

کیا کہون مین کہ تری عشق مین کیا مجھپہ ہوا — جیسے کہتا ہی کوئی ہو ترا صفا صفا
زندگی کو غرض اسباب سے اب کچھ نہ رہا — دل گیا صبر گیا ہوش گیا جی بھی گیا
شغل مین غم کے ترے ہمسے گیا کیا کیا کچھ

ناصحا گرچہ مین چاہا بہت آہے بد گفتار — نہ ہی عشق کی مجھ پاس متاع بازار
شکر صد شکر بدرگاہ خدا بلکہ ہزار — حسرت وصل و غم ہجر و خیال آزار
مر گیا مین پہ مرے جی مین رہا کیا کیا کچھ

عشق بازو نپہ مرا کیونکہ نہو جانا شاق — کوئی جگ مین نہ رہا بیچھے رفیق عشاق
چھوڑا مین قافلہ سالار ہو یہ کہنہ رواق — درد دل زخم جگر کلفت غم داغ فراق
آہ عالم سی مرے ساتھ چلا کیا کیا کچھ

اس ارآدسی دلا سیر نکر نقش جہان — کس سبب آیا نسی بگڑ تا ہی بنی کیون آن
حال مین مست رہ اپنی تو سدا ای نادان — مجکو کیا بنی بگڑنیسے زمانے کے کہ یان
خاک کن کن کی ہوئی صرف بنا کیا کیا کچھ

عشق آیا نہ ترا جگ مین بھی کچھ کام مری — خاص کچھ مجکو کہین نام لین کچھ عام مجے
پھرتی ہین کتنی تقسب صبح سی تا شام مری — نام ہین خستہ و آوارہ و بدنام مرے
ایک عالم نے غرض مجکو کہا کیا کیا کچھ

جو بت ہو ثمر باد دیکھا ہی تجھ مین مین نی — مظہر نور خدا دیکھا ہی تجھ مین مین نے
دیکھا جو کچھ سو بھلا دیکھا ہی تجھ مین مین نی — کیا کہون تجھسے کہ کیا دیکھا ہی تجھ مین مین نے
غمزہ و عشوہ و انداز و ادا کیا کیا کچھ

جیسے ہم آئی تھے اب ایسی ہی نیا سی گئے — لائق اسجا مین کسی چیز کے گو یا نہ رہے
دور افلاک نی یان نشو و نما دی نہ کسے — ایک محروم چلی میر ہمین دنیا سے
ورنہ عالم کو زمانہ نے دیا کیا کیا کچھ

مخمس

مے کشو بخشو ہو کیون مجھ دل افگار کے ساتھ — کچھ مجھی کام نہین بادۂ گلنار کے ساتھ
جو رکھو ذوق ملاقات مین خمار کے ساتھ — جی مین جہلین تھین سے مر سو تو گئین یار کے ساتھ
سر ٹپکتا ہون پڑا اب در و دیوار کے ساتھ

کیا کیا وعدے گئی تھی تمنے کہو ہم سی دوان — کہ شگفتہ ہی چمن جلوہ گر اور آب روان
سو تو ان چیزون مین اک چیز نہ دیکھی تو یہان — یا رد کہتی تھی جسے ہم لالہ و گل ہین سو کہان
سر ٹپکنے تو نہ آیا تھا مین کہسار کے ساتھ

ہمکو تو قید قفس کی نہ تھی کچھ تم سی امید — کہ ہمین دام مین لاکر کرو یون ظلم شدید
فصل گل حیف ہی جاتی ہی چمن سی بن دید — ہائے صیاد یہ انصاف سی تیری تھا بعید
اسقدر ظلم و ستم اپنے گرفتار کے ساتھ

عندلیبوں کی لگے زمزمہ عالم کو بھلے — قمری کو سرو چمن لیتے ہین سایہ کی تلے
اور شبنم کی تئین گل بھی لگاتی ہین گلے — اک ہمین خار تھی آنکھون مین سبھوں کی سو چلے
بلبلو خوش تم ہو تم اب گل و گلزار کے ساتھ

شوخ نی پردے سی جسوقت کہ مکھڑا کھولا — پہلے میزان محبت مین سبھوں کو تولا
آخر عاشق کوئی اس ننگ مین نہی گھولا — جب ملا یار سی تب آپ انا الحق بولا
ورنہ منصور کو کیا کام تھا اس دار کیساتھ

حسن نی آخر کہ یہ عشق نپٹ دام بلا — اسکی پھندے مین جو کوئی دلکی محبت سی پھنسا
یا تو سودائی ہوا یا تو ہوا وہ رسوا — عشق کی درد کا اب بوجھ اٹھالے سودا
کیا ہی نسبت خم علیسی کو ترے یار کی رفتار کیساتھ

مخمس شہید

غرض مین جا میرزا بیدل کے تئین پاشندہ — شعر نامو دن پوچھ اس رات کو پڑھتا تھا جد
کہتی تھی حسن کی تیری حق مین یون بیکت — چون کلانے امشب کہ مغز مسامعان امنجورد
این لعین در بزم طرح شور و غوغا ریختہ

سو کہا نامونت ماہر نہ بیداری سی بعید — پیسونکی خاطر کری جسپر تقاضاے شدید
وہ کہی تجکو کہ اتنا روسیہ ہے یہ پلید — پیش روین کی شب یلدا تو اندر شد سپید
طرح ظلمت از سیاہی تا بدینار ریختہ

لوگ کہتی ہین تجھی کشمیر سے لے تا حبش
جانور ہی ایک جسکو سو نہ پہونچی کو دکش
تس پہ یہ ندرت کہ شکل آدمی زاغ وش
در زرابل قحط افتاد ستا زگہ خور و نش
خاک در پیراہن بیت الخلا ہا ریختہ

راہ کو تج کر چلا جب گھر مین اپنی تو کراہ
یہ سنا یون تجکو تب دینی لگی وہ رشک ماہ
میری زلفونکی طرح سے ہیشہ یا آہ
ہم زبان و ہم دش ہم روا دباسیاہ
طرح ایجاد تو اہی این زشت سیہ ہا ریختہ

جب تیے مسجد مین اذان دیوی بآواز شدید
یار کا جور و کی تیری خواب ہووے نا پدید
لی چھری لیوے دہ ملاکو کرو نچلہ شہید
چون خروس نے محل بانگ گو ہی ا و برید
خون خود این خشک نے از شور بیجا ریختہ

مخمس شہر آشوب

کہا مین آج یہ سودا کہ کیون تو ڈانوان ڈول
پھر ہی ہر جا کہین نوکر ہو ںسکی گھوڑا مول
لگا وہ کہنی یہ اسکی جواب مین دو بول
جو مین کہونگا تو سمجھےگا تو کہی یہ ٹھٹھول
بتا کہ نوکری بکتی ہے ڈھیر یون یا تول

سپاہی رکھتی تھے نوکر امیر دولتمند
سو آمد انکی تو جاگیر سے ہوئی ہی بند
کیا ہی ملک کو مدت سے سرکشون نی پسند
جو ایک شخص ہی بائیس صوبے کا خاوند
رہی نہ اسکے تصرف مین فوجداری کول

قوی ہین ملک مین مفسد امیر ہین ضعیف — گئی کہان جو ہین دیکھی ہون انھونسی حریف
نہ کچھ ربیع مین حاصل نہ درمیان خریف — جو عامل اب ہین محالات پر سو یون ہین ضعیف
کہ جسطرح کسی حاکم کے گھر گنوار ہوا دل

بس انکا ملک مین کار نسق جو یون ہو تباہ — کہ کوہ زر ہو زراعت مین تو نہ دین پرکاہ
جگہ نہ کوئی نوکر رکھین یہ جسپہ سپاہ — کہانسی آ دین پیادے کرین جو پیش نگاہ
کدھر سوار جو پیچھے چلین وہ باندھ کے غول

رہی فقط عربی باجے پر انھونکی شان — جو جا ہین اسکو نہ بجوا دین یہ تو کیا امکان
پر انکا فکر ہو تخفیف خرچ پہ ہر آن — رہیگا حال اگر یہ ملک کا یہی تو ندان
گلے مین طاشا کہارونکے پالکی مین ڈہول

انہین ہر اپنی امارت سے اب یہی منظور — کہ ہون دو مورچھل اور ایک کاہی سمور
نہ رسم صلح کی سمجھین نہ جنگ کا دستور — جو انمین قاعدہ دان تھے ہوے وہ انسے دور
تلاش انکی طبیعت کا سب طرح سے ٹہٹول

امیر اب جو ہین شانا انھونکی ہے یہ چال — ہوئے ہین خانہ نشین دیکھکر زمانیکا حال
بچھی ہے سوزنی خوجا کھڑا لئے ہے رومال — حضور بیٹھے ہین اک دو ندیم اہل کمال
دھری ہے سامنے ایک پیکدان و اک تنبول

جو کوئی ملنے کو انکے انھونکے گھر آیا — ملی یہ اس سے گر انکا دماغ خوش پایا
جو ذکر سلطنت اسمین وہ درمیان لایا — انھون نے پھیر کے ادھر سے منھ یہ فرمایا

خدا کے واسطے بھائی کچھ اور باتین بول

جو مصلحت کی لیے جمع ہون صغیر و کبیر
تو ملک و مال کا فکر اسطرح کرین ہین مشیر
وطن ہو بحر کی سوجھی ہے بخشی کو تدبیر
کھڑا ہو بنگلی دیوان خاص بیچ وزیر
کہ شامیانہ کے بانسو نپہ نقرئی ہین خول

خجل ہو یہ نہ سمائے زمین بہت بھائی
گئے وہ مشورے مین کھیلین خون سو ماٹی
تمام عمر ہے تدبیر ملک مین کاٹی
نداں گر اٹھے ملکر گھر اینٹ کا ماٹی
پھر انکے زعم مین ہر اک برائے خود بہلول

پڑی جو کام انھین تو لگی کھائی سے
رکھین وہ فوج جو موٹی بھرکے لڑائی سے
پیادے ہین سو ڈرین ہین منڈاتے نائی سے
سوار گرتے ہین سوتے مین چارپائی سے
کرے جو خواب مین گھوڑا کسیکے نیچے اول

نہ صرف خاص مین آمد نہ خالصہ جاری
سپاہی تا متصدی سبھون کو بیکاری
اب آگے دفتر تن کی مین کیا کہون خواری
سوال دستخطی کو پھاڑ کرکے پنساری
کسیکو آنولے باندھکے کسو کو کتول

یہ جتنے نقدی و جاگیر کی تھے منصبدار
تلاش کرکے ٹہلتھی انھون نے ہو ناچار
نداں قرض مین بنئے کو دی سپر تلوار
گھرون سے اب جو نکلتے ہین لیکے وہ ہتھیار
بغل کے بیچ تو سوٹا ہے ہاتھ مین کچکول.

کرون معاش کا حضرت کی کچھ مین بیان
کہ توشہ خانہ ہے انکا پراچی کی دکان
نکل تنور کی منہ سی کہے ہے گاو زبان
لگی ہون تب مین کہ جب کا تبھی خلد مکان

بکے ہی تیسری فاقہ مین کوڑیون کے مول

کہی جو موہی سی جا کر دو اب کے حالات　　جو ابدی ہر کہ ہر اونٹ تو فرشتی کی ذات

ہوا پہ جیتی ہی بیلونکی اور بس یہ برات　　جو چہرین یا ہین انھون نی پیا ہی آبحیات

تمہارے کھانیکو دانا کہو تو دیجیے تول

جو اصطبل مین کئی گھوڑی ہین سو کیا امکان　　کہ ہووے گھاس کے پٹھے کا اونکی آگی نشان

کسو کی ٹوٹی ہی ٹانگڑی کسو کا جھڑ گیا کان　　طویلہ اسکو کہون یا مین بیچ پیر کا تھان

اسی خیال مین رہتی ہی عقل ڈانوان ڈول

اور اب جو زعم مین آقا کے فیلخانہ رہے　　جو ہتھنی اندھی ہی اسین تو ہاتھی کانا ہی

نہ ٹھور چار ہکار اتب کا نے ٹھکانا ہی　　ہر ایک بھوک سی سوے عدم روانا ہی

اب اسکو خواہ وہ پائل سمجھ لین خواہ نجھول

کہ ہی ہی بھوک سی نسا گر دیشہ اب یہ معاش　　کہین پلاؤ تو باورچی وان پکاوین آش

کرین قنات تو نمین دربان بیٹھی پردہ فاش　　تلی سی کھینچ لے مسند کو آنکہ فراش

اگر کہین کہ نشا اٹھکے چاندنی کا جھول

یہ خادمان محل کی ہی اندنون صورت　　نہ خوان دھونیکا کشمیرنی مین باقی ست

نہ اٹھکی ہلنی کی ہر گز نہ رو دینے مین طاقت　　بنی ہی بھوک کہی درباریونکی منھ کی گت

کہ بوری بیٹھ کے جسطرح بیٹھ جائے گیول

مچا رکھی ہی سلاطینون نے یہ تو دھاڑ　　کوئی تو گھر سی نکل آئی ہین گریبان پھاڑ

کوئی در اپنے پہ دیکے مارتا ہے کواڑ   کوئی کہے جو ہم ایسے ہی چھاتی کے ہین پہاڑ
تو چاہیے کہ ہمین سکو زہر دیجے گھول

غرض مآل ہے اس گفتگو سے یہ میرا   کہ بیزری نے جب ایسا گھر آنکر گھیرا
تو کوئی قصد کرے نوکری کا بہتیرا   نہین یہ فائدہ کچھ تا وہ چھوڑ کر ڈیرا
کرے نہ عزم سوئے اصفہان و استنبول

جو نوکری ہے کہین پر جرنیلی خام   سو جائداد کا اسکی ہے پرگنہ سرسام
وبا کا جبسے ہے دار الخلافہ مین ہنگام   گھوڑونکی ضبطی کا رسم اسقدر ہوا ہے عام
ادھر کسیکا دکھا سر اودھر سے دوڑی قول

سو کیا وہ نوکری کٹتی ہے جسمین یہ ہو تا بات   ملے ہے پیٹ کو روٹی سو ردر و آدھی رات
جو چاہین تن ڈھکے اسمین سو کب یہ بات   اور اسپہ یہ کہ وہ تب ٹھہرے روز موجودات
جو پانچون باندھے ہے ہتھیار اور چھٹی پستول

وہ نوکر اب جسے آقا ہے آن پہچانے   جو پوچھئے اس سے کہ تم کچھ روپے لگے پانے
کہے ہے آہ وہ بھر کر سوائے آٹھ آنے   روپے کی شکل نہین دیکھی ہے خدا جانے
کہ اس زمانہ مین چپٹا بنے ہے وہ یا گول

غرضکہ جب تئین ملتا ہو پاؤ بھر بھی چنے   کرے وہ نوکری جسکو کہ ہووے خبط و جنون
نہ سمجھو کہ نہین جب سپہ گری کا فنون   یہ ذی نو سیکھ تو یون باندھنے لگے مضمون
زمانہ دیکھ کے ہتھیار ہمنے ڈالے کھول

سخن جو شہر کی ویرانی سی کرون آغاز | تو اسکو سنکی کرین ہوش جغد کی پرواز
نہین وہ گھر نہو جسمین شغال کی آواز | کوئی جو شام کو مسجد مین جائے بہر نماز

تو وان چراغ نہین ہی بجز چراغ غول

کسیکے یان نرہا آسیا سی تابہ اجاغ | ہزار گھر مین کہین ایک گھر جلی ہی چراغ
سو کیا چراغ وہ گھر ہی گھرونکو غم سی داغ | اور اُن مکانونمین ہر سمت بنگتی ہین الاغ

جہان بہار مین سنتے تھے بیٹھکر ہنڈول

خراب ہین وہ عمارت کیا کہون تجھ پاس | کہ جسکو دیکھی سی جاتی رہی تھی بھوکھ اور پیاس
اور اب جو دیکھو تو دل ہووے زندگی سی اُداس | بجاے گل چمنون مین کمر کمر ہے گھاس

کہین ستون پڑا ہے کہین پڑے مرغول

یہ باغ کھا گئی کسکی نظر نہین معلوم | نجانے کن نے رکھا یان قدم وہ کون تھا شوم
جہان تھی سرو صنوبر وہان اوگے ہے زقوم | مچی ہی زاغ و زغن سی اب اُس چمن مین دہوم

گلونکی ساتھ جہان بلبلین کرین تھین کلول

رکھین تھی سر پہ پنگھٹ کی گرد کی دیہات | کہ لب جہانکی تھی نہاریونکو آب حیات
اور اُن درختونکی چھائین مین گھر سی تھی بات | نہ وہ درخت ہین اُنہان نہ آدمی کی ذات

کونین مین مردے پڑے ہین نہ ریسمان ہی نہ ڈول

جہان آباد تو کب اس ستم کے قابل تھا | مگر کبھو کسی عاشق کا یہ نگر دل تھا
کہ یون مٹا دیا گویا کہ نقش باطل تھا | عجب طرح کا یہ بحر جہان مین ساحل تھا

کہ جسکی خاک سے لیتی تھی خلق موتی رول

دیا بھی ان نہیں روشن تھی جس جگہ فانوس
پڑے ہیں کھنڈروں میں آئینہ خانہ کی مانوس
کروڑ دل بلند امید ہو گئے مایوس
گھروں سے یوں نجبا کی نکل گئی ناموس
ملی نہ ڈولی انھیں جو تھی صاحب چوڈول

نجیب زادیوں کا اندنوں یہ ہے معمول
وہ برقع سر پہ ہے جسکا قدم تلک ہے طول
ہر ایک گود میں لڑکا گلاب کا سا پھول
اور اُنکی حسن طلب کا ہر ایک سے یہ اصول
کہ خاک پاک کی تسبیح ہے جو لیجے مول

اگر محب ہو امستمع تو سُن یہ نام
دیا کچھ اُسنے بقدر کر گئے نذر امام
پڑا جو شامت طالع سے خارجی سے کام
دروغ راست کا لایا وہ درمیان کلام
یہ آگئے ادھر چلیں کہکے زیر لب لاحول

غرض میں کیا کہوں یارو کہ دیکھ کر یہ قہر
کرور مرتبہ خاطر میں گذرے ہے یہ لہر
جو ٹک بھی امن وال اپنے کو دیوے گردش دہر
تو بیٹھکر کہیں یہ رووے کہ مردم شہر
گھروں سے پانی کو باہر کریں جھکول جھکول

بس اب خموش ہو سودا کہ آگے تاب نہیں
وہ دل نہیں کہ اب اس غم سے جو کباب نہیں
کسیکی چشم نہوگی کہ وہ پر آب نہیں
سوا اسکے تمہی بات کا جواب نہیں
کہ یہ زمانہ ہے اک طرح کا زیادہ نہ بول

مخمس

کرے جو ظلم و ستم کرنے دو ہوا سو ہوا
جفا و ظلم ستی مت ڈرو ہوا سو ہوا
یہ میر غم کی نہ شہرت کرو ہوا سو ہوا
جو گذری مجھپہ مت اُس سے کہو ہوا سو ہوا
بلا کشان محبت پہ جو ہوا سو ہوا

اگرچہ روز ازل سے تھی مری یہ تقدیر
کہ دام عشق مین اپنے کرے مجھے تو اسیر
کرے جو ذبح تو مجکو پچھاڑ جون نخچیر
مبادا ہو کوئی ظالم ترا گریبان گیر
مرے لہو کو تو دامن سے دھو ہوا سو ہوا

وہ کون ان تھا کہ ہم بھی کبھی تھے یار ترے
کسی طرح سے ترا دل بھی اس جفا سے پھرے
اگر کبھو تو یہ آکر ترے قدم پہ گرے
خدا کے واسطے کر درگذر گنہ سے مرے
نہو گا پھر کبھو اے تندخو ہوا سو ہوا

مسدس

صبحدم کو جو چمن مین ہوا آکا گذار
کہا اک بلبل نالان سے کہ اے عاشق زار
دیکھا گل کا تنک آٹھ پہر کاوش خار
کہہ تو کیا لطف میسر ہو جو یون فصل بہار
دولت آنست کہ بے خون دل آید بکنار
ورنہ با سعی و عمل باغ جنان این ہمہ نیست

رات آیا وہ صنم سنکے مجھے زار و نزار ‌ ‌ ‌ ‌ شور طلخال مین پہچان کی بولا اکبار
کون ہی کہنی لگا دولت گیتی اے یار ‌ ‌ ‌ ‌ مین کہا خیر نہ اس بات کو مانو زنہار

دولت آنست کہ بی خون دل آید بکنار
ورنہ با سعی عمل باغ جنان این ہمہ نیست

سلام

کہتے ہین پھول پھولی ہی ہر گل زمین ‌ ‌ ‌ ‌ تمکو وہان کی باد صبا کا سلام ہی
روح الامین کہی ہی تجہے دیکھ خشک لب ‌ ‌ ‌ ‌ یا شاہ تمکو صبر و حیا کا سلام ہے

مرثیہ

یارو تم تو یہ سنو چرخ کہن کا ‌ ‌ ‌ ‌ ٹھانا ہے عجب طرح جسی بیاہ ابن حسن کا
سنجوگ تہ کچھ باندھا ہی دولہا کی دولہن کا ‌ ‌ ‌ ‌ جوتا کفن کا ہی سو ڈورا ہی لگن کا
رنگ کھیلنی کا شادی کی دیکھا عجب طور ‌ ‌ ‌ ‌ جز خون کی چھینٹو نکی تھا کپڑو نپہ کچھ اور
معلوم ہوا تب جو براتی ہین کیے غور ‌ ‌ ‌ ‌ رنگ کھیلنی کی جا نہین میدان تھا رن کا
دولہن کو شب عقد جو ہین ملکی سنوارا ‌ ‌ ‌ ‌ بولا یہ رنڈاپا کہ خدا سے نہین چارا
جسکے لیے سب کچھ تھا گیا رن مین وہ مارا ‌ ‌ ‌ ‌ کیا فائدہ اب جو سکہی سنگار اور رہن کا
نتھ کو اُتارا اس کی کر دمیر سے جو ائی ‌ ‌ ‌ ‌ اور خاک کہو اسکو سر اپنی مین ڈالے

لوتھ آتی ہی اُسکی ہین کہان سُننے والے | اب قوت نہین اور کسی حرف و سخن کا

مرثیہ

روایت ہے کہ جب اُن کافرون نے روک کر پانی | کیا تنگ اُس جگہ عرصہ زہرازادہ مسلمانی

حرم پر تشنگی کی دیکھکر عباس طغیانی | مسلح ہو کر پانی کے لیے مشکیزہ منگوایا

طلب کی رخصت آ بھائی سے کر سید انکی تیاری | کیا عرض اب جیسی چاہو اسی سے شہ علمداری

یہ آئی ہی دمین لہر سُن عورات کی زاری | دیا ہر یا تو مین دریا پہ جایا مشک بھر لایا

سُنا عباس نے جب اسکو شاہ دین دنیانی | کرورون در کرورون اشک آنکھون سے لگے آنے

کہا جان برادر اپنے جیتے جی نہ دون جانے | کہینگی خلق سر بھائی کا آگے دیکے کٹوایا

غرض رخصت یہ یکدیگر مین ایک الحاح و زاری تھی | کبھو جون ابر باہم منہ پہ منہ رکھ اشکباری تھی

کبھی مانند برق آپسمین انکو بیقراری تھی | غرض اسطرح سالار دین نے انکو فرمایا

جگہ سے اپنی کوئی خوف کی مارے نہ ہلتا تھا | چلے تھا نیزہ اُس جا نہ جہانسے تیر چلتا تھا

کوئی دیکھ انکی حربہ کو وہ اپنے ونسے ہلتا تھا | لب دریا تلک اپنے مین ہر طرح پہونچایا

جو نہین پہونچا اپنے جلو مین پانی بشق و کم بھر کر | بیاد تشنگان وہ رکھا پھر سرد دم بھر کر

چلا پیاسا ہی وہ اپنے مشک کو سوے علم بھر کر | عنان کو پھیر کر مرکب کی دریا سے نکل آیا

پکاری بانگ تب لشکر پہ ابن سعد ملعون نے | کہ یہ تنہا چلا کر خانہ زین سیکڑون سونے

جو پہونچا مشک اب لیکر تو مارے جاوگے دونے | اسے بھٹنے دیا تمنے تو سبکو قتل کروایا

یہ سنکر فوج شام اُسپر گھٹا سی چھا گئی آکر | پر اُن نے بھی علم کر تیغ اُسکے سامنے جاکر
کیا جون رعد یہ نعرہ طرح بجلی کی بل کھاکر | کہ ہتونکا جگر چھٹکر لہو آنکھونسے تر آیا
کہا اتمام حجت کی لیے عباس نے اُسدم | سنو میرا سخن اے بدترین خلقت آدم
جو اس پیاسونکو تم دوگی تو کیا دریا سے ہوگا کم | دو اب اُنکو کہ جس پانی سے تمنے سیر کروایا
کیا ہے بند فرزندونپہ آب از جفا رسو تمنے | جگہ رکھی نہ پیغمبر کو دکھلانیکو رو تمنے
سخن میرا یقین ہے جان لو اس مشک کو تمنے | جو خالی آب سے کی گور کو آتش سے بھروایا
نمانا جب تو بیٹھا فوج مین وہ اشجع عالم | لگی تب صف بصف لشکر کی ہونے درہم و برہم
جدھر کو رخ کیا کشتونکے پشتے وان لگے ہوا اُسدم | اُدھر خون کی لہر نالے جدھر اُسکا پھریرا آیا
کہون کیا جسطرح چھایا تھا ابر آہن کا اسجا پہ | سنان پر تیغ پر تیر تھی ٹپری اور تیغ پر خنجر
نجانے آہ واویلا کہ آہن گن نے وان آکر | ہوئے تیغ کی اُسکے کہ دست حبیب لگکر آیا
جو آنمردی دکھائی وہین مشک سے ستارا یون لی | کہ لہو بند ہین پانی کی زمین ویرانہ گر کر دی
فلک ناخوش ہوا آتنا شجاعت دیکھ کر اسکی | کہ دو راست بھی اُسکا وہین شانے سے گروایا
جو تھا نبھی مشک وا اُسپر تو نسی تو کی بوچھار تیرونکی | لگی چارو طرف سے ہو مارا مار تیرونکی
ستم کیشون نے کی پیکان اپنی بار تیرونکی | کہ اسکو مشک سے اک پل مین کر غربال دکھلایا

مرثیہ

کہا اساڑھ نے یون جیٹھ کے مہینے سے | طپش یہ پوچھ نبی کے سرور سینے سے

کیا ہی بادیہ پیما فلک نے کینے سے
جسے نکال کر اس دھوپ مین مدینے سے

مثال آگ کے تپتا ہی کوہ اور ہاموں
زیادہ آنچ سی ہی گرم اندنون کی توں

سوار گھوڑے پہ باچند کس دل محزون
چلا وہ جاتا ہی منہ پوچھتا پسینے سے

وہ رو رو وان گیا آخر جہان رہا محروم
تن اُس غریب کا چالیس دن دفینے سے

ادائے شکر کیا جب وہ کربلا پہونچا
کہ امر حق کا وہ یثرب کو پیشوا پہونچا

ندان گذرے جب کس بادیہ نشین دو چار
لگا ہر ایک یون کہنے عابدین بیمار

طبیب سے مری پوچھو کہ ہی یہ کیا آزار
کہ اس ہوا مین کیا منع پانی پینے سے

لکھا ہی آگے یہ راوی کہ شاہ دین نے پیام
دیا بجانب سرگروہ ہائے لشکر شام

غرض تو مجھسے ہی تمکو نہین کسو سے کام
رکھو نہ تشنہ لب اورونکو میرے کینے سے

قصاص میری عداوت کا اور کچھ کیجے
عوض اس آب کے کل تم مرا لہو پیجے

بجا رہ دل جو مین میدان مین دور کر لیجے
آل کار تمھین کیا ہی پانی پینے سے

مخالفون نے دیا سنکے عابدین کو جواب
سبب عطش کا جو کیسا ہی تمپہ ہو تب و تاب

اور اپنے قبضے مین ہووے اگر جہان کا آب
رکھین گے باز تجھے ایک قطرہ پینے سے

مرثیہ

کہا دل کو مین راضی ہی کیون تو چشم پرنم سے
محبت تجھکو شادی سے نہین الفت ہی ماتم سے

یہ دل بولا کہ جا شادی نہ تک اے بیخبر غم سے
اوسی پامال کروایا فلک نے پوچھ عالم سے

حوالہ دست اور سینے کو تھا نوبت بجانیکا　　صدا تھی آہ و نالہ تھا بجنا شہنانے کا
فغان کرنا مانا تھی اسرافیل کے دم سے

گل آرائش کی بخیہ پر ہوئے جامے شہیدونکے　　دل پر خون تھے شیشے رنگ کے اُن برگزیدونکے
بجا مٹکیان نیزون پہ سر تھے خون چکیدونکے　　آہ کیا کہون احوال اُن آفت رسیدونکے
جو ٹپکے خون ہو دل سامعونکی چشم پرنم سے

کہون کیا نقل مہندی کی جو مہندی لوگ لائے تھے　　سیاہ شام کی شمشیر خنجر تیر بھالے تھے
طبق مہندی کی اس صورت مین سنانین لاتے تھے　　زمین پر بچھ ہر اک جگہ لوہو کی تھالے تھے
زبس ٹپکے تھا خون ہر ایک جا تن ہائے بیدم سے

لگا نوشہ کی قسمت سے کب اُس مہندی کا ملنا تھا　　قبیلا دیکھ دیکھ اسکو کھڑا سب ہاتھ ملتا تھا
نظر کر رنگ مہندی کا جگر دولہن کا جلتا تھا　　ز سر تا پا تن اُسکا آتش غم سے پگھلتا تھا
مقابل تھی دلہن اس رات شمع بزم ماتم سے

سلوری مین جو نوشہ کی اصول شادیانے تھے　　فلک کو سینہ و زانو پہ غم مین نت بجاتے تھی
صدا ہر نوحہ کر کی دان بدھاوا و شہنانے تھے　　یہ نوبت اور نوبت نو نکو شور و غل مچاتی تھے
کہ لرزے تھی زمین ہر آن سینونکی دھما دھم سے

دلونکی آہ آتشبار چھٹنا تھا انارونکا　　جو قطرہ اشک کا تھا گل تھا شورہ ستارونکا
ہوئے نالہ تھا ہر یک اُن غریبے مارونکا　　بیان کس منہ سے کیجے اور حال اُن بیقرارونکا
جو رم اُنکے تھے زیادہ تر بھو جلنے کے تھے وہ دم سے

سواری چلنے کا اسلوب نحو غوغا حشر کا سا تھا | ترن میں جھومتا نیزہ پہ سر دولہا کا جاتا تھا
غبار اور گرد اس رہ کا نچھاور شہ کے سر کا تھا | تھا کچھ بیاہ وہ آفاق میں اک فتنہ برپا تھا
کہ جسکی شادی بدتر تھی الم سے غم سے ماتم سے

کہوں میں کس زباں سے حال اس شادی کی مجلس کا | مشابہ بہ بغیر از مسلخ قصاب ہو کس کا
پڑا تھا ٹکڑے ٹکڑے ہی وہاں پہ تن ہر اک بیکس کا | زمیں پر ہر طرف جاری تھا خون حلق جس تس کا
یہ مجلس اور وہ مسلخ تھی آپس بیچ ہم غم سے

جو شربت بزم میں پوچھو تو آب تیغ قاتل تھا | غنا آوازہ تھی بندبو جھکی رقاص بسمل تھا
گلے میں ہار سبکے زخم شمشیر حمائل تھا | پرا زخون جو دہن تھا پان کھانیکی مقابل تھا
یہ بزم و حشر کچھ باہم نظر آتے تھے توام سے

یہ بندھنوار شادیکی بندھی دولہا دلہن کے گھر | قبیلہ کٹ گیا زنجیر میں دونوںکا سرتاسر
منڈھا یہ تھا کہ غم چھایا گیا آفاق کی دل پر | چڑھایا نیل دولہا کو لہو سرتا قدم مل کر
بندھا طرہ جو اسکے سر سو وہ نیزے کی پرچم سے

بوقت آرسی مصحف زمانیکی لئے ان بن ہے | کہ دولہا رونمائی جان دیگا اور بیوہ دلھن ہے
سر نوشتہ تو نیزے پہ ہو خاک و خون میں تن ہے | پگھل جاوے یہ سنکر حال جو دل مثل آہن ہے
جفا و جور جیسا انپہ گذرا چرخ اظلم سے

ستم کی تیغ سے سب اقربا دولہا کا جب کوٹا | پھر اسکے بعد لشکر شام نے دولھن کا گھر لوٹا
جفا کیشوں نے آرایش نمط اسطرح سے لوٹا | کہ تن کے کپڑے کو کوئی نہ دست ظلم سے چھوٹا

گزری گاڑھا تلک چھوڑا نہ لے تنزیب و شبنم سے

مرثیہ

نئی یہ شادی بیاہ کی کسکی تو نے فلک اُٹھائی ہے
کس موکھیارے کا ہے جایا کس دھیا کی جائی ہے
سر چھاتی نقارے ہین فریاد و فغان شہنائی ہے
سوز جگر ہے آتشبازی ہر ایک آہ ہوائی ہے
آرائش کے تختون اوپر بیاہون ہین ہو شمع و چراغ
اُسکے بدلے یان ہر ایک کی چھاتی پہ لاکھون داغ
عجب طرح کا وقت سواری نوشہ آگے پھولا باغ
روشنی کے جھاڑ و نکے بدلے گھر کو آگ لگائی ہے
نوشہ کے ہمراہ براتی وہ جو پیچھے آ گئے ہین
اپنے اپنے لہو سے اُنکے سب کپڑے سو رنگ گئے ہین
کہہ بیٹھین ہین سر اپنا کہہ خاک اُڑانے لا گئے ہین
لوگ کہین یہ دولہا ہے یا لوتھ کسیکی آئی ہے
جلوے کی رات اور دونکے گھر مین ہنس ہنس دولہن سنوارین ہین
ناک سے نتھ ماتھے سے مینا رو رو کے اُتارین ہین

دولھا کے مکھ اوپر دیکھو سبھی لہو کی دھاریں ہیں
جون کفنی کر چاک گریبان خلعت بر میں پنھائی ہے

اتبک دیکھا ہے کسی نے بیاہ کی شادی کا معمول
یان جو چل ہیں سو ہیں بدھر کے پھول جو ہیں دولھا کی پھول
صندل کی جا ہر سمدھن نے اپنے ملی ہے دھول
ہاروں کے بدلے اب ہر اک زنجیر پہن کر آئی ہے

تڑپ تڑپ کر پڑا ہے جیسا سر کٹے رس دولہ کا تن
لہو کی چھینٹوں نسے وہ جاگہ ہوئی ہے گویا رشک چمن
سمجھو ہے یہ کون ہے دولھا یعنی قاسم ابن حسن
جاؤ سے جسنے نیزونکی یہ پھولونکی سیج بچھائی ہے

مایوں بولی دولہ کی اب لوہو کے انسون بہتے ہیں
بنا ہنی آپسمیں کیسی یہ دوریکے دکھ سہتے ہیں
بانجھ پڑی جنگل کے ننکھیر دیکھ آ گھر رہتے ہیں
پھر تم نے منہ کیا نہ ایدھر جب سے پیٹھ دکھائی ہے

میں دکھیا جاکس سی پوچھوں کون بتا دے ہائے پسر
پید ونسے میں نہیں ہوں واقف ڈھونڈھنی جاؤں تمکو کدھر

نکلون یان سے مین کسکو لیکر ساتھ اپنے رہبر
لوگ کہینگے مان قاسم کی گھر سے باہر آئی ہے

غرضکہ جبدم مان قاسم کی رو رو کرتی تھی یہ بین
خلقت چارون عنصر کی سیماب کی صورت تھی بیچین

لہو نہ جنسے برسا ہووے ایسے تھے وہ کس کے نین
ان باتون نے دنیا غم کے دریا بیچ ڈبائی ہے

مرثیہ

داد بیداد از دست فلک دون پرور
صورت کار جہان دیکھی سو نیزے پر

جو پلا برمین محمد کے سوا اسکا تن پاک
اسکے دور اہل حرم کرکے گریبان کو چاک

اسکی عترت کیے کہون کیونکہ مین کٹتی کا حال
پاک کرنیکے لیے اشک نہ چھوڑا رومال

نہ کوئی مونس اٹھو نکے نہ کوئی ہے غمخوار
رو بدینجہ کیطرف لاکے دین مین صد بار

سر اُنھون کی جو کہاتے ہین دو جگ کے سرو
تن کی زخمونکی طرح خندہ زنان روتے ہین

آج بی سر سے ٹیا دشت مین آلودہ بخاک
موے سر اپنے پراگندہ کنان روتے ہین

نہی دست مین انگشتر و پا مین خلخال
مثل شبنم وہ مصیبت زدگان روتی ہین

کہ کرین درد دل اپنے کو کسی سے اظہار
اسطرح سی غم دل کرکے بیان روتے ہین

بدن پہ زخم ستم رن مین جب اُٹھائے حسین
گری بروے زمین پشت زین سے ہای حسین

اُٹھا کے سر یہ کہا تب کہ ای خدای حسین
جو کچھ کہ تیری رضا ہو سو ہی رضای حسین

چنانچہ یون ہی روایت ہے کہ بعد قتل امام
دیا یہ نعش کو روح الامین نے آ کے پیام

کہا ہی حق نے بسوگند تجکو بعد سلام
جو کچھ حسین کہی دون مین خونبہائے حسین

دیا جواب یہ اُس نعش نے معاذ اللہ
وہ مین ہون خاک سے جسکے جو سر بچائے گیاہ

اُو گئے اور اُسکی تئیں کاٹ مین پھر آ کی یہ گمراہ
تو کبریائی سے مر اسکے نہ منہ پھرائے حسین

جفائے چرخ مجھی پر نہین ہے تنہا کچھ
یہ ہمبران سلف پر ہوا ہے کیا نکیا کچھ

عوض مین اُسکی کسی نے کبھو نہ مانگا کچھ
اس امر مین نہین طاقت زبان ہلائے حسین

ہوا ہے آرہ سی دو ٹکڑے زکریا کا تن
دیا ہی کھینچ کی عیسی کو دار رنج و محن

تمھین یہ کہتی کٹاتا اگر نہ مین گردن
کہ سب ہین تابع مرضی حق ذرائے حسین

دیا مین اسلیے سر زیر خنجر بران
کہ روز حشر کہین مجکو یون نہ محشریان

تو ابعین یہ رضائے خدا جہانین ہان
کھڑا ہی آج سو حبیب سر نوائے حسین

پر اس عطا سے بھی منھ پھیرنا ہی سو ادب
تو ہو یہ امر کہ امت کو بخشوائے حسین

یہ سُن امام سے روح الامین بہر دم سرد
چلا یہ عرش کو کہتا ہوا بہ درد نبرد

حسین جان گرامی فدائے امت کرد
ر داست مہتا گر جان کند فدائے حسین

بحق شاہ شہیدان ذبیح تیغ ستم
الٰہی غم نہ ہو سودا کو جھٹ حسین کے غم

مرثیہ

میں تم سے کیا کہوں یارو یہ کیا سحر ہے آج
کہ زیر چرخ جسے دیکھو چشم تر ہے آج

ہر ایک سمت جہانمیں یہی خبر ہے آج
سوم نبی کی جگر کا نگر نگر ہے آج

جو پھول باغ میں ہیں آج ہیں سو اُسکی بھول
ہے نرگس آج پیالی کا ارگجی کے پھول

صلواۃ بھیجے ہے بوٹی بھی اُسپہ ہو کے ملول
چمن میں جو کوئی بلبل ہے نوحہ گر ہے آج

لکھے ہے راوی جانسوز اب باین آئین
سوم کے روز شہ دین کی ابن سعد لعین

کہا بلا کی یہ سر گروہ ہے شام کے تئیں
اُٹھاؤ خیمہ کہ یاں سے مرا سفر ہے آج

نداں جتنے وہ مظلوم تھے کر انکو اسیر
جدا جدا کیا ہر ایک کے تئیں زنجیر

سوار کر انھیں اونٹو نپہ بولے وہ بے پیر
چلو شتاب ہمیں عزم مشتر ہے آج

جو گذری اُنپہ صعوبات رو کہوں سو کیا
کہ تھا سر اُنکی یہ تا بازگشت حشر بپا

تمام روز و شب ایسی ہی گذری تھی ایذا
بیان جسکا سبھوں کی زبان ہی ہے آج

مرثیہ

خامہ ام حرف حکایت می کند
غم بدلہا کار آفت می کند

عالمے را ابر غارت می کند
گریہ بے حد و نہایت می کند

برق چشمک زن اشارت می کند

بشنو از نے چون حکایت می کند

شاہ دین نے جب مدینہ چھوڑ کر
کربلا کے عزم پر باندھی کمر
تب کہا ہر دوست سے باچشم تر
حق نے یون چاہا نہ تھا قصد سفر
سب سے یہ بندہ چلا شاکر مگر
از جدائیہا شکایت می کند

میرے جینے کی خبر جب تک سُنو
در گذر خط لکھنے سے مت کیجیو
بھول جانا تم نہ دور افتادون کو
پر اُٹھا کر جب قلم لکھنے لگو
بھر کے آہ سرد یکدیگر کہو
بشنو از نے چون حکایت میکند

جد کے جا مرقد پہ بولا پھر امام
دلمین تھا زیر قدم ہو نین تمام
دہر نے چاہا نہ یان میرا قیام
شکوہ ہر چند اس سے کرنا ہی حرام
پر یہ دل آزردہ ہے اے خیر الانام
از جدائیہا شکایت میکند

مین تو ہون سب طرح راضی برضا
پر تاسف ہی تو اتنی بات کا
راقم تقدیر جب لکھنے لگا
خامہ لیکر میری قسمت کا بدا
کیون نہ اُن نے تجھسے اتنا کہدیا
بشنو از نے چون حکایت میکند

عرض یہ کرتا ہے شبیر غریب | کر مرخص جلد اے حق کی حبیب
کربلا تا پہونچے یہ محنت نصیب | صبر نے سر مین نہ خنجر مین شکیب

اب بہم ہر اک بحالات عجیب
از جدائیہا شکایت میکند

نصف شب گذری کہ از سوئے فلک | وارد اک محمل ہوا وان یکبیک
صاحب محمل نے سر اپنا پٹک | بولی ای فرزند سینے سے تنک

اُٹھکے لگ میرے کہ یہ دل آج تک
از جدائیہا شکایت می کند

اے کہ سر تا پا مین تجھپر جون سپند | غم نہ کر اس امر مین دے لکے پسند
سر ہوا نزدیک حق میرا بلند | شکوہ تجھ دل ہی کو ہر اہی دردمند

مجھ سے جو پوچھو تو میرا بند بند
از جدائیہا شکایت می کند

مرثیہ

بنے قاسم کو منھد یکھی لگانیکی ندی فرصت | سوائے عقد سہرا بندھانیکی ندی فرصت
بنے کو واسطے اُسکے بنانیکی ندی فرصت | غرض اک آن گردش زمانیکی ندی فرصت
بنا یوہ ہر بار دلہن کی رات کا مارا | پڑا جو دشت غربت مین وطن سی ہو کی آوارا

کسو کو اُسکی شادی مین ہلُ نے نہ دی نقارا / فلک نے جز سرِ سینہ بجانیکی نہ دی فرصت
چلا جب وطن سے جہان آئے نہ پیغام نے نامہ / نشان آستین دینی نگا دہ پھاڑ کر جامہ
اجل نے یہ کیا دیکھ اسکو دو دن بیاتہ ہنگامہ / کہ چلتے وقت چھاتی بھی لگانیکی نہ دی فرصت
کدون کیا ذکر اُس نوشہ کو گھر شادیکے آنیکا / بغیر از زخم کیا بند کو رکھا دان پان کھانیکا
وہ جھوٹا ہی کریگا جو بیان شربت پلانیکا / کسو کے حلق مین پانی لجہنیکی نہ دی فرصت
نہ تھی شادی نبی کی آل کی خانہ خرابی تھی / جو آیا اُسمین مرنیکو اسی اپنی شتابی تھی
نجانے کس لیے اتنی اجل کو اضطرابی تھی / کہ دولہا کو دولہن کو بیاہ لانیکی نہ دی فرصت
جو مہمان آئے تھے اس بیاہ مین کھانیکو مہمانی / تہ تیغ جفا پیاس کے مارے دیا جی سب نے بن پانی
فلک نے آج تک کی جگت مین انکی [illegible] / بدلا وا ایکدم شادی مین گانیکی نہ دی فرصت
لگی ہے غم سے اس شادیکی آگ اسطرح چھاتی کو / جلایا وہ جسطرح کوئی دیے کی بیچ باتی کو
عجب شادی تھی جسمین غم فرشتہ گھر براتی کو / بغیر از زخم تن تک مسکرانیکی نہ دی فرصت
جب آئے اقربا سب زیر تیغ و دشنہ و خنجر / جھکے تب ظالمان نوشہ پہ شمشیر و سپر لیکر
گیا بادِ صف تنہائی کی یہ بھی اسطرح اوپر / کہ انمین سے کسیکو ہاتھ اُٹھانیکی نہ دی فرصت
دیا گشت اسطرح نوشہ کو زیرِ گنبد گردان / سرِ دولہا کو گر اسکا چلے نیزہ پہ لے دونان
ٹکڑہ مین انکی اشتر و نیر سعد ہمعنین جسکی نہ تھا پالان / دولہن تک بیچ محمل کی بٹھانیکی نہ دی فرصت

دیکھکر صبحکو مین مضطرب الحال نسیم
پوچھا کیون ڈھونڈھتی ہی آج تو ہفت اقلیم

بولی مُسلم کے سُنی ہونگی وے دو تھی یتیم
ایک کا نام محمد تھا دوم ابراہیم

باپ کی بعد وہ تھی کوفی مین قاضی کے گھر
قاضی نی قتل کی مسلم کی سُنی وان جو خبر

رو کی اُنسے یہ لگا کہنے کہ سُنتے ہو پسر
ابن مرجانہ ملعون ہے یہ سخت لئیم

پھیری ہی اُن نی منادی کہ پسر مسلم کے
جسکے گھر مین یہ سنونگا کہ وہ بیٹھے ہین چھپے

غارت و قتل سی وہ صاحب خانہ نہ بچے
پس مناسب نہین اس شکل مین تم یان مقیم

قافلہ کوفی سے جاتا ہی مدینے کے تئین
وان سے بہتر کوئی جا کہ تمھین اب ڈر نہین

جا کی ساکن ہو تم اُس جا کسی گوشہ مین کہین
تاکہ کافر ملعون ہو وہ اصل بہ جحیم

غرض اس قافلی کی شب وہ ہوئے تھے ہمراہ
صبح بھی ہونی نہ پائی کہ اُنھین بھولی راہ

مین اُنھین ڈھونڈھتی پھرتی ہون تا ہو تباہ
ہو نہ جاوین وہ دو معصوم گرفتار غنیم

قافلہ اُنمین چلا جلد قضارا ناگاہ
رہ گئے پیچھے وہ معصوم گم اُنسی ہوئی راہ

ہو گئی صبح تو اک نخل مین لی دو پناہ
نیچے اُس نخل کی اک آب کا چشمہ تھا قدیم

وارد اس جا ہوئی آکر زن حارث کی کنیز
اُسکی بی بی رکھتی تھی آل محمد کو عزیز

پانی مین دیکھ کے جو عکس کیے اُن نے تمیز
آئی وان اُسکو نظر شکل دو خورشید عدیم

دیکھکر اُنسے کہا اُن نی کہ صاحبزادو
ہو گئے تم کون نشان اپنے گھر انکا دو

کس لیے آن کی اس نخل تلے بیٹھے ہو
کونسی تمپہ کہو ایسی مصیبت ہی عظیم

سُنکے بولے کہ دو فرزند ہین مسلم کے ہم
باپ کوفی مین موا آ کے تہ تیغ ستم

نہ کوئی دوست ہے اسجا نہ کوئی ہے ہمدم / آسرا ہمکو کسی کا نہین جز رب کریم
تب کہا اُن نے کہ تم پر سے مین جاؤن قربان / ایک بی بی ہے مری تم پہ فدا از دل و جان
چلکے تم گھر مین ہو اُسکے کوئی دم مہمان / رکھیگی تمکو نہایت بتواضع تکریم
غرض اُسجا مین جو وہ خادمہ تی تھی سخن / گویا آئی تھی قضا اُنکی ہو صورت زن
لیگئی بی بی کنیز اُنکو بہ پیر دامن / کہا اُس سے یہ معزز ہین کر انکی تعظیم
پوچھا خاتون نے یہ ہین کون جو آئی ہین یان / تب کیا جاریہ نے صورت احوال بیان
سُنتے ہی بی بی قدم پر گری ہو کر گریان / پاس لی بیٹھی اُنھین کر کے سلام و تسلیم
پھر لگی کہنے کرون آپکو مین تم پہ فدا / ہوے حاجت کچھ اگر تمکو تو دیجے فرما
بولے یہ ہمکو ہدیہ تو اگر دے بھجوا / اجر مین اُسکی خدا دیوے تجھی باغ نعیم
کہا اُن نے کہ ہے حاجت ز دل و جان قبول / بھیجنے کا تمھین ہو جائیگا وان تک کے وصول
ما حضر کیجیے کچھ نوش نہ دل رکھیے ملول / کر دیے اطعمہ یہ کہہ کے اُنھون کو تقسیم
کھانیکے جسگھڑی خاتون نے انھین کھلوایا / فرش خواب اُنکی لیے حجرے مین جا بچھوایا
کر کے چپ اُنھین اُس فرش اوپر سلوایا / آگے کہتے ہین یہ راوی بروایات ضمیم
تھی تردد مین مدارات ہی کے وہ خاتون / کہ ہوا وارد اُسی آن مین حارث ملعون
یہ کہا اُسنے مشوش سا تجھے کچھ پاتا ہون / نہین بے خبر کہ تشویش مین ہو تجھسی فہیم
قطع کر اُسکی سخن کو دیا اُن نے جواب / تھا کہان صبح سی تو اب آئیں ای خانہ خراب
بولا مین صبح سی تا شام یہ کھینچا ہے عذاب / ہو گیا آج کی شب جسکے سبب سے مین سقیم

آج کوفی سے کیا بیٹون نے مسلم کے فرار — اوسکی تالاش و تجسس مین یہ پایا آزار

ملو وہ اسپ جسے دیکے لیا سو دینار — ساتھ ہو نکلا نہ مرے کوئی جلو دار یتیم

سُنکے وہ مونہ بولی کہ سنی ہے کمبخت — بیٹے مسلم کے محمد کے جگر کے ہین لخت

نارہین ڈالے ہر کیون اپنی اقامت کا رخت — تیرہ کرتا ہے عبث اپنی تو بختون کی گلیم

اُس لعین نی کہا ان باتون سی تجکو کیا کام — جلد لا واسطے میرے تو جو حاضر ہو طعام

ہم سپاہی ہین سمجھتے نہین کچھ دین اسلام — کام وہ کیجئے حاصل ہو کہ جس سے زر و سیم

زن بیچارہ غرض کھانیکو آگے لائی — زہر مار اُن نی کیا جب تو اُسے نیند آئی

چارپائی کو منگا اُن نی وہین بچھوائی — سو رہا اُسپہ وہ ملعون بچھا فرش ادیم

آگے یون راوی جانسوز کرے ہی گفتار — دونون بھائی جو وہ سوتے تھے بیک حجرۂ تار

ایک اُنمین سی جگا دوسرے کو رو کر زار — کہا آتا ہے نظر صبح پہ گردون ہو دو نیم

خواب مین دیکھو ہون نین کہ رسول مقبول — کہتے ہین باپ ہمارے سی تھے دل ذی قبول

کیون کیا یہ کہ وہ فرزند دل و جان سی ملول — پھرتے ہین حیران و پریشان بدیہات عظیم

یہ سخن سنکی سراسیمہ ہوا اُن نے بھی کہا — خواب مین بھی یہی اے جان برادر دیکھا

ایک سے ایک گلی لگ کے روئے پھر ایسا — کہ ہوا خواب سے بیدار وہ ملعون لئیم

ہو برآشفتہ زن اپنی سی لگا کہنے سخن — اے دغلباز چراغ جھٹکے تو کر لا روشن

تا کہ معلوم کرون مرد کوئی ہے یا زن — کسکی آتی ہے صدا کون ہے اس گھر مین مقیم

زن بیچارہ نے اُسکو نہ دیا سُنکے جواب — لایا اُٹھکر وہ چراغ آپ ہی با خشم غضبا

تجربے مین دیکھو دو طفل ہین شنک مہتاب
دیکھکر اُنسی کیا حارث ملعون نے سوال
اُس لعین کو بھی اُنھون نے جو کیا دوست خیال
قہقہا مار لگا کہنے سنا یہ جسدم
ہونہ شہ دونون گیسون گرہ ذمہم
درکو اُس حجرے کی محکم کیا دے کچھ خبر
آخر کار کہ جسوقت ہوئی رات اخیر
دوڑی وہ منہ روتی ہوئی انکی دنبال
دین کو واسطے دنیا کے نکھو تو جنڈال
باز اس فعل سے آمان خدا کو جلاد
سنکے یہ حرف برآشفتہ ہوا بد بنیاد

اشک آنکھونسی روان اُنکی مثال تسنیم
کون ہو تم جو یا رحل اقامت یان ڈال
بولے ہم دونون ہین مسلم کی ستم دیدہ یتیم
یار در خانہ و من گرد جہان میگردم
مارا ایک طمانچہ نہ خدا کا کر بیم
سو ہا اپنی جگہ آن کے پھر وہ بے پیر
لیچلا صبح اُنھین مارنے گردن وہ لئیم
لگی کہنے کہ نکر قتل کا انکے تو خیال
اگر شقی دین تر کچھ بھی خدا کا ہی بیم
عاقبت اپنی نہ کر واسطے زر کی برباد
ماری شمشیر کہ پہونچے وہ بجنبات نعیم

مرثیہ

خلقت نی شکل جون مہ نو خاک سی ملی
دنیا کی حسب کہ ہے جون گل کی ہو کلی

ہر شہر کوچہ کوچہ و ہر دہ گلی گلی
دہ حسرتا جہان ہر تو وان وا مصیبتا

غم ہوگیا ہی جن و ملک کے دلونکا قوت
مارا پڑا ہی بن اک الیسی کا آج پوت

شیون کی درمیان جو کچھ آجاے ہی سکوت
ہوتا ہی امر غیب کہ ہان وا مصیبتا

کٹتی ہی اہلبیت کی یوں صبح و شام راہ
منزل کی پوچھنا انھیں ہر ایک گام راہ
روے زمین پہ پایہ مخزون تمام راہ
مانند طفل اشک دوان دامن دا ھیتا

مرثیہ

سُن اے گردون اگر تو دون نہوتا
تری گردش سے شہ محزون نہوتا
مدینے سے کبھی بیرون نہ ہوتا
اور اسکا کربلا میں خون نہ ہوتا
نجاتے اسطرح کوفے کو حیدر
بلاتا ابن ملجم بھی سمجھکر
نکرتا قتل شاہ دین مقرر
جو قتامہ پہ وہ مفتون نہ ہوتا
نردتیں حضرت خاتون جنت
نہوتی اسقدر انپر مصیبت
ان آنکھوں سے کہوں کیا بیمروت
رداں یوں چشمہ جیحون نہ ہوتا
کیے ہیں شہربانو آہ بھر کر
ڈبایا سعد کو فی نے مرا گھر
ہوا جو کچھ کہوں کیا میرے سر پہ
نہوتا یہ جو وہ ملعون نہ ہوتا
نہ مرتا اکبر و اصغر بچارا
نہ جاتا جنگ کو قاسم دلارا
نہ لٹتا ہاے یوں خیمہ ہمارا
جو فوج شام کے مقرون نہوتا
جو باز آتا فلک جور و جفا سے
خجل ہوتا نہ حضرت مصطفےٰ سے
نکرتا یہ بدی آل عبا سے
تہارا کاسا اگر واژدون نہ ہوتا

مرثیہ

شام جب اہل حرم ہوگئی گرفتار چلے
چشم گریان دل بریان جگر افگار چلے
دیکھ مقتل کیطرف کرتے یہ گفتار چلے
مرنیکو تم جو چلے کیون نہ ہمین مار چلے

کس سبب کرنیسے جو ہر ہین تم منہ موڑا
خنجر و تیغ و تبر کا تو نہ تھا کچھ توڑا
مگر اسدن کے لیے تم ہمین جیتا چھوڑا
اسطرح لیکے ہمین قوم ستمگار چلے

ہم سلو ار اونٹونپہ ایسے کہ نہین جنکے حجاز
ہم سی نہ دیکہ اجل در سفر دور و دراز
ناتوان زین عبا جس سے نہ نکلے آواز
کھینچتا اُنکی مہار آگے وہ بیمار چلے

پا برہنہ ہے وہ اور راہ پر از خارستان
کانٹے چبھ چبھ کے ہر اک تلوے سے ہے خون روان
بسکہ بیمار ہے ہر بدن اس کے نہ تاب نہ توان
گاہ بیہوش گہی ہو کے وہ ہشیار چلے

ظالمون نے یہ جفا و ستم ہمپہ کیے
سو طرح عابد بیمار کو آزار دیے
جسکی ہم آرزوئین کرتی تھی جینے کیلیے
سو وہ یون گریہ کنان ہمسے بیزار چلے

ہجر کا بسکہ تمھارے ہے الم اوسپہ کمال
وا ہے افسوس یہ دمبدم اُسکا ہے مقال
راہ چلنے مین گیا سکا ہے نقاہت سے حال
لڑکھڑاتا ہوا جون زخمی سرشار چلے

اس سفر مین کسی اب ہمسے نکی ہے غمخواری
کون ایسا جو خبر بیونکی کرے دلداری
ایک عابد سو گرفتار غریب آزاری
یون تمھین چھوڑ کے بے یاور و یار چلے

قتل کر کے تیری جگر گوشونکو شامی بے پیر
اس مصیبت سے ہمین آجکی دن کرکے اسیر

کسیکے طوق گلے ڈال کسیکے زنجیر — شام کو لیکے ہین شکل گنہگار چلے
کر کے منہ سوئے مدینہ پھر یہ پکاری زینب — یا محمد جو بلا بر ہین تری روز و شب
تن نازک پہ اب السیر کر رو اٹھا یہ غضب — تیر و خنجر تبر و دشنہ و تلوار سے چلے

مرثیہ

بولی ہین مرغ چمن آج کہ نالان ہین ہم — کہتے ہین گل کہ سدا چاک گریبان ہین ہم
ہے یہ سنبل کو زبان زد کہ پریشان ہین ہم — نرگستان کا سخن یون ہے کہ حیران ہین ہم
جامۂ ماتمیان ہے تن نیلو فر — آتش غم سی ہی لالے کا نت ٹھو داغ جگر
قمری کو سمجھو کہ اخگر ہے تہ خاکستر — سرو کہتا ہی یہی آہ گلستان ہین ہم
نظر آتا نہین یہ خوشہ بتاک انگور — باغ کا آبلہ غم سیتی ہوا دل معمور
جگر غنچہ کو ماتم نے کیا چکنا چور — گل پہ شبنم یہ کہتی ہی کہ گریان ہین ہم
صبح کو باد صبا ڈالی تھی سر پہ خاک — سینہ ہی آج بھی بھونرونکی کلیونکا چاک
جسکو دیکھا ہین انہین سی پوچھا کہ تو کیون ہی غمناک — بولی وہ تعزیہ داران شہیدان ہین ہم
شاخ ہی برگ پہ غنچے کے ذرا کر تو نظر — سر حسینؑ ابن علی کا ہی لہو نہین نیزے پر
کہتے ہین اہل حرم ہے خبر اے پیغمبر — تجھ تئین آنہین سکتے کہ اسیران ہین ہم
ہم سمجھتے تھے کہ ہم ہین گل باغ نبوی — گردش چرخ نی یہ ہمسے بدی ایسی کی
جھٹکا دامن کو تئین اپنے طرف جسکی لی — دشت غربت مین گر خار مغیلان ہین ہم

اس مصیبت مین انہیں پنی کہانسے لاوین
ہین وہ لوگ محمد سی شہ جو شرماوین
چشم پرنم سی وہ کرتی جسکی طرف ہم جاوین
گویا اس بادیہ مین یک بیابان ہین ہم

مرثیہ

اشجار غم سی ہوگئی بے برگ و بر صبا
گل شبنم الم سی ہوئی چشم تر صبا
پھر کس خوشی سی کرتی ہی تو اب گذر صبا
سیر چمن کو آج سے موقوف کر صبا

ہی گلشن جہان مین قیامت کی اب سحر
غنچے ہوئی خموش گریبان کو چاک کر
جای عبیر ملتے ہین گل گرد منہ ادہ پر
بلبل کا آہ نالہ سی تڑپے جگر صبا

گلزار فاطمہ کا مین احوال کیا کہون
ہر اک سخن سی دمبدم آتی ہی بوی خون
تیغ ستم سی کاٹ گئیے وہ دنی ددن
چھوڑا نہ باغ دین مین کچھ خشک و تر صبا

پانی بغیر سوکھ گئے سب وہ نونہال
ہر اک طرف پڑی ہین کٹی انکی ڈال ڈال
ہے کس ستم سے مزرع ایمان پائمال
ٹک اس جفای چرخ پہ کیجو نظر صبا

ابن علی کا پرہی گل زخم سے بدن
سینے کو اسکے دیکھ کے ہی تختۂ چمن
گر پاس تیرے ہی تجکو تو اب مان یہ سخن
خاک اپنے سرپہ ڈالتی پھر دربدر صبا

سیر چمن کا وقت تری کونسا ہی آہ
عالم بچشم عالمیان ہوگیا سیاہ
جا دیکھ رن مین تو محمد کی بوسہ گاہ
خنجر سے اب ستم کی لہو مین ہی تر صبا

مرثیہ

ابر رونیکو اُٹھا ہی آج کہسارونکی بیچ ساغر خون جگر چلتا ہی میخوارونکے بیچ
خاک سر پر کرتے آئی مست ہشیارونکے بیچ گھر گیا باغ رسالت کا وہ گل خارونکی بیچ
یعنی ابن ساقی کوثر ستمگارون کے بیچ

ابر روئیگا سدا میخوار پئین گی خونکی جام ہوشیار و مست سر پر خاک ڈالین گی مدام
ساقی کوثر کا بن پانی ڈبایا گھر تمام حیف اہل قبلہ سی صادر ہوا یا رو وہ کام
الحذر جس کام سے کرتے ہین کفارونکی بیچ

نور چشم مصطفےٰ سی ہی یہ امت کا معاش خویش و فرزندونکا اُسکی کردیا تن پاش پاش
بھائی کی اُسکی تڑپتی ہی لب دریا پہ لاش اب وہ تنہا جسطرف کرتا ہی پانیکی تلاش
تیر باران اُسپہ ہی ہر سو کماندارونکی بیچ

فاطمہؓ کہتی ہین رو رو نالہ و فریاد سی یہ ستم باہر ہین دیکھا عالم ایجاد سی
یا نبی تم پوچھیو محشر مین ہر جلاد سی تشنہ لب مارا گیا ہی گردن اُس بیداد سی
جز حسینؑ بیگنہ کوئی گنہگارونکے بیچ

کیا کہا شقیونسی اُس مجرم نی جو حرف بند کیون جدا اُسکا کیا ہی بند سی ہر ایک بند
جسگھڑی کافر بھی کاٹی ہین گلوی گوسپند اُسکو بھی پانی پلا دیتا ہی کوئی دردمند
ذبح پیاسا ہی ہوا وہ اتنے دیندارونکے بیچ

آزمائی آل پر تیری برش شمشیر کی　　رد بیعت کے گنہ پر اسقدر تعزیر کی

طفل شش ماہہ پہ ثابت کونسی تقصیر کی　　اتنے خاطر چھوڑی حلق اسکی پیکان تیر کی

گنے تا اسکو بھی تیغ جور کے ماروں کے بیچ

روؤں میں اصغر کو یا اکبر کو بیٹوں یاد کر　　آ گئی چھوٹی بڑی سارے تہ تیغ دو بر

اپنی آنکھوں سی لہو کیونکر میں پونچھوں ای پدر　　اب تلک انکو جو وہ تھی میری دلبند جگر

جم رہا ہے خون ناحق انکی تلواروں کی بیچ

بیوہ زن کتنی جو باقی ہیں سو انپر یہ عدا　　سر پہ نی چادر کسی کی ہی نہ چہرے پر نقاب

بے حجاز او ٹھنے پہ جاتی ہیں میان آفتاب　　دکھ دہندوں کی سو گرد انکی اکی عالیجناب

نے ہلو داروں میں ہی کوئی نہ غمخواروں کی بیچ

میں بیان کیا کیا کروں اس آفت ناگاہ کے　　دنکو وہ چلنے میں صدمی کھینچتے ہیں راہ کی

رات پابندی کی خاطر میری ہر دنخواہ کی　　جز و شیرازی میں ہوں جیسے جوان کلام اللہ

ایک ہی زنجیر ہے اتنے گنہگاروں کی بیچ

دے جو مستورات کو ڈھارس کوئی ایسا نہیں　　لیچلے ہیں شام بیکس کر انہیں اعدای دین

جتنے وارث تھی ہوے وہ طعمہ شمشیر کین　　بچ رہا ہی قتل سی جو شخص یعنی عابدین

سو وہ کچھ اچھے ہیں اسکی ان دل افگاروں کی بیچ

مرثیہ

کشتہ گردید ز جور فلک بی ادبی — تشنہ لب بر لب دریا شہ عالی نسبی
با رفیقان و عزیزان شہادت طلبی — چہ بگویم بتو ای دل کہ ز قوم عربی

بادشاہے عجبے بود و سپاہے عجبے

کیا بیان تجھسی کرون اب مین لایا غم و درد — جو جگر گوشۂ حیدر یہ ہوا رہ دز نبرد
خویش و فرزند و رفیق اوسکی گئے فردا فرد — یاد مین اسکی یہ کہتا ہون مین بھر بھر دم سرد

بادشاہے عجبے بود و سپاہے عجبے

شہ بہفتاد و دو تن اور عدو جمع کثیر — جان شیرین دی سمیت اپنی صغیر اور کبیر
دیکھ یون سر کو شہادت کا لیا تاج و سریر — دفتر غم مین یہ تا حشر کرینگے تحریر

بادشاہے عجبے بود و سپاہے عجبے

مرضی حق سی تو اکرم ہوا دہ با ہر — سر فرازی اسی سمجھا جو ہوا نیزے پہ سر
لذت تشنگی بھی ہم اسکو شراب کوثر — جیسا وہ آپ غرض ویسا ہی اسکا لشکر

بادشاہے عجبے بود و سپاہے عجبے

ہر جوان کی مین کہون تن لگی عطش کا کیا حال — سینہ تیر دنسے ہوا ماہی بی آب کا جال
وہم ناقص ہین تو انکی ہی گذری ہی خیال — ہر نبی کہی ہی کہی حق کہ محمدؐ کی یہ آل

بادشاہے عجبے بود و سپاہے عجبے

ہے روایت کہ ہوا جنگ کا جسدم اتمام — شمر ملعون یہ لگا کہنے کہ اے مردم شام

رہیو شاہد جو ہوا آج کے دن مجھ سے کام — سر یہ کاٹا ہے میں جسکا بحصول انعام

بادشاہے عجبے بود سپاہے عجبے
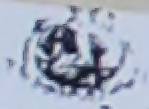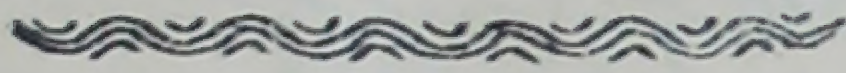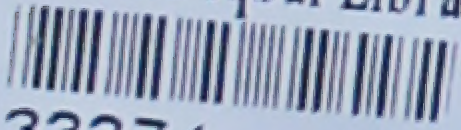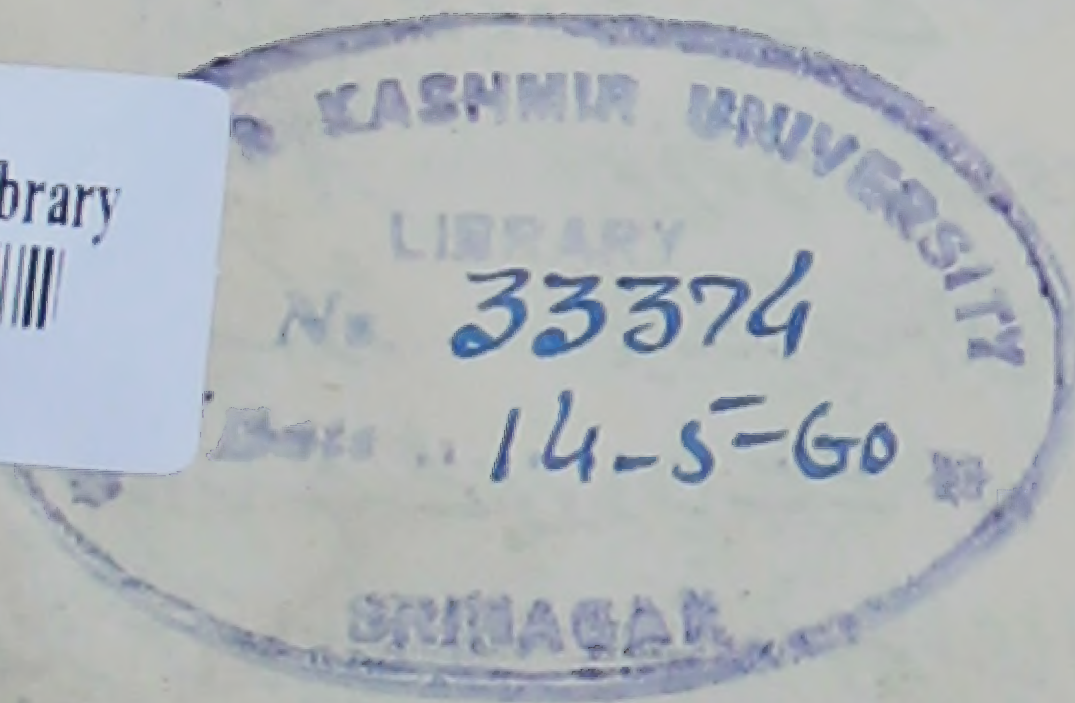
نیشنل پریس الہ آباد میں باہتمام رمضان علی شاہ چھپا